إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)
سہ ماہی مجلہ
کتاب وسنت کا ترجمان علمی دعوتی و اصلاحی
المکرم
بیاد
شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ
و
حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ
نگران: حافظ اسعد محمود سلفی
مدیر: محمد عظیم حاصل پوری
13
ربیع الثانی، جمادی الاولیٰ، جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ
اپریل، مئی، جون 2012ء
اشاعت خاص
حافظ
عبدالمنان نورپوری
رحمۃ اللہ علیہ
ناشر:
شعبہ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ
خصوصی اشاعت نورپوری نمبر کے حصول کے لیے رابطہ کریں۔
مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور، مکتبہ نعمانیہ گوجرانوالہ یا اس نمبر پر رابطہ کریں۔ 055-3846592

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

سہ ماہی مجلہ

کتاب وسنت کا ترجمان علمی تحقیقی و اصلاحی

المکرم

بیاد
شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ
و
حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

نگران: حافظ اسعد محمود سلفی
مدیر: محمد عظیم حاصل پوری

13
ربیع الثانی، جمادی الاولی، جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ
اپریل، مئی، جون 2012ء

اشاعت خاص

حافظ عبدالمنان نورپوری رحمۃ اللہ علیہ

ناشر:
شعبہ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ
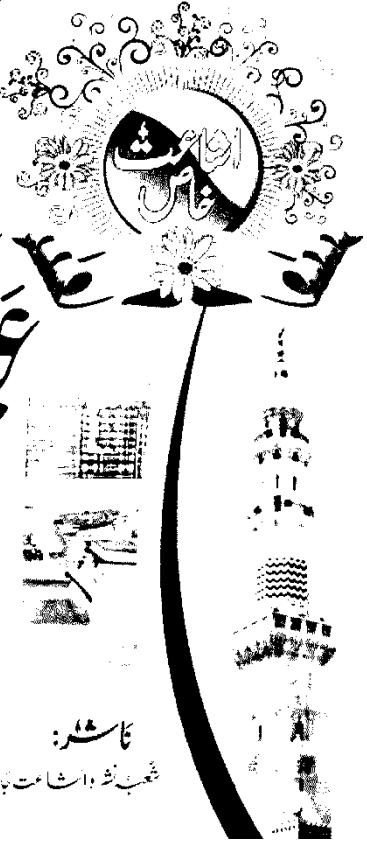
اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (القرآن)
سہ ماہی مجلہ
کتاب و سنت کا ترجمان علمی دعوتی و اصلاحی
المکرم
13
ربیع الثانی، جمادی الاولیٰ، جمادی الثانیہ
۱۴۳۳ھ
اپریل، مئی، جون 2012ء
مدیر
محمد عظیم حاصلپوری
معاون
مجیب الرحمٰن سیاف
سرپرست
چوہدری محمد بشیر ایڈووکیٹ
مہتمم جامعہ ھذا
نگران اعلیٰ
حافظ اسعد محمود سلفی
بانیان
شیخ الحدیث و التفسیر
حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ
و
حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ
مجلس ادارت
الشیخ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ
پروفیسر حافظ ارشد حفظہ اللہ
حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ
الشیخ عبدالوحید ساجد حفظہ اللہ
ضیاء اللہ کھوکھر حفظہ اللہ
اساتذہ جامعہ ھذا
طلبا جامعہ ھذا
انتظامیہ جامعہ ھذا
اشاعت خاص
حافظ عبدالمنان نورپوری
رحمۃ اللہ علیہ
خط و کتابت
جامعہ اسلامیہ سلفیہ
(مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ
0301-6131916/055-3846592
Hasalpuri@gmail.com
مجلہ المکرم کو انٹرنیٹ پر آن لائن پڑھنے کے لیے
www.almukarram.webs.com
Email: mukarram.grw@gmail.com
زرتعاون ـــــــ 80 روپے
سرکولیشن منیجر
حافظ عبدالقدیر
0308-6522441
www.Asslafia.com
ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے کلی اتفاق ضروری نہیں

بسم الله الرحمن الرحيم

درون قرطاس

تقدیم

تاریخ نام ہی اس چیز کا ہے کہ اس دنیا میں زندگی گزارنے والوں کی زندگیوں کو محفوظ کرنا تاکہ تاریخ ساز زندگیاں آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ بن سکیں اور مقصود و منزل آسان ہو جائے اور یہ بات بالکل عیاں ہے کہ کسی طے شدہ پروگرام اور نمونے کے مطابق کام کرنا آسان ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے پہلی قوموں کے واقعات کو محفوظ کر دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تقسیم بھی کچھ اسی طرح کی ہے کہ اس میں جنت و جہنم، بعث بعد الموت، پہلی قوموں اور انبیاء و صالحین کے تذکرے موجود ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا (مریم:٤١)

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَى إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا (مریم:٥١)

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا (مریم:٥٤)

لہذا نیک لوگوں کی خوبیوں، جامع کمالات شخصیتوں کے کارناموں کا ذکر سنت ربانی ہے۔ اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے محدثین اور اہل علم نے اس فن میں سینکڑوں کتب تصنیف کی ہیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع التابعین رحمۃ اللہ علیہم اور بہت سے اہل اللہ کی زندگیوں کے کارنامے ثبت اور محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔ جو ہر وقت لوگوں کے لیے چشمہ ہدایت اور مینارہ نور ہیں۔ اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے ادارہ ''مجلّہ المکرّم'' کا ایک خصوصی شمارہ خاندان سلفیہ کے چشم و چراغ حضرت مولانا اسعد محمود سلفی حفظہ اللہ کے حکم سے حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کی سوانح سے متعلقہ شائع کر رہا ہے ۔جس میں حافظ صاحب کی زندگی کے مختلف گوشوں پر قارئین کے لیے معلومات پیش کی جا رہی ہیں اور آپ کی خدمات علمیہ کو خراج تحسین پیش کیا جا رہا ہے۔ خصوصی اشاعت کے سلسلہ میں جن احباب نے مجلّہ کی ادارتی ٹیم کے ساتھ اس کی تیاری میں تعاون فرمایا ہے خصوصاً اساتذہ جامعہ ھذا، کاتب محمد طٰہٰ احمد اور طلباء میں سے مولانا عزیز الرحمٰن اور حافظ زبیر اسلم صاحب ہم تہہ دل سے ان کے شکر گزار ہیں اور اللہ سے دعا گو ہیں کہ اللہ انہیں دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے نوازے۔ آمین!

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (آل عمران:۳۱)

''کہہ دیں اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہوتو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔''

جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ہم سے محبت ہے انہیں یہ راہنمائی دی گئی ہے کہ ان کے دعوؤں اور خود ساختہ طریقوں سے اللہ کی محبت اور اس کی رضا حاصل نہیں ہوسکتی بلکہ اس کا صرف اور صرف ایک ہی راستہ ہے کہ اللہ کے آخری پیغمبر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ایمان کے ساتھ اتباع کی جائے۔ اس آیت کریمہ میں یہی کسوٹی اور معیار مہیا کیا گیا ہے کہ محبت الٰہی کا طالب اگر اتباع محمد ﷺ کے ذریعے سے یہ مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے تو پھر یقیناً وہ کامیاب اور اپنے دعویٰ میں صادق ہے ورنہ وہ جھوٹا اور حصول مقصد میں نامراد ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: جس نے میرے ولی سے دشمنی کی تو میں نے اس سے اعلان جنگ کر دیا ہے اور میرے بندے نے کسی شے کے ساتھ میرا قرب حاصل نہیں کیا جو مجھے زیادہ محبوب ہو بنسبت فرائض کے اور نوافل کے ذریعے میرا بندہ مسلسل میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے وہ پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے عطاء کرتا ہوں...... بقیہ صفحہ نمبر ۹ پر

محمد مالک بھنڈر (مدرس جامعہ ھذا)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَثَلُ الْمُوْمِنِ الَّذِی یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَالْأُتْرُجَّةِ رِیحُهَا طَیِّبٌ وَ طَعْمُهَا طَیِّبٌ وَالَّذِی لَا یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَالتَّمْرَةِ لَا رِیحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِی یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الرَّیْحَانَةِ رِیحُهَا طَیِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِی لَا یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَیْسَ لَهَا رِیحٌ وَ طَعْمُهَا مُرٌّ))

صحیح بخاری، فضائل القرآن،باب فضل القرآن علی سائر الکلام(۵۰۲۰)

’’اس مومن کی مثال جوقرآن پڑھتا ہوسنگترے جیسی ہے جس کی خوشبو بھی پاکیزہ ہے اور مزہ بھی پاکیزہ ہے اور اس کی مثال جوقرآن نہیں پڑھتا کھجور جیسی ہے جس میں کوئی خوشبونہیں ہوتی اور مزہ میٹھا ہوتا ہے اور منافق کی مثال جوقرآن پڑھتا ہو ریحانہ (پھول) جیسی ہے جس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے لیکن مزہ کڑوا ہوتا ہے اور جو منافق قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال اندرائن (کوڑتمہ) جیسی ہے جس میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی اور جس کا مزہ بھی کڑوا ہوتا ہے۔‘‘

اس حدیث میں قرآن کی تلاوت کرنے والے کی فضیلت ہے اور حافظ قرآن بھی بالاولیٰ اس کا مستحق ہے۔ کیونکہ عہد نبوی ﷺ میں لوگ عموما حفظ کے ذریعے ہی قرآن پڑھا کرتے تھے۔ اللہ رب العزت کا مجھ فقیر پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ مرحوم حافظ عبدالرشید اظہر صاحب رحمہ اللہ کی ضیافت کا ایک مرتبہ موقع ملا۔ یہ چند سال قبل کی بات ہے رمضان المبارک کا مہینہ تھا محترم حافظ عبدالرشید اظہر صاحب کے گوجرانوالہ دو بیانات تھے ایک دن ایک خطاب اور دوسرے دن ایک اور مقام پر ایک دوسرا خطاب

تھا۔ہم نے درخواست کی کہ ہمیں خدمت کا موقع دیں تو اظہر صاحب نے قبول فرمالی۔مسجد آمنہ سپر ایشیاء کی لائبریری میں آپ کے قیام وطعام کا بندوبست کیا گیا۔تقریباً صبح آٹھ بجے کے قریب حافظ صاحب تشریف لائے روزہ کی حالت میں تھے آپ کے آرام کا انتظام کر کے ہم چلے گئے ۔ظہر کی نماز سے آدھ پونہ گھنٹہ قبل میں نے دروازہ کھولا کہ آپ کو بیدار کریں وضو کرائیں ،کیا دیکھا کہ حافظ صاحب قرآن مجید کھول کر کلام الٰہی کی تلاوت کر رہے ہیں۔ظہر کی نماز ادا کی گئی اور میں آپ سے آرام کی درخواست کر کے چلا گیا پھر عصر کی نماز سے کچھ دیر پہلے لائبریری کا دروازہ کھولا تو حافظ صاحب بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت فرمارہے ہیں۔عصر کی نماز ادا کی گئی عصر کے بعد بھی حافظ صاحب پھر قرآن کی تلاوت کرنے میں مصروف ہوگئے ،حافظ صاحب کو قرآن سے جنون کی حد تک محبت تھی ،قرآن سننا،قرآن پڑھنا ایک پسندیدہ عمل تھا جس کا ذکر دوسروں کی زبانی اکثر سنا کرتے تھے لیکن جب قرآن سے محبت کا یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تو زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے ہاں! آپ واقعی نمونہ سلف ہیں ۔کچھ دیر تلاوت کرنے کے بعد اپر چناب نہر کے کنارے سیر کے لیے چلے گئے واپس مسواک کرتے ہوئے تشریف لائے۔ افطاری کا وقت قریب تھا استاد محترم حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کو فون پر درخواست کی کہ مہمان تشریف لائے ہیں آپ بھی حافظ عبدالرحمٰن ثانی صاحب کو لے کر تشریف لے آئیں،آپ نے دعوت کو قبول کیا اور تشریف لے آئے ۔حافظ عبدالرشید اظہر صاحب ،استاد محترم حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب کا جمع ہونا میری زندگی کا یادگار واقعہ ہے ۔افطاری کے وقت سپرائٹ کی بوتل کھولی تو باہر گرنے لگی تو میں نے جلدی سے بوتل کو اٹھایا اور کمرے سے باہر لے گیا،استاد محترم نور پوری صاحب فرمانے لگے تمہیں وہ حدیث یاد نہیں جب ایک اعرابی آیا اور مسجد میں پیشاب کرنے لگا صحابہ رضی اللہ عنہم نے روکا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مت روکو اور استاد محترم فرمانے لگے کہ اگر اس اعرابی کو روکا جاتا تو وہ ساری مسجد میں دوڑتا اور ساری مسجد ناپاک ہوجاتی ،قصہ مختصر نماز تراویح کے بعد حافظ عبدالرشید اظہر صاحب سے پوچھا کہ آپ پراٹھا پسند کرتے ہیں یا سادہ روٹی تو فرمانے لگے جو بھی میسر ہو الحمدللہ ۔یہی طریقہ ہمارے شیخ نور پوری صاحب کا تھا کسی کھانے پر کبھی کوئی عیب نہیں لگاتے تھے ۔اس گفتگو کے

بعد میں گھر چلا گیا سحری کے وقت کھانا لے کر حاضر ہوا تو اظہر صاحب قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ سحری کا کھانا کھایا فجر کی نماز کروائی اور سورہ زمر کے آخری رکوع کی تلاوت فرمائی، نماز میں آپ نے تلاوت کی ہوئی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے درس قرآن ارشاد فرمایا۔ **یقولون سلام علیکم** ان الفاظ کو درس قرآن میں بار بار دہراتے اور ہاتھ سے سلام کا اشارہ بھی فرماتے۔

یوں حافظ عبدالرشید اظہر صاحب اگلے پروگرام کے لیے روانہ ہو گئے۔ جس کے لیے آپ نے قیام فرمایا تھا۔ یہی وہ بندگان الہ ہیں جن کا تذکرہ حدیث میں ہے جن کا ظاہر اور باطن پاک ہے۔

ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان .

بقیہ صفحہ نمبر ٦

اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔ بخاری، الرقاق، باب التواضع (٦٥٠٢)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا نَادَى جِبْرِيْلَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ، فَيُنَادِيْ جِبْرِيْلُ فِيْ أَهْلِ السَّمَاءِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِيْ الْأَرْضِ))

”اللہ تعالیٰ جب بندے سے محبت کرتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام کو آواز دے کر کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو تو جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرتے ہیں پھر جبرائیل علیہ السلام اہل آسمان میں اعلان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتے ہیں تم سب اس سے محبت کرو تو تمام اہل آسمان اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اس کے لیے اہل زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔“

صحیح بخاری، بدء الخلق، باب ذکر الملائکة (٣٢٠٩)(٧٤٨٥) ومسلم (٢٦٣٧)

از قلم......حافظ عبدالمنان نورپوری

[۱۴۲۸ھ کی بات ہے کہ بھائی رانا حکیم مدثر محمد خان سمندری والے راقم کے پاس تاج مسجد میں آئے اور فرمانے لگے کہ مولانا اسحاق بھٹی صاحب دبستان حدیث کتاب تحریر فرما رہے ہیں انہوں نے بندہ کی ذمہ داری لگائی ہے کہ حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب کے حالات لکھ کر یا لکھوا کر دیں تو میں نے ذمہ داری قبول کر لی ہے اب آپ ساتھ چلیں مگر استاد محترم کے پاس جا کر کہنے کی بالمشافہ جرات نہ ہوئی، ہم مولانا محمد مالک بھنڈر صاحب کے پاس پہنچے تو آپ کے مشورے پر رانا صاحب نے خط لکھ کر حالات زندگی کا مطالبہ کیا، جس پر حافظ صاحب نے اپنی سوانح عمری لکھ کر رانا مدثر بھائی کو سمندری پوسٹ کی اور ساتھ اپنے ان شاگردوں کے نام بھی کاپی کر کے پوسٹ کیئے جنہوں نے آپ سے سند اجازہ لے تھی۔ جنہیں مدثر صاحب نے مولانا اسحاق بھٹی صاحب کو پہنچا دیا، بھٹی صاحب نے جو دبستان حدیث میں آپ کی سوانح پر تفصیل سے مضمون لکھا ہے یہی مضمون اس کا اصل ماخذ ہے جسے ہم مدثر صاحب سے لے کر ان کے شکریے کے ساتھ من وعن شائع کر رہے ہیں (محمد عظیم حاصل پوری)]

یہ فقیر الی اللہ الغنی عبدالمنان بن عبدالحق بن عبدالوارث بن قائم الدین قلعہ دیدار سنگھ سے مشرق کی جانب واقع گاؤں نورپور چہل میں ۱۳۶۰ھ کو پیدا ہوا۔ والدہ کا اسم گرامی جواہر بی بی ہے میری عمر کوئی سات برس ہوگی کہ والدہ صاحبہ فوت ہو گئیں رحمھا اللہ تبارک وتعالیٰ۔ ہم چار بھائی تھے دو مجھ سے بڑے محمد شریف اور محمد صدیق ایک مجھ سے چھوٹا بشیر احمد۔ محمد صدیق تو جوانی کی عمر میں تقریباً ۱۳۷۰ھ میں فوت ہو گئے ابھی ان کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ بڑے بھائی محمد شریف کی شادی ہوئی چودہ پندرہ سال

تک کوئی اولاد نہ ہوئی پھر ان کی دوسری شادی ہوئی تو ان کے ہاں تین بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ بیٹی تو بچپن میں ہی فوت ہوگئی۔ بیٹے محمد شفیق، عبداللطیف اور محمد رفیق حیات ہیں اور صاحب عیال ہیں ۔ چھوٹے بھائی بشیر احمد کی شادی ہوئی پہلا بیٹا عبدالستار تولد ہوا دوسرا بیٹا عبدالغفار پیدا ہوا تو بشیر احمد کی بیگم فوت ہوگئی۔ بعدازاں عبدالغفار بھی فوت ہوگیا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ہمارے بڑے بھائی محمد شریف بھی فوت ہوگئے تو والد صاحب نے بڑے بھائی کی بیگم کا چھوٹے بھائی سے نکاح کروادیا تو اللہ تعالیٰ نے چھوٹے بھائی کو اس بیگم سے چار بیٹے دیئے، عبدالجبار، عبدالغفار، زکریا اور عبدالرشید۔ اب کہ عبدالجبار اور اس کی والدہ تو فوت ہوچکے ہیں باقی حیات وزندہ ہیں۔ حفظهم الله تعالیٰ .

بھائی محمد صدیق کی وفات کے بعد ۱۳۷۲ھ میں والد صاحب نے مجھے گاؤں کے پرائمری سکول میں داخل کروادیا۔ سکول میں ہمارے بڑے استاذ مولوی غلام رسول صاحب پھلّو کی والے تھے انہوں نے ہمیں کتابیں بڑی محنت سے پڑھائیں۔ ۱۳۷۶ھ میں سکول سے فارغ ہوگیا تو میرے استاذ مولانا چراغدین صاحب نورپوری خطیب وبانی جامع مسجد نورپور نے جن سے ہم قرآن مجید اور ترجمہ پڑھا کرتے تھے..نے میرے والد صاحب سے پوچھا بھائی عبدالحق اس بچے کو پرائمری کے بعد قلعہ دیدار ہائی سکول میں داخل کروانا اور پڑھانا ہے؟ والد صاحب نے جواب دیا کہ میرے بس میں تو اتنا پڑھانا ہی تھا آگے پڑھانے کا کوئی ارادہ نہیں۔ تو مولانا چراغدین صاحب جنہیں ہم تمام (ان کے پاس پڑھنے والے بچے) چچاجی کہا کرتے تھے۔ فرمانے لگے یہ بچہ پھر مجھے دے دیں میں اس کو پڑھالیتا ہوں۔ والد صاحب نے فرمایا مولوی جی اسے لے جاؤ پڑھالو۔

مولانا چراغدین صاحب موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ کثیرۃ واسعۃ کو مساجد، دینی مدارس، مراکز کی تعمیر، بچوں کو دینی تعلیم وتربیت، دین کی ترویج وتبلیغ، صحیح اسلامی عقائد واعمال کی تطبیق وتنفیذ، سنت پر عمل کرنے کروانے اور بچوں کو ترغیب دلا کر ان کے والدین سے اجازت لے کر دینی مدارس بالخصوص جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں داخل کروانے، بعدازاں ان کی نگرانی، دیکھ بھال کرنے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ مجھ سے پہلے وہ مولانا بشیرالرحمٰن بن محمد حسین بن حاجی بن دائم الدین نورپوری رحمہ اللہ کو جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں داخل کرواچکے تھے۔ تو مولانا چراغدین صاحب رحمہ اللہ اپنے اسی

وافر جذبہ کے تحت مجھے ۱۳۷۶ھ میں جامعہ محمدیہ چوک نیائیں گوجرانوالہ شیخ الحدیث والتفسیر، اہل حدیث مغربی پاکستان کے امیر، مولانا ابوالخیر محمد اسماعیل بن ابراہیم محدث سلفی رحمہ اللہ العلیم الحکیم الخبیر کے پاس چھوڑ آئے اس وقت جامعہ محمدیہ میں مولانا موصوف امیر و مہتمم کے علاوہ تین اساتذہ کرام طلبہ کی تعلیم وتربیت پر معمور تھے۔ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد عبداللہ صاحب محدث وخطیب گجراتی، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبدالحمید صاحب ہزاروی اور مولانا محمد وزیر صاحب پونچھی۔ جامعہ میں اس وقت چھ سال کا نصاب تھا۔

جو بحمداللہ وفضلہ مکمل پڑھا اسباق کے علاوہ پورے چھ سال استاذی المکرّم محدث سلفی کا فجر کے بعد درس قرآن باقاعدگی کے ساتھ سنتا رہا۔ تجوید کا نصاب، حفظ وناظرہ کا انتظام اور تجوید وحفظ ناظرہ کے اساتذہ کرام اس مذکورہ سلسلہ کے علاوہ تھے۔ گرامی قدر سلفی صاحب کے درس کا انداز یہ تھا کہ عربی تفسیر جامع البیان اپنے سامنے رکھتے اور سامعین کے سامنے سادا قرآن مجید رکھے ہوتے۔ جامع البیان عربی میں چند الفاظ قرآن مجید کے لکھے ہوتے ہیں ان کے بعد عربی میں تفسیر پھر الفاظ قرآن بعدازاں عربی میں انکا بیان..وہلم جراً

جبکہ قرآن مجید کے متن کے الفاظ خط کشیدہ ہوتے ہیں۔ مولانا سلفی صاحب اس جامع البیان سے پہلے چار پانچ آیات کریمات تلاوت فرماتے پھر ان کا فصیح وبلیغ سلیس اردو میں رواں دواں ترجمہ فرماتے بعدازاں تلاوت کی ہوئی آیات کریمات سے پہلی ایک دو آیتوں کی پنجابی تشریح وتفسیر فرماتے۔ بایں انداز کہ حالات حاضرہ پر بھی روشنی پڑ جاتی۔ اس جامع البیان سے قرآن مجید کی تلاوت رواں دواں انداز میں غیر حافظ کے لیے بہت مشکل ہے۔ اہل علم اس بات کو خوب جانتے پہنچانتے ہیں مگر مولانا سلفی صاحب اس جامع البیان سے بھی ایسے تلاوت فرماتے جیسے وہ سادہ قرآن سے تلاوت فرما رہے ہوں یہ ان کی تلاوت کثرت سے کرتے رہنے کا نتیجہ تھا۔ اس کثرت تلاوت سے انہیں اتنی مہارت حاصل ہو چکی تھی کہ بسا اوقات صلاۃ تراویح میں قرآن سنانے والے حافظ صاحب کو وہ لقمہ دے دیا کرتے تھے۔ جبکہ پیچھے کھڑے حافظ خاموش ہوتے۔ آپ اس چیز کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ مولانا سلفی صاحب کے پاس ان کی دعوت پر یا ان کی ملاقات کے لیے علماء کرام ملک

کے اطراف واکناف سے آیا کرتے تھے اورکئی ان کے پاس رات بھی ٹھہرجایا کرتے تھے یا آپ خودان کواپنے ہاں رات ٹھہرالیا کرتے ۔پھر فجر کی نماز ادا کرنے کے بعدانہیں درس قرآن ارشادفرمانے کی دعوت دیتے توان تمام اہل علم سے صرف دو بزرگ جامع البیان سے عربی سے درس دیتے اورآپ سے پوچھ کردرس کس آیت پر ہے ۔؟اسی آیت سے درس شروع کرتے ایک مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی امیر اہل حدیث مغربی پاکستان اوردوسرے مولانا عبداللہ صاحب ثانی جڑانوالوی رحمۃ اللہ علیہما۔

درس قرآن کے بعدحاجی غلام نبی صاحب حفظ اللہ تعالیٰ مولانا سلفی صاحب سے حدیث کی ایک کتاب پڑھتے وہ ختم ہوجاتی تودوسری شروع کردیتے یہ فقیرالیٰ اللہ الغنی بھی ان کے ساتھ حدیث کے سبق میں شامل ہوجاتا چنانچہ اس طرح حاجی صاحب موصوف کے ساتھ میں نے صحیح مسلم، جامع ترمذی ،موطاامام مالک اورصحیح بخاری مولانا سلفی صاحب سے پڑھی ۔صحیح بخاری پڑھنے میں مولانا محمد منشاء صاحب حامد (خطیب جامع مسجد اہل حدیث فردوس الرحمٰن نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ) بھی ہمارے ساتھ شامل تھے ۔چنانچہ صرف ہم دونوں نے مولانا سلفی صاحب سے سندروایت اوراجازت لی ۔مولانا نے فرمایا کہ آج تک مجھ سے کسی نے سندروایت نہیں لی اورنہ ہی میری سندروایت چھپی ہوئی ہے ۔میں نے عرض کیا کہ قدیم محدثین امام احمد،امام اسحاق بن راہویہ اورامام بخاری وغیرہم کی اسانید بھی توطبع شدہ نہیں تھیں ۔آپ اپنے ہاتھ سے لکھ دیں ہم خوش خط کر کے خودلکھ لیں گے ۔آپ دستخط کردینا اوراپنی مہرلگا دینا۔چنانچہ مولانا نے ہمیں اپنی سندلکھ دی اس فقیرالیٰ اللہ الغنی نے بازارسے سند کے لیے مخصوص بیل والا کاغذخریدااوراپنی اورمولانا محمد منشا صاحب حامد کی دونوں سندیں اپنے ہاتھ سے لکھیں اورمولانا سلفی صاحب سے دستخط کروائے اورمہر بھی لگوائی وہ سند آج تک میرے پاس موجودومحفوظ ہے ۔

اس فقیرالیٰ اللہ الغنی نے ان چھ سالوں سے پانچ سالہ تعطیلات رمضان المبارک میں کوئی نہ کوئی شغل وکام اختیار کیے رکھا۔۱۳۷۸ھ کی تعطیلات میں تھوڑاسا خیاطت (سلائی) کا کام اپنے گاؤں کے خیاط (درزی)غلام محمد سے سیکھا۔

۱۳۷۹ھ کی سالانہ تعطیلات میں کتابت (خطاطی) مولانا عبدالواحد صاحب بمبانوالوی سے سیکھنا شروع کی ایک دن تختی لکھ رہا تھا مولانا سلفی صاحب نے دیکھ لیا تو پوچھا یہ کتابت کن صاحب سے سیکھتا ہے۔

میں نے کہا استاد محترم مولانا عبدالواحد صاحب سے، فرمانے لگے مولانا عبدالمجید صاحب نظام آبادی کا خط ان سے اچھا ہے میں ان کو کہہ دوں گا چنانچہ انہوں نے ان سے کہہ دیا تو میں کتابت سیکھنے کے لیے ان کے پاس جانے لگا۔ مولانا عبدالمجید صاحب مولانا سلفی صاحب کے بیٹوں کے ماموں جان ہیں۔

۱۳۸۰ھ میں سالانہ تعطیلات رمضان المبارک میں مولانا داؤد صاحب ارشد نے میاں چنوں اپنی مسجد میں دورہ تجوید کا اعلان فرمایا تو یہ فقیر الی اللہ الغنی تجوید پڑھنے کی خاطر وہاں چلا گیا تو قاری ولی محمد صاحب سے تجوید کی کتاب جمال القرآن پڑھی، کچھ قواعد زبانی سنے، قرآن مجید کی تلاوت کی مشق کی اور حروف تہجی کی صفات پر ایک جدول نقشہ تیار کیا اس کے آخر میں عربی زبان میں ایک توضیحی نوٹ بھی لکھا۔ قاری تاج محمد صاحب عبدالحکیم والے امتحان کے لیے تشریف لائے تو ہمارے استاد محترم قاری ولی محمد صاحب نے وہ نقشہ قاری تاج محمد صاحب کو سنایا قاری صاحب بڑے خوش ہوئے اور نقشے کے نیچے انہوں نے ایک تقریظی نوٹ لکھوایا اور اپنی مہر لگوائی۔ ۱۳۸۲ھ کی سالانہ تعطیلات رمضان المبارک میں حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے دورہ تفسیر چوک دالگراں لاہور میں حاضری دی، دورہ تفسیر کا امتحان پاس کیا اور دورہ تفسیر کی سند محدث روپڑی سے حاصل کی۔

شعبان ۱۳۸۲ھ کی بات ہے کہ مولانا سلفی صاحب نے نماز فجر پڑھ کر درس قرآن کے بعد سالانہ امتحان کے نتائج کا اعلان فرمایا تو حاجی محمد یوسف صاحب بان سوتری والوں نے فرمایا جو طالب علم اول آیا اسے پچاس روپے انعام، وہ ہماری دوکان سے اپنا انعام لے آئے۔ چند روز کے بعد مولانا سلفی صاحب نے پوچھا تجھے انعام مل گیا ہے؟ عرض کیا جی نہیں! تو فرمانے لگے تو ان کی دوکان پر نہیں گیا؟ عرض کیا جی نہیں۔ پھر یہ فقیر الی اللہ الغنی دورہ تفسیر کی خاطر لاہور چوک دالگراں چلا گیا۔ جمعہ کو سبق کی چھٹی ہوتی تھی ایک جمعہ شیش محل روڈ مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف

محدث بھوجیانی رحمہ اللہ کی ملاقات کی غرض سے آیا ان کے مکتبہ سلفیہ میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ مولانا سلفی صاحب تشریف لے آئے۔آپ جمعیت اہل حدیث کے مرکزی دفتر تقویۃ الاسلام غزنویہ میں وقتاً فوقتاً آتے جاتے رہتے تھے۔فرمانے لگے یہ لے پچاس روپے اپنا انعام میں نے شیخ یوسف صاحب سے وصول کرلیا تھا۔

۱۳۸۲ھ ہی کی بات ہے محکمہ اوقاف والوں نے کوئٹہ میں مساجد اوقاف کے ائمہ وخطباء کی تربیت کے لیے تین ماہ کا کورس ترتیب دیا۔مولانا محمد عبداللہ صاحب خطیب گجراتی دال بازار کی جامع اہل حدیث میں خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے یہ مسجد اس وقت اوقاف میں تھی چنانچہ آپ مولانا سلفی صاحب سے جامعہ محمدیہ میں تدریس کی چھٹی لے کر کورس کی خاطر کوئٹہ چلے گئے کورس سے فارغ ہوکر واپس آئے تو جامعہ محمدیہ میں تدریس شروع کردی۔محکمہ اوقاف والوں نے تین ماہ کا ایک اور کورس بہاول پور میں رکھ دیا مولانا محمد عبداللہ صاحب محدث گجراتی کو بھی دعوت آگئی۔آپ پھر تیار ہو گئے مولانا سلفی صاحب مہتمم جامعہ محمدیہ سے چھٹی طلب کی تو فرمانے لگے آپ نہ جائیں کیونکہ تین ماہ تو آپ پہلے لگا آئے ہیں تین ماہ اور چھٹی پر چلے جائیں تو اس طرح طلباء کے اسباق کا چھ ماہ زبردست حرج ہے۔مولانا گجراتی صاحب فرمانے لگے جانے میں بہت علمی فائدہ ہے مولانا سلفی صاحب نے فرمایا ٹھیک ہے آپ چلے جائیں ہم تدریس کے لیے اور استاد رکھ لیں گے۔مولانا گجراتی فرمانے لگے درست ہے آپ اور استاد رکھ لیں۔چنانچہ مولانا تین ماہ کورس کے لیے بہاول پور چلے گئے۔فارغ ہوکر واپس آئے تو جامعہ محمدیہ میں تو ان کی جگہ پر تدریس کے لیے اور استاد رکھ لیے گئے تھے مولانا صاحب نے دال بازار والی جماعت سے بات کی پہلے تو میں جامعہ محمدیہ میں پڑھایا کرتا تھا اب سارا دن فارغ بیٹھا رہوں گا۔اس طرح علم بھی آہستہ آہستہ بھولنے لگے گا جماعت نے کہا آپ ادھر دال بازار کی جامع مسجد میں مدرسہ قائم کرلیں۔مولانا خود بھی پائے کے بڑے استادوں میں تھے ادھر آپ نے بڑے حافظ صاحب محدث گوندلوی سے بھی دال بازار میں تدریس کرنے کی بات کرلی اور حافظ صاحب مان گئے مولانا بشیر الرحمٰن نور پوری ان کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں آخری ایک سال لگا کر آئے تھے ان کو بھی آپ نے دال بازار والے مدرسہ میں استاد رکھ

لیا اس طرح قاضی مقبول احمد صاحب کو بھی دال بازار والے مدرسہ میں استاد بنالیا۔ بعد میں علامہ احسان الٰہی ظہیر بھی تھوڑی مدت کے لیے دال بازار والے مدرسہ میں اعزازی استاد بن گئے۔ ضلع گجرات کے دو استاذ بھی وقتاً بعد وقت رکھے گئے۔

ایک جمعہ کے خطبہ میں مولانا صاحب نے اعلان کیا کہ دال بازار والی جامع مسجد میں مدرسہ قائم کر دیا گیا ہے شوال میں پڑھائی شروع کر دی جائے گی اور بڑے حافظ صاحب محدث گوندلوی بھی بخاری شریف اسی مدرسہ میں پڑھائیں گے ان شاء اللہ۔ جامعہ محمدیہ چوک نیائیں کے کئی طلباء استاد صاحب کی اقتداء میں جمعہ ادا کرنے کی غرض سے دال بازار والی مسجد میں جمعہ پڑھنے آیا کرتے تھے تو ان ساتھیوں میں سے ایک ساتھی نے واپس جا کر خبر دی کہ آج خطبہ جمعہ میں استاد صاحب نے یعنی مولانا محمد عبداللہ صاحب نے اعلان فرمایا ہے کہ دال بازار والی مسجد میں مدرسہ قائم کر دیا گیا ہے شوال کو اس مدرسہ میں پڑھائی کا آغاز ہوگا اور بڑے حافظ صاحب محدث گوندلوی بھی اسی مدرسہ میں بخاری شریف ادھر ہی پڑھائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ساتھی نے جس وقت آ کر یہ خبر سنائی اس وقت میں اپنی اور اپنے ساتھی مولانا محمد منشاء صاحب حامد کی سندیں کتابت کر رہا تھا۔ فوراً مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا کہ استاد جی مجھے بھی اپنے مدرسہ میں داخل فرمالیجیے مولانا نے فرمایا تو داخل ہی داخل ہے بڑی کتابیں پڑھ لیا کر اور چھوٹی کتابیں پڑھا دیا کر کیونکہ ہمارے پاس استادوں کی کمی ہے۔ کام بھی نیا نیا ہے میں نے کہا جی درست ہے دراصل میں جامعہ محمدیہ سے فارغ ہو چکا تھا اور حافظ صاحب محدث گوندلوی کے پاس بخاری پڑھنے کی غرض سے جانا چاہتا تھا۔ محدث گوندلوی دال بازار والے نئے مدرسہ میں تشریف لے آئے تو اس فقیر الی اللہ الغنی نے اس نئے مدرسہ کی طرف رجوع کیا۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب گجراتی پہلے ہی جامعہ محمدیہ میں میرے استاد تھے خندہ پیشانی سے انہوں نے مجھے داخل فرمالیا۔

اس نئے مدرسہ کا نام پہلے پہل ''دارالحدیث مدینۃ العلم'' رکھا گیا آٹھ سال کا نصاب بنایا گیا۔ آلی علوم وفنون کی کافی کتب کو اس نصاب میں سمو دیا گیا حافظ صاحب محدث گوندلوی کے مشوروں کو خصوصی اہمیت دی گئی بلکہ کافی حد تک اس نصاب میں ان ہی کی تجویز کردہ کتب کو شامل

کیا گیا۔افتتاحی درس میں حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی کو بھی مدعو کیا گیا وہ تشریف لائے اس مدرسہ کی انتظامیہ کا نام ''اخوان اہل حدیث'' رکھا گیا۔کا امیر حافظ نصیر الدین صاحب اور خازن حاجی عبدالحق صاحب ناگی کو بنایا گیا۔طلبہ کی رہائش کے لیے جامع مسجد دال بازار کے ساتھ ملحقہ عمارت کرائے پر حاصل کی گئی اور مسجد کی جنوبی جانب مسجد اور عمارت کی درمیانی دیوار سے چھت کے اوپر سے مسجد آنے جانے کا راستہ بنایا گیا۔ابتداء ہی مدرسہ کو مشہور و معروف ، تجربہ کار حدیث وتفسیر اور دیگر علوم وفنون کے ماہر اساتذہ کرام کی خدمات میسر آ گئیں۔

اس لیے پہلے سال ہی اول سے لے کر آٹھویں جماعت تک طلبہ آ گئے۔حافظ ذکاء اللہ،حاجی عطاء اللہ،حاجی حبیب اللہ اور مولانا ثناء اللہ سالک بلتستانی وغیرھم پہلے سال ہی حافظ صاحب محدث گوندلوی سے بخاری شریف پڑھنے کی غرض سے اس مدرسہ میں داخل ہوئے تھے۔صوفی اکبر صاحب بھی حافظ صاحب کی وجہ سے ہی تشریف لائے تھے۔

مدرسہ کے لیے جگہ تنگ تھی اس لیے مولانا موصوف اس کوشش میں تھے کہ کھلی جگہ شہر سے باہر کہیں مل جائے تو مدرسہ وہاں لے جایا جائے۔حاجی غلام محمد صاحب امرتسری رنگ والوں نے لاہور کی جانب برلب جی ٹی روڈ پر ایک ایکڑ زمین فیکٹری کے لیے خرید رکھی تھی انہوں نے ایثار سے کام لیتے ہوئے زمین مدرسہ کو دے دی۔فوری طور پر جی ٹی روڈ کے بالکل سامنے چھ کمرے نیچے اور چار کمرے اوپر کل دس کمرے تیار کیے گئے حاجی صاحب موصوف امرتسری رنگ والے بذات خود معماروں اور مزدوروں کی نگرانی فرماتے۔صبح آ جاتے اور شام کو واپس جاتے ان کے بیٹے دوپہر کا کھانا انہیں ادھر ہی پہنچاتے۔لینٹر کا موقع آتا مولانا دال بازار میں اعلان فرما دیتے حاجی پورے والوں کی بس آ جاتی طلباء،مسافر خانہ اور حاجی پورہ سے نمازی بس میں بیٹھ جاتے جی ٹی روڈ جائے عمارت پہنچ کر مولانا خود،طلباء اور شہر سے آئے ہوئے لوگ سب حسب ہمت وشان لینٹر ڈالنے میں کام کرتے ۔دس کمرے تیار ہو گئے تو حافظ عبدالقادر صاحب روپڑی اور سید ابوبکر غزنوی رحمہما اللہ کو دعوت دی گئی وہ تشریف لائے تو اس طرح جی ٹی روڈ والے مدرسہ کا افتتاح عمل میں آیا۔یہ ۱۳۸۴ھ کی بات ہے اس دن سے جی ٹی روڈ والی عمارت میں پڑھائی شروع کر دی گئی۔بعد ازاں اس عمارت کی شمالی جانب

مسجد کے لیے چھوڑی ہوئی جگہ میں حاجی عبدالرحمٰن صاحب ناگی نے مسجد بنوانے میں نگرانی کی۔اب کہ وہ مسجد اور دس کمرے نئی مسجد میں آ گئے ہیں۔

مدرسہ کے نام ''دارالحدیث مدینۃ العلم''میں جامعہ کا لفظ نہیں تھا جامعہ والے کئی نام سامنے آئے بڑے حافظ صاحب محدث گوندلوی کی تجویز سے مدرسہ کا نام ''جامعہ شرعیہ''رکھ دیا گیا۔۱۳۸۸ھ میں استاذی المکرّم مولانا سلفی صاحب وفات پا گئے تو جماعت نے ان کی جگہ پر استاذی المکرّم مولانا محمد عبداللہ صاحب کو خطیب و مہتمم مقرر فرمایا۔بعدازاں جامعہ شرعیہ کو جامعہ محمدیہ میں مدغم کر دیا گیا۔اور جامعہ شرعیہ نام ختم کر دیا گیا۔فیصلہ ہوا کہ حفظ ،تجوید اور ناظرہ کا شعبہ بدستور جامعہ محمدیہ چوک نیائیں ہی میں رہے اور درس نظامی کا شعبہ جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں اکٹھا کر دیا جائے۔جی ٹی روڈ میں اساتذہ تھے خود مولانا محمد عبداللہ صاحب خطیب، مہتمم ،مولانا ابوالحسن جمعہ خاں صاحب ہزاروی ،مولانا بشیر الرحمٰن صاحب نورپوری اور راقم السطور۔جامعہ محمدیہ چوک نیائیں کے اساتذہ تھے شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبدالحمید صاحب ہزاروی جامعہ محمدیہ میں ان کی تدریس کا پہلا سال وہی ہے جو میرا پڑھنے کا پہلا سال تھا۔یعنی ۱۳۷۶ھ ۔مولانا حافظ عبدالسلام صاحب بھٹوی اور مولانا حافظ محمد رفیق صاحب جھجھوی حفظہ اللہ تو یہ سب اساتذہ جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں بڑی تندہی سے تدریسی فرائض سرانجام دینے لگےصرف حافظ عبدالسلام صاحب بھٹوی بعد میں استعفیٰ دے کر الگ ہو گئے اور مولانا ابوالحسن جمعہ خان صاحب ہزاروی فوت ہو گئے۔فرحمہ اللہ تعالیٰ.

یہ ان اساتذہ کا تذکرہ ہے جو درس نظامی پڑھانے والے جامعہ شرعیہ کے جامعہ محمدیہ میں مدغم ہونے کے وقت تھے۔بعد میں جامعہ محمدیہ میں درس نظامی کے اور اساتذہ بھی متعین کیے گئے۔نیز حفظ ،تجوید اور ناظرہ کے اساتذہ ان کے علاوہ تھے اور ہیں۔

اس فقیر الی اللہ الغنی کے مشائخ عظام اور اساتذہ کرام:

ا۔شیخ الحدیث والتفسیر ،اہل حدیث کے امیر حافظ ابوعبداللہ محمد بن فضل دین بن بہاء الدین محدث گوندلوی رحمہ اللہ ۔ان سے جامع مسجد اہل حدیث دال بازار میں تحفۃ الاخوان اور جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں قرآن مجید کی تفسیر اور صحیح بخاری دو دفعہ پڑھی۔

۲۔شیخ الحدیث والتفسیر،اہل حدیث کے امیر مولانا ابوالخیر محمد اسماعیل بن ابراہیم محدث سلفی رحمہ اللہ ان سے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں مندرجہ ذیل کتب پڑھیں۔
صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی اور موطا امام مالک، چھ سال فجر کے بعد ان کا درس قرآن سنا، ان سے سند روایت بھی حاصل کی اور اردو سے عربی بنا کر ان کو دکھاتا وہ اصلاح فرماتے۔
۳۔شیخ الحدیث والتفسیر حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی رحمہ اللہ ان سے جامع مسجد قدس اہل حدیث چوک دالگراں لاہور میں دورہ تفسیر پڑھا اور ان سے دورے کی سند حاصل کی۔
۴۔شیخ الحدیث والتفسیر اہل حدیث کے امیر مولانا ابوعبدالرحمٰن محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن محدث گجراتی رحمہ اللہ۔ان سے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں ابواب الصرف، بلوغ المرام، مشکواۃ اور جامع البیان اور دال بازار میں بدایۃ المجتہد اور سراجی پڑھی۔
۵۔شیخ الحدیث والتفسیر حافظ ابوالحسن عبداللہ بن عبدالکریم محدث بڈھیمالوی رحمہ اللہ ان سے جامع مسجد اہل حدیث کورٹ روڈ کراچی میں دورہ تفسیر پڑھا اور سند اجازت حاصل کی۔
۶۔شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبدالحمید صاحب محدث ہزاروی حفظہ اللہ ان سے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں مندرجہ ذیل کتب پڑھیں۔گلستان ، بوستان سعدی ،فصول اکبری ،شافیہ ،مراح الارواح،علم الصیغہ ، ہدایۃ النحو ،کافیہ ،الفیہ ابن مالک ،شرح ابن عقیل ،شرح نخبہ ،مقدمہ ابن صلاح ، مجموعہ منطق ،مرقات منطق ،شرح تہذیب ،قطبی ،سنن نسائی ،جامع ترمذی ،سنن ابی داؤد،موطا امام مالک ،صحیح مسلم ،صحیح بخاری ،نورالایضاح ،قدوری،شرح وقایہ ،کنزالدقائق ،تلخیص المفتاح،مختصر المعانی ،القراءۃ الرشیدہ اول دوم چہارم نفحۃ الیمن ،سبع معلقہ، دیوان الحماسہ،کلیلہ دمنہ،مقامات حریری، دیوان المتنبی ،اصول شاشی ،نورالانوار اور حسامی وغیرہ۔
۷۔مولانا محمد وزیر صاحب پونچھی حفظہ اللہ ان سے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں مندرجہ ذیل کتب پڑھیں۔سنن ابن ماجہ،چھٹی جماعت کی کتاب فارسی ،عربی کا معلم ،نحو میر ،صرف میر ،میزان الصرف ،صرف بہائی ،نخبۃ الاحادیث اور درجات الادب وغیرہ۔
۸۔مولانا عبدالرحمٰن بن عطاء اللہ بن محمد بن بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ ان سے جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں

قاضی مبارک اور خلاصۃ الحساب پڑھیں۔

۹۔شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد عبداللہ صاحب امجد چھتوی حفظہ اللہ ان سے جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں دورہ مناظرہ پڑھا۔

۱۰۔علامہ احسان الٰہی صاحب ظہیر شہید بن حاجی ظہور الٰہی صاحب رحمہما اللہ ان سے جامع مسجد اہل حدیث دال بازار میں رشیدیہ، دیوان الحماسہ اور شرح العقائد النسفیہ پڑھیں۔

۱۱۔مولانا ابوالحسن جمعہ خان صاحب ہزاروی رحمہ اللہ ان سے جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں تفسیر بیضاوی ،الفوز الکبیر،شمس بازغہ،صدراء،ملاحسن،حمداللہ،مسلم الثبوت،تلویح التوضیح،تاریخ الادب العربی،محیط الدائرہ،تحریر اقلیدس،شرح تہذیب از ملا جلال،حاشیہ میر زاہد،خیالی،شرح مواقف،مطول،تصریح ،شرح چغمینی وغیرھا پڑھیں۔

۱۲۔مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ایبٹ آبادی حفظہ اللہ ان سے جامع مسجد اہل حدیث دال بازار میں سلم العلوم اور جی ٹی روڈ ہدایۃ الحکمۃ اور میبذی پڑھی۔

۱۳۔قاری محمد یونس صاحب پانی پتی رحمہ اللہ ان کے مدرسہ کچے دروازے میں ادائیگی الفاظ کی تصحیح کی اور تقریباً دو پارے آخری حفظ کیے۔

۱۴۔قاری ولی محمد صاحب رحمہ اللہ ان سے مولانا داؤد صاحب ارشد کی جامع

۱۵۔حافظ محمد قاسم صاحب خواجہ رحمہ اللہ ان سے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں القراءۃ الرشیدۃ سوم پڑھی۔

۱۶۔مولانا عبدالحمید صاحب گجراتی رحمہ اللہ ان سے جامع مسجد اہل حدیث دال بازار میں شرح جامی، قطبی ،میر قطبی،سعدیہ،رشیدیہ اور ہدیہ سعیدیہ پڑھیں۔

۱۷۔مولانا غلام رسول صاحب گجراتی رحمہ اللہ ان سے حاشیہ عبدالغفور پڑھی۔

۱۸۔مولانا چراغ دین صاحب نورپوری رحمہ اللہ قاری عصمت اللہ صاحب ظہیر قلعہ دیدار سنگھ والوں کے والد گرامی ان سے نورپور کی جامع مسجد اہل حدیث میں قرآن مجید باترجمہ پڑھتا رہا اور انہوں نے اس فقیر الی اللہ الغنی کی تعلیم وتربیت پر اتنی توجہ دی کہ اتنی توجہ میرے والد صاحب بھی نہیں دے سکے۔کبھی

کبھار ہم ساتھیوں نے چھٹی پر نور پور جانا تو رات عشاء کے بعد انہوں نے ہمیں مسجد میں بٹھا لینا پھر پند و نصائح کا سلسلہ شروع فرما دینا اور رات گئے تک ہمیں وعظ و نصیحت فرماتے رہنا۔

اللهم ارحم عبدك چراغدين فانه وجهنا واهل القرية الى الدين. ادخله الجنة الفردوس، يارب العالمين .

۱۹۔مولانا غلام رسول صاحب پھلوکی والے رحمہ اللہ ان سے پرائمری سکول نور پور میں اس وقت رائج پرائمری نصاب پڑھا، کتاب ''ہمارا حساب'' پر انہوں نے ہمیں خوب محنت کروائی۔

۲۰۔ماسٹر نذیر احمد پھلوکی والے حفظہ اللہ یہ بھی پرائمری سکول نور پور میں ہمارے استاد تھے۔

۲۱۔ماسٹر عبدالمنان راز حاجی پورے والے رحمہ اللہ ان سے جامع مسجد اہل حدیث دال بازار میں چھٹی جماعت کی انگریزی کی کتاب پڑھی۔

۲۲۔حکیم نذیر احمد صاحب جنڈیالوی رحمہ اللہ ان سے ان کے مطب تھانے والے بازار میں طب کی کتاب شرح اسباب پڑھی۔

۲۳۔حکیم عبدالمجید صاحب نظام آبادی رحمہ اللہ جامعہ محمدیہ چوک نیائیں کے پاس اونچی مسجد کی دوکانوں سے ان کے مطب والی دوکان میں ان سے خوشخطی سیکھتا رہا۔

۲۴۔مولوی عبدالواحد صاحب کاتب بمبانوالی رحمہ اللہ جامعہ محمدیہ چوک نیائیں کی دوکانوں میں ان کی دوکان پر ان سے کتابت لکھائی کی مشق کرتا رہا۔

۲۵۔جناب غلام محمد ولد سردار خیاط (درزی) نور پوری رحمہ اللہ اپنے گاؤں نور پور میں ان سے خیاطت (سلائی) سیکھی۔

۸۔۲۔۱۴۲۸ھ

سرفراز کالونی گوجرانوالہ

اہم اطلاع: پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ کی علمی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے مضامین اگلے شمارے میں آئیں گے۔ (ادارہ)
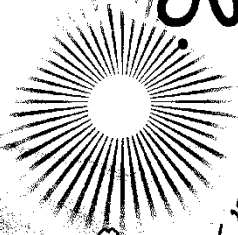
من شاء بعدك فليمت

فعليك كنت احاذر

موت ایک اٹل حقیقت ہے فوت شدہ شخص کے ساتھ جس کا جس قدر گہرا تعلق ہوتا ہے وہ اتنا ہی اس صدمے سے متاثر ہوتا ہے دکھ اورغم کی شدت اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے ۔تعلق ایک جہت سے ہوتو رنج وحزن بھی یک جہتی ہوگا اگر جہات تعلق متعدد ہوں گی تو صدمہ بھی کئی جہتی ہوگا۔ویسے تواستاذ و بھائی حافظ نورپوری رحمہ اللہ کی وفات سے ہر شخص غم کا شکار ہے جوآپ کی علمی دینی خدمات ،خطوط ورسائل ،مکالمات ،مناظرہ جات اوردروس وخطبات کے ذریعے نصف صدی سے زیادہ کی زندگی سے ذرہ سا بھی واقف ہے۔آپ نے جوزندگی گزاری وہ قابل رشک ہے۔بچپن نہایت صاف ستھرااورالائشوں سے پاک ،دوران تعلیم تمام علوم وفنو ن میں مہارت تامہ حاصل کی ،زہدوتقویٰ اورشب بیداری کواپنا شعار بنایا،اساتذہ کا غایت درجہ احترام کیا،نفاست وطہارت اور مستقل مزاجی میں اپنی مثال آپ تھے۔تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد پوری زندگی پڑھنے پڑھانے ،لکھنے اوردعوت وتبلیغ میں صرف کی۔

اسلامی علوم وفنون میں یگانہ روزگار ہونے کی وجہ سے مرجع کی حیثیت اختیار کرچکے تھے ۔خشیت الٰہی سے سرشار قرآن کریم کومحبت کے ساتھ بکثرت تلاوت کرتے ۔آپ راقم الحروف کے صرف استاذ نہیں بلکہ ماموں زاد بھائی ،بہنوئی ،محسن ومربی بھی ہیں ،میرے ساتھ محبت کا یہ عالم

تھا اگر ایک دن میں فون نہ کرتا تو دوسرے دن وہ خود فون کرتے اگر دو چار دن گزر جاتے ملاقات نہ ہوتی تو گھر کہتے اس کو بلاؤ وہ آیا نہیں ہے۔پہلی دفعہ میں جب سعودی عرب گیا تو خود مجھے ائر پورٹ چھوڑنے گئے جب میں جہاز میں بیٹھ گیا تو واپس تشریف لائے۔آج راقم کی ان کی جدائی میں حالت یہ ہے۔

كاني ولو كنت امرأفي عشيرتي لفقدك ياخير الشيوخ غريب
ولوعشت لي لم اختشع من مصيبة تكون اذا كانت سواك تصيب
وكنت ارىٰ اني اذاغبت ميت ولو كنت يوما ياحبيبي تغيب
بقيات آجال اليها انتها ء نا بقينا عليها نفتدى ونؤوب
مواقيت لاتدني بغيضا لبغضه لموت ولايحي الحبيب حبيب
تفرق مابين الحبيب وحبه مضاجع قدحطت لهن جنوب

حافظ صاحب جب شادی کے بعد ہمارے گھر تشریف لاتے تو دستک دے کر تھوڑا پیچھے ہو جاتے دروازہ کھلتا تو دیکھتے آپ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہیں۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ کو پیغمبر نبی کریم ﷺ سے والہانہ محبت تھی ،راقم ایک مرتبہ آپ کے گھر حاضر ہوا آپ اپنی مسند پر تشریف فرما تھے ہاتھوں میں غالبا حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب زادلمعاد یا اعلام الموقعین تھی آپ زاروقطار رو رہے تھے میں نے صبر کرنے کا کہا تسلی دی چپ ہوئے تو رونے کا سبب پوچھا فرمایا کچھ نہیں۔

میرے بار بار اصرار کرنے پر فرمایا وعدہ کرو کسی سے ذکر نہیں کرو گے میں نے عرض کیا جی ٹھیک ہے۔تو فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی وفات یاد آئی جس کے غم سے آنسو بہہ نکلے۔آپ کی پرہیزگاری اور تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ شبہات سے بھی کوسوں دور رہتے۔غالبا ۱۹۷۳ء یا ۱۹۷۴ء کی بات ہے جامعہ میں گوشت بہت زیادہ جمع ہو گیا تھا تعطیلات کی وجہ سے طلباء کی تعداد کم تھی قاضی عبدالرزاق صاحب مرحوم نے مجھے تازہ گوشت دیا اور کہا یہ حافظ صاحب کے گھر لے جاؤ میں گوشت لے کر گھر آیا دروازہ کھٹکھٹایا دروازہ آپ نے ہی کھولا اور پوچھا یہ کیا ہے۔؟ میں نے بتایا تو فرمانے لگے

: ''جتھوں تے جدے کولوں لے کے آیا ایں اونوں اوتھے جا کے واپس کر تے آئندہ اے کم نہ کریں

''یعنی جہاں سے اور جس سے یہ لے کر آئے ہو اس کو وہیں واپس کر دو اور آئندہ یہ کام نہ کرنا مجھے دروازے سے اندر نہیں جانے دیا۔

ایک دفعہ آپ رحمہ اللہ نے مجھے کہا کچھ کتابیں ہیں بازار سے خرید کر لاؤ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ کی تقرری جامع مسجد محمدیہ نیائیں چوک میں کچھ عرصہ قبل ہوئی تھی ،فرمایا کتابیں بڑی مسجد میں خادم کو دے دینا میں اس سے لے کر صبح گھر آجاؤں گا۔ چند منٹوں کے بعد مجھے فون کیا کہ کتابیں تم نے خود لے کر میرے گھر آنا ہے۔ مسجد میں کسی کے حوالے نہیں کرنی ہیں چنانچہ میں نے سارے کام چھوڑ کر کتابیں لیں اور آپ کے گھر پہنچ گیا۔ملاقات کے بعد میں نے عرض کیا میں اگر کتابیں مسجد میں دے دیدیتا تو کیا حرج تھا میرا چکر بچ جاتا آپ نے صبح لے ہی لینی تھیں فرمایا: ''لوکاں دیاں گلاں کولوں وی بچنا چاہی دا اے کہ مسیت دیاں کتاباں مولوی گھر لئی جاندا اے ''کہ لوگوں کی باتوں سے بچنا چاہیے مسجد کی کتابیں مولوی گھر لے جا رہا ہے۔

آپ علیہ الرحمۃ کے زہد وورع اور قناعت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی اپنی تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ نہیں کیا تھا، جب کبھی دیگر اساتذہ کی طرف سے تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ کیا جاتا تو آپ اس میں اپنا نام نہ لکھنے دیتے تھے۔اس سلسلے میں ایک دفعہ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ اساتذہ کی طرف سے تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ کیا گیا تو میں نے اس میں اپنا نام لکھنے سے انکار کر دیا، جب دیگر اساتذہ کی طرف سے مجھ پر مطالبے میں شمولیت کے لیے دباؤ ڈالا گیا اور انھوں نے اصرار کیا تو میں نے انھیں یہ سبب بیان کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ میں کبھی کسی سے روپے پیسے کا مطالبہ نہیں کروں گا،اس لیے میں اس مطالبے میں شامل نہیں ہو سکتا۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بعد ازاں انتظامیہ مدرسہ نے اساتذہ کا مطالبہ منظور کر لیا اور سب کی تنخواہ بڑھا دی اور دیگر اساتذہ کے ساتھ میری تنخواہ میں بھی اضافہ کر دیا۔لیکن تنخواہ ملنے سے قبل ہی مدرسے کے ایک بڑے استاذ میرے پاس آئے اور مجھے ملامت کرنے لگے کہ آپ ہمارے ساتھ اضافے کے مطالبے میں شریک نہیں ہوئے تھے لیکن اضافہ ہونے پر آپ اسے قبول کرنے کے

لیے تیار ہیں۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اس وقت تو خاموش رہا،لیکن جب تنخواہ ملی تو میں تنخواہ لے کر ان کے پاس گیا اور کہا کہ میری تنخواہ میں جو اضافہ ہوا ہے وہ آپ لے لیں، کیونکہ میں آپ کے ساتھ اضافے کے مطالبے میں شریک نہیں ہوا تھا۔ یہ سن کر وہ بڑے شرمسار ہوئے اور انھوں نے پیسے لینے سے انکار کر دیا۔

تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کو دل کی تکلیف ہوئی تو اینجیو پلاسٹی کے لیے لاہور ڈاکٹرز ہسپتال لے گئے تو فرمایا کوئی نرس میرے کمرے میں میرے قریب نہ آئے تو میں اینجیو پلاسٹی کرواؤں گا چنانچہ یہ بات ڈاکٹر صاحب سے طے پا گئی تو آپ اینجیو پلاسٹی کے لیے تیار ہو گئے۔

اپنے اساتذہ کا احترام تو ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کسی استاذ کے بارے میں کوئی تبصرہ سننا گوارہ نہ کرتے تھے۔آپ کے اساتذہ بھی آپ پر خوش تھے بڑی محبت اور شفقت سے پیش آتے کبھی سرزنش کی نوبت پیش نہ آتی۔استاد کے احترام کی وجہ سے ڈانٹ ڈپٹ برداشت نہ کر پاتے۔جیسا کہ اس واقعہ سے عیاں ہے۔دال بازار کی جامع مسجد میں آپ کچھ دیر خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے یہ مسجد اس وقت محکمہ اوقاف کے انڈر تھی خطیب کی تنخواہ محکمہ اوقاف کی طرف سے آتی تھی۔حافظ صاحب رحمہ اللہ نے خطابت چھوڑ دی آپ کی جگہ کوئی اور خطابت کرنے لگے محکمہ والوں کو پتہ چلا تو انہوں نے تنخواہ روک لی دوسرے خطیب کو نہ دی حافظ صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے صاف بتا دیا کہ میں وہاں خطابت نہیں کرتا۔

ایک روز صبح شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ سرفراز کالونی میں تشریف لائے حافظ صاحب رحمہ اللہ اس وقت سیالکوٹیوں کے مکان میں کرایہ پر رہتے تھے مولانا عبداللہ صاحب کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا دونوں سکوٹر (ویسپا) پر تھے دروازے پر دستک دی دیکھا تو استاد محترم تھے حسب عادت اندر تشریف لانے کا کہا شیخ عبداللہ رحمہ اللہ نے فرمایا یہیں بات کرتے ہیں پھر اوقاف کی طرف سے تنخواہ کے حوالے سے بات کی شیخ اور استاد رحمہ اللہ نے ذرا غصے میں فرمایا تم نے یہ کیوں کہا؟ بس پھر کیا تھا حافظ صاحب رحمہ اللہ دھڑام سے نیچے گرے اور بے ہوش ہو گئے مولانا اور وہ ساتھی

فوراواپس چلے آئے ۔استاد محترم کی اتنی سی بھی جھڑک برداشت نہیں کر سکے۔

آپ بڑے صابروشاکراورقناعت پسند تھے سرفراز کالونی میں رہائش کرنے سے پہلے آپ جامعہ میں ہی رہتے تھے عموما جواساتذہ جامعہ میں رہتے ان کے کھانے وغیرہ کی خدمت طلباء ہی سرانجام دیا کرتے تھے۔آپ کے کھانے کی ذمہ داری بھی ایک طالب کی تھی تعلیمی سال کی ابتداء تھی وہ طالب علم آپ کو کھانا دینا بھول گیا پورے دودن اس نے حافظ صاحب رحمہ اللہ کو کھانا نہیں دیا نہ ہی آپ نے طلب کیا دونوں دن پانی پی کرگزارہ کیا نہ کسی سے شکوہ کیا اور نہ طالب علم کی ڈانٹ ڈپٹ کی جب اس کو یاد آیا وہ بہت پریشان ہوا کھانا لے کرآیا اور معذرت کی اور ندامت کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں آپ پریشان نہ ہوں۔

آپ اپنے والدگرامی قدر جناب عبدالحق مرحوم کا بڑا احترام کرتے اطاعت اور خدمت میں پیش پیش ہوتے ۔ایک مرتبہ بیمار ہوگئے چارپائی پرلیٹے ہوئے تھے اور روتے جارہے تھے ہم نے سمجھا شاید بیماری کی وجہ سے پریشان ہیں اور رورہے ہیں چنانچہ ہم نے پوچھا تو والد محترم کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ان کی خدمت کرنا تو میرا حق ہے لیکن میں ان سے (بوجہ بیماری) خدمت لے رہا ہوں۔

آپ صاف گو تھے اگرچہ بظاہر اس سے نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ایک دن مغرب سے پہلے ہمارے گھر تشریف لائے اورنماز مغرب سے فراغت کے بعدفرمایا: آج دال بازار مسجد میں رانا شمشاد احمد سلفی حفظہ اللہ کا خطاب ہے میں نے بھی جانا ہے راقم کے بڑے بھائی حاجی عطاء اللہ مرحوم کے پاس ہنڈا(۷۰) تھا مجھے انہوں نے کہا جاؤ گاڑی لے لو اور انکو ساتھ لے جاؤ۔میری عمر چھوٹی تھی نہ لائسنس تھا اور نہ ہی شناختی کارڈ۔رانا صاحب کے خطاب سے فراغت کے بعد رات بارہ بجے کے قریب ہم واپس آرہے تھے،چوک پونڈانوالہ پہنچے تو وہاں مجسٹریٹ نے ناکہ لگا رکھا تھا پولیس والے نے ٹارچ کے ذریعے ہمیں روکا حافظ صاحب پیچھے پولیس والے کے پاس رک گئے میں گاڑی آگے مجسٹریٹ کے قریب لے آیا۔

مجسٹریٹ نے مجھ سے گاڑی کے کاغذات اور لائسنس پوچھا میں نے بتایا کہ گاڑی کے کاغذات

تو مکمل ہیں مگر میرا لائسنس نہیں بنا کیونکہ شناختی کارڈ نہیں بنا اس نے مجھ سے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے بتایا کہ درس قرآن کا ایک پروگرام تھا وہ سن کر آ رہے ہیں۔ اس نے مجھ سے لائسنس بنوانے کا کہا میری معذرت پر اس نے ہمیں کہا آپ چلے جائیں۔ جب ہم گھر پہنچے حافظ صاحب رحمہ اللہ نے پوچھا مجسٹریٹ نے کیا کہا تھا؟ میں نے بتا دیا تو فرمایا کہ مجھے بھی پولیس والا کچھ کہتا تھا میں نے عرض کی کیا کہتا تھا؟ فرمانے لگے "آندا سی مولوی جی کوئی گل بات نئی تے دسو" ہم نے کہا تو آپ نے کیا جواب دیا فرمانے لگے "میں کی آکھناں سی میں کہیا جے کوئی گل بات نہیں تے اینوں اندر دیوسوں" ہم خوب ہنسے اور کہا آپ تو چھوٹے ہوؤں کو بھی پکڑوانے لگے تھے۔ گویا کہ پولیس والے نے رشوت مانگی تو اسے کھری کھری سنا دی۔

ہم نے دیکھا ہے کہ والدین اولاد کی محبت میں ہر جائز اور ناجائز کام کر گزرتے ہیں، غلطی اپنے بچے کی بھی ہو قصوروار دوسرے کے بچے کو ہی ٹھہراتے ہیں۔ بچوں کی محبت میں عدل وانصاف کا خون کرنا کوئی عیب تصور نہیں کیا جاتا۔ لیکن حافظ صاحب رحمہ اللہ میں یہ بات قطعاً نہ تھی آپ نہ تو خود کسی کو ایذا دیتے اور نہ اپنے بچوں کو اس کی اجازت دیتے کہ وہ کسی کو تکلیف دیں۔ بچے بچے ہوتے ہیں ایک ہی جگہ سب کھیلتے ہیں پھر لڑتے ہیں تھوڑی دیر بعد پھر وہی سب خوشی سے کھیل رہے ہوتے ہیں

حافظ صاحب کا بڑا بیٹا عبدالرحمٰن چھوٹا تھا ساتھ والی گلی میں کچھ بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے محمد مشتاق کے لڑکے سے لڑ پڑا تھوڑی دیر بعد اس بچے کی والدہ گھر آئی اور اعتراض (اولامہ) دیا کہ تمہارے بیٹے نے میرے بیٹے کو مارا ہے عبدالرحمٰن اس وقت اندر ہی تھا حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اسے پکڑا اور باہر لے آئے پھر اس لڑکے کی والدہ سے کہا لے اس سے بدلہ لے لے جتنا اس نے مارا ہے اتنا تو بھی اسے مار لے۔

وہ عورت بغیر بدلہ لیے واپس چلی گئی یہی وہ عورت تھی جس کے سوال کا آپ جواب لکھ رہے تھے کہ فالج کا حملہ ہوا وہ جواب مکمل نہ کر سکے بالآخر آپ نے چھبیس فروری کی رات داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آخری سوال کی کاپی بھی اسی مناسبت سے اس مضمون کے آخر میں لگا دی گئی ہے۔

محترم المقام جناب حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

برائے مہربانی مکان کی فروختگی مبلغ (۷۵۰،۰۰۰) روپے ہے مالک میاں صاحب ہیں میاں بیوی حیات ہیں دولڑکے شادی شدہ جبکہ چار بچیاں شادی شدہ ہیں شرعی اعتبار سے حصہ لکھ کر مشکور فرمائیں ۔عین نوازش ہوگی۔ والسلام

محمد مشتاق ۱۲۔۰۲۔۱۴

جواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم

ازعبدالمنان نور پوری بطرف محترم محمد مشتاق صاحب حفظھما اللہ الذی ارانا آیاتہ فی انفسنا وفی الافاق

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ

اما بعد! خیریت موجود خیریت مطلوب ۔اگر آپ اپنی زندگی ہی میں اولاد بچے اور بچیوں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو اس کو ہبہ عطیہ کہتے ہیں۔ ہبہ عطیہ میں اصول یہ ہے کہ بچے بچی کو برابر دیا جائے گا للذکر مثل حظ الانثیین والا قانون ادھر نہیں چلے گا دلیل صحیح بخاری کتاب الھبہ میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ والی مرفوع حدیث ہے پوری تفصیل فتح الباری میں دیکھ لیں ۔اپنے اور اپنی بیگم کے لیے جتنا آپ مناسب سمجھیں رکھ لیں باقی دولڑکے اور چار لڑکیوں میں برابر تقسیم کر دیں۔

اور آپ زندگی میں تقسیم نہیں کرتے وفات کے بعد حصص کے متعلق سوال کرتے ہیں۔تو جناب بیوی کو آٹھواں ۱/۸ حصہ ملے گا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فان کان لکم ولدفلھن الثمن مماترکتم من بعدوصیۃ توصون بھااودین

اسی آیت کو لکھ رہے تھے کہ آپ پر فالج کا حملہ ہوا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے۔

انااللہ وانا الیہ راجعون

رفیق بھائی

آج آپ یتیم ہو گئے

تحریر......محمد رفیق طاہر ملتان

۴ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ کی فجر طلوع ہوتے ہی اک آفتاب علم وعرفاں غروب ہو گیا۔ وہ مجتہد مطلق، فقیہ وقت، محدث عصر، اصولی وحید، صاحب طرز ادیب کہ جسے دنیا حافظ عبدالمنان نور پوری کے نام سے جانتی ہے، ہمیں در دِنا گہاں سے آشنا کر کے جنت خلد کی جانب محو پرواز ہو گیا۔ صبح صادق ہوتے ہی یہ خبر ملتان تک آن پہنچی کہ آج وہ ہستی ہم سے بچھڑ گئی کہ جس کی موجودگی میں ہمیں کسی باطل پرست کے دجل ومکر کا خوف نہ تھا۔ فتنہ پروروں کے دامِ ہمرنگِ زمیں کو صرف ایک پھونک سے جھونک کر حق کا نقارہ بجا دینے والا، ہمیں داغ مفارقت دے گیا۔ انکی وفات کی خبر سنتے ہی زباں سے بے اختیار نکلا

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْن

إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ ، وَالْقَلْبُ يَحْزَن

وَلَانَقُوْلُ إِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا

وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا عَبْدَ الْمَنَّانِ ! لَمَحْزُوْنُوْن

استاذ محترم حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کی وفات اک عجب قیامت ڈھا گئی۔ ہم نے نماز فجر ادا کرنے کے بعد رخت سفر باندھا اور انکا آخری حق ادا کرنے کے لیے محو سفر ہوئے، دوران سفر زباں پر بار بار یہ اشعار بے اختیار جاری ہو رہے تھے:

عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہے آستیں نہیں ہے

زمیں کی رونق چلی گئی ہے، افق پہ مہر مبیں نہیں ہے

تری جدائی میں مرنے والے، وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے

مگر تیری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے !

اگرچہ حالات کا سفینہ اسیر گرداب ہو چکا ہے

اگرچہ منجدھار کے تھپیڑوں سے قافلہ ہوش کھو چکا ہے

اگرچہ قدرت کا ایک شہکار آخری نیند سوچکا ہے

مگر تری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے !

کئی دماغوں کا ایک انساں ،میں سوچتا ہوں کہاں گیا ہے؟

قلم کی عظمت اجڑ گئی ہے ،زباں کا زور بیاں گیا ہے

اتر گئے منزلوں کے چہرے ، امیر کیا ؟ کارواں گیا ہے

مگر تری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے !

اور یوں محسوس ہورہا تھا کہ شاید یہ اشعار آج ہی معرض وجود میں آرہے ہیں کہ انکا مصداق میری زندگی میں حافظ صاحب ہی تھے۔ ہرفن میں یکتا، ہر علم میں کامل، انتہائی مختصراور جامع ومانع الفاظ میں اپنا مدعا بیان کرنے کے ماہر، انداز بیاں ایسا پر اثر کہ ہزاروں سوالوں کا جواب انکے اک مختصر سے جملہ میں پنہاں ،رعب وجلال ایسا کہ بڑے بڑے علماء، مناظر، اور قادر الکلام افراد کی زبانیں بھی گویا قوت گویائی سے عاری کہ:

زبانیں کاٹ کے بیٹھیں کہیں ایسا نہیں ہوتا

یہ تیری بزم ہے حافظ جہاں ایسا بھی ہوتا ہے

جو کہہ دیا بس وہی حرف آخر، اگر کسی نے اعتراض کی جسارت کر بھی لی تو اس جرأت سے ایسا محروم ہوا کہ اس مسئلہ کے بارہ کبھی اعتراض نے جنم ہی نہ لیا۔ ایسی جامع الصفات ہستی کہ شاید انہی کے بارہ میں کسی نے کہا تھا:

جان کر من جملہ خاصان میخانہ مجھے

مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ مجھے

دوران سفر مختلف قافلے اسی سمت رواں دواں نظر آئے ہر کسی کو وقت پر پہنچنے کی جلدی تھی۔ خیر جب ہم

جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ عوام کا اک سیل بلا پہلے سے موجود ہے جبکہ ہم بہت سوں کو راستے میں پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ جناح پارک کا وسیع میدان، اپنی ساری وسعتوں کے باوجود تنگی داماں کا شاکی نظر آیا۔ اور قابل ذکر بات یہ کہ اس عظیم اجتماع میں زیادہ تعداد علماء و طلباء کی تھی۔ اور شاید ارض پاکستان کے سینے پر اسقدر علماء پہلے کبھی جمع نہ ہوئے ہوں۔ اور یہ سبھی اک عجب بے چینی کا شکار، رنج والم کے مارے، فرقت محبوب کے ستائے ہوئے، غموں کے چرکے کھائے ہوئے نماز جنازہ کے انتظار میں ہیں۔ اور بزبان حال کہہ رہے ہیں:

ہمیں چھوڑ کر وہ کہاں چل دیا انہیں ڈھونڈتا ہے دل داغدار
ادھر سرنگوں گردش آسماں اُدھر مضمحل روح لیل ونہار
قیامت کی ساعت قریب آ گئی زمیں دل گرفتہ فلک اشکبار
یکایک افق سے غروب ہوگیا وہ مہر منیر شہِ روزگار
رسالت کے عہد مقدس کا چاند صحابہ کی اس دور میں یادگار

جونہی چار بجتے ہیں فوراً صفیں درست کرنے کا اعلان ہوتا ہے۔ اگلی سے اگلی صف تک پہنچنے کی سعی میں بہت سے لوگ رفیقان سفر کی حسیں صحبت سے محرومیوں کا شکار ہو کر بھی شان بے نیازی سے مزید آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ کی لرزیدہ آواز سے نماز جنازہ کا آغاز ہوتا ہے۔ سسکیوں آہوں اور آنسوؤں کا ایک دم اک سلسلہ بندھتا ہے۔ ہر کوئی پرنم آنکھیں لیے رب کے حضور حافظ صاحب پر مغفرت و رحمت کی برکھا کا طلبگار ہو جاتا ہے۔ نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد جب پیچھے نظر اٹھائی اور ٹوٹے دلوں، اشکبار نینوں، تھراتے لبوں، بے اختیار نالوں، اور لڑکھڑاتے قدموں کو لیے الم دیدہ پاسبان علم وعمل کو رونق محفل دیکھا تو رفیق دل زباں بے ساختہ بول اٹھی:

یہ کون اٹھا کہ دیر وکعبہ شکستہ دل، خستہ گام پہنچے
جھکا اپنے دلوں کے پرچم، خواص پہنچے، عوام پہنچے
تری لحد پہ خدا کی رحمت، تری لحد کو سلام پہنچے

چشم عقیدت سے شبنمی موتی بچھاتے علماء کرام کی اک بڑی تعداد یہاں موجود تھی۔ جنازہ سے فارغ

ہوتے ہی ان مشائخ عظام سے ملاقات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ گوجرانوالہ کے اہل علم کے علاوہ دیگر بہت سے شیوخ کے ساتھ ملاقات کا موقع ملا جن میں قاری ابراہیم میر محمدی، مولانا عبداللہ امجد چھتوی، حافظ مسعود عالم، حافظ عبدالغفار مدنی، شیخ زبیر علی زئی حفظہم اللہ اور دیگر اہل علم شامل ہیں۔ مختصر ملاقاتوں میں چند تعزیتی جملوں کا تبادلہ ہوتا اور ایک نئے مینارہ نور کیطرف قدم اٹھنے لگتے ہر کوئی یہی کہتا سنائی دیتا ہے:

بہت سے آنسو مچل رہے ہیں، مگر کوئی آستیں نہیں ہے
میں اس چمن میں کچھ اس طرح ہوں، نہ ہمنوا ہے، نہ ہمنشیں ہے
خلا سا محسوس ہو رہا ہے، وہی فلک ہے وہی زمیں ہے
وہ بالیقیں اٹھ گیا ہے، لیکن مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

اس دوران محترم جناب زبیر علی زئی صاحب سے ملاقات ہوئی تو وہ مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے

"رفیق بھائی آج آپ یتیم ہو گئے ہیں!۔"

اور یقیناً انکی بات بالکل درست تھی کہ آج وہ چراغ علم وعرفاں گل ہو چکا تھا جسکی ضوء میں ہم پروانوں کیطرح جلتے تھے۔ وہ مہتاب ماند پڑ چکا تھا جسکی تابشوں سے آسمان فکر ودانش پر کئی سورج ابھرتے تھے اور کئی صبحیں بکھرتی تھیں۔ وہ پھول مرجھا چکا تھا کہ جس کے تعطر سے ذہنوں، امنگوں اور خیالوں میں چمن کھلا کرتے تھے۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ راقم کا ایک خاص تعلق تھا اور جامعہ سے فراغت کے بعد بھی ان سے کسب فیض کا سلسلہ انکی وفات تک جاری وساری رہا۔ اور اب ہم اس فیض سے محروم ہو چکے تھے۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ بہت سی مختصر اور کچھ طویل ملاقاتیں انکے گھر میں ہوتی رہیں جن میں صرف اور صرف حصول علم ہی مقصد ہوا کرتا تھا۔ علمی وفنی بحثوں، سوال وجواب اور حافظ صاحب کی دعاؤں کا سلسلہ اس وقت تک جاری وساری رہتا جب تک انکے پاس بیٹھے رہتے۔ ان ملاقاتوں میں سے کچھ بغرض افادہ قارئین کے لیے پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالی۔

موصوف کی زندگی محدثین اولین کی زندگیوں کی طرح مثالی زندگی تھی، کتاب وسنت پر مضبوطی سے عمل

پیدا ہونے والے تھے، اور ہر کسی کو اسی بات کی نصیحت فرماتے "اِتَّبِعُوْا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهِ أَوْلِيَاءَ" (جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے وحی کیا گیا ہے صرف اور صرف اس ہی کی پیروی کرو اور اسکے علاوہ دیگر اولیاء کی پیروی نہ کرو)۔ کتاب وسنت کی نصوص کے مقابلہ میں کسی بھی ہستی کے قول وعمل کو کچھ بھی اہمیت نہ دیتے کہ:

دین کیا ہے؟ محمد مصطفیٰ سے لیتا ہوں سبق
اس بلندی کے سوا میرا کوئی طغرا نہیں

اور سائل کو دلیل پیش کر کے چوں وچراں نہ کرنے دیتے، اور دلیل کے سامنے سر تسلیم فوراً خم کر دیتے۔ محترم حافظ صاحب عموماً تقاریب بخاری میں اپنی ایک نہایت عالی سند پڑھا کرتے تھے جس میں انکے اور امام بخاری کے مابین صرف چودہ واسطے بنتے تھے۔ لیکن وہ سند مجاہیل وصوفیاء پر مشتمل تھی ①
میں نے استاد محترم کو اس بارہ میں تقریباً بیس صفحات پر مشتمل سوالیہ انداز میں ایک تفصیلی خط لکھا جس میں اس سند کے سقم کو واضح کیا۔ حافظ صاحب نے اسکے بعد پھر وہ سند کبھی نہیں پڑھی، بلکہ اسکے بعد امام شوکانی کے واسطہ سے اتحاف الاکابر میں مذکور بخاری کی سب سے پہلی سند پڑھتے رہے ②

---

① ۔ وہ سند یہ تھی: عبد المنان النورفوری نا حافظ محمد الكوندلوی، نا عبد المنان الوزير آبادی، عن عبد الحق البنارسی، عن الامام الشوكانی، عن السيد عبد القادر بن أحمد عن محمد بن الطيب عن محمد بن احمد الفاسی عن احمد بن محمد العجل عن القطب النهروالی عن أبی الفتوح عن بابا يوسف الهروی عن محمد بن شاذبخت عن يحيی بن عمار عن الفربری عن الإمام البخاری.
اس سند کے اعتبار سے شیخ نوپوری رحمہ اللہ اور امام بخاری کے درمیان صرف چودہ واسطے تھے اور انکے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین ثلاثیات بخاری کے اعتبار سے اٹھارہ وسائط بنتے ہیں۔ لیکن یہ سند انتہائی ضعیف، مسلسل بالعلل ہے کیونکہ یہ صوفیاء ومجاہیل سے بھری پڑی ہے۔ اسی وجہ سے حافظ صاحب نے علم ہوتے ہی اسے بیان کرنا ترک فرما دیا تھا۔

② ۔ وہ سند یوں ہے: عبد المنان النورفوری نا حافظ محمد الكوندلوی، نا عبد المنان الوزير

جس بدھ کو حافظ صاحب پر فالج کا حملہ ہوا، اتفاقا اسی دن صبح کے وقت حافظ صاحب سے میری ملاقات جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں مولانا حافظ عمران عریف حفظہ اللہ، مولانا حکیم عمر فاروق حفظہ اللہ اور مولانا عمر صدیق حفظہ اللہ کی معیت میں ہوئی۔ اس مختصر سی ملاقات میں سلام دعاء کے بعد صرف حال احوال کا ہی تبادلہ ہوا، اور حافظ صاحب نے اپنی عادت کے مطابق مجھے گھر چلنے کو کہا تو میں نے عرض کیا کہ ہم لمبی مجلس کرنا چاہتے ہیں۔ تو فرمانے لگے کہ میں نے ابھی سیالکوٹ جانا ہے وہاں پروگرام ہے شام کو واپسی ہوگی۔ اور پھر مغرب سے چند لمحے قبل فون پر ان سے رابطہ ہوا تو فرما رہے تھے کہ نماز ہم راستہ میں ہی ادا کریں گے، کیونکہ ابھی سفر میں ہیں۔ میں نے ان سے عشاء کی نماز کا وقت طے کر لیا۔ لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ عشاء سے کچھ پہلے ان پر فالج کا حملہ ہو گیا۔ اور انہیں صدیق صادق ہسپتال میں پہنچا دیا گیا پھر اسکے بعد انہیں لاہور شیخ زید ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا۔ وہاں ہم انکی عیادت کے لیے جامعہ اسلامیہ سلفیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ کے تمام اساتذہ کی معیت میں جمعرات کو پہنچے۔ ان کے چہرے سے موت کے آثار نمایاں تھے۔ اور وہ زبان حال سے کہہ رہے تھے:

فنا ہو جائیں گے ہم ، اور تم آنسو بہاؤ گے
ہمارے بعد ہم جیسے کہاں سے لوگ لاؤ گے
ہم جیسا کوئی خاک چمن سے شاذ اٹھے گا
پھرو گے ڈھونڈتے لیکن ہمیں ہرگز نہ پاؤ گے

آبادی ، عن عبد الحق البنارسی ، عن الامام الشوکانی عن علی بن إبراهيم ، عن حامد بن حسن الشاكر ، عن السيد احمد بن عبد الرحمن الشامی، عن محمد بن حسن العجيمی ، عن أحمد بن محمد العجل اليمنی ، عن يحيی الطبری عن جده محب الطبری عن إبراهيم الدمشقی ، عن عبد الرحيم الفرغانی ، عن محمد الفارسينی ، عن يحيی بن عمار الختلانی ، عن محمد بن يوسف الفربری عن الامام البخاری .

شیخ نورپوری رحمہ اللہ کی اسکے علاوہ اور بھی بہت سی اسانید ہیں جنہیں ہم نے ''ثبت النورفوری'' میں حافظ صاحب کے کہنے پر جمع کیا ہے اور جلدی اسے شائع کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالی۔

عزالان چمن کے آنچلوں کی نرم چھاؤں میں
ہمارے ولولوں کے ریشمی پرچم اڑاؤ گے
ہم جیسے لوگ یاروآئے دن پیدا نہیں ہوتے
وفا کی آرزو لے کر ہمارے گیت گاؤ گے
جواب اس بات کا یاران چمن سوچنا ہوگا
کہ خاکوں پہ ہمارے کیسے تصویریں بناؤ گے

اور میرا خدشہ درست ثابت ہوا۔اور یہ بطل اسلام چند دن بعد داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔

اللھم اغفرله ، وارحمه، وعافه ، واعف عنه ، واکرم نزله، ووسع مدخله......

راقم کی حافظ صاحب کے ساتھ کچھ فنی وعلمی بحثیں

رموز:ر:راقم،ح:حافظ صاحب،س:سلمان علی

موت کی جامع ومانع تعریف:

ر:عام طور پر موت کی یہ تعریف کی جاتی ہے کہ "انفصال روح عن الجسد کا نام موت ہے"،تو کیا یہ تعریف جامع ومانع ہے؟

ح:آپکواس بارہ میں کیا اشکال ہے؟

ر:سورہ زمر والی آیت " اللہ یتوفی الأنفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها" سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ روح نیند کے وقت بھی موجود نہیں ہوتی۔لہذا یہ تعریف'مانع'نہیں رہتی۔

ح:روح اصل میں کئی طرح کی ہے،ایک ہے روح حیوانی،جس پر حیات کا دارومدار ہے،وہ نہیں نکلتی نیند کے وقت۔

ر:اسکی کیا دلیل ہے؟

ح:وہ زندہ ہوتا ہے اسے دفن تو کوئی نہیں کرتا۔

ر:وہ تو صحیح ہے لیکن اللہ تعالی فرمارہے ہیں " اللہ یتوفی الأنفس"

ح: انفس کا لفظ کئیوں پر بولا جاتا ہے۔

ر: اگر ہم یہی کہہ دیں کہ ''حیات دنیوی کے اختتام کا نام موت ہے'' تو یہ زیادہ بہتر نہیں؟

ح: چلو اس طرح کرلو، کہ حیات دنیوی ختم ہو جائے۔لیکن آیات میں یہ بھی تو آتا ہے کہ '' أخرجوا أنفسكم '' جس سے پتہ چلتا ہے کہ موت کے وقت روح نکلتی ہے۔

ر: جی یہ بات تو درست ہے کہ موت کے وقت روح نکلتی ہے۔لیکن روح کا نکلنا موت کو مستلزم نہیں۔ اور ''فتعاد روحه فی جسده'' کے الفاظ بھی تو ہیں حدیث میں، اور روح کے اعادہ کے باوجود وہ رہتا مردہ ہی ہے۔

ح: ٹھیک ہے۔

ر: مولانا اسماعیل سلفی صاحب رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ 'الادلة القوية على ان حياة النبي ﷺ في قبره ليست بدنيوية' میں موت کے بارہ میں لکھا ہے: موت کی حقیت کا تو علم نہیں لیکن بظاہر روح کے جسم سے جدا ہو جانے کو موت کہتے ہیں۔یعنی انہوں نے بھی انفصال روح عن الجسد کو 'بظاہر' کہا ہے۔حقیقت قرار نہیں دیا۔

ح: چلو کوئی بات نہیں۔ 7 ربیع الاول 1432ھ

تدلیس اور طبقات المدلسین

ر: مدلس راوی کی ہر معنعن روایت مردود ہے الا کہ کوئی قرینہ مل جائے، اس اصول کے تحت طبقات المدلسین کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

ح: اصل تو یہی ہے کہ روایت مردود ہوگی، طبقات تو بعد کی پیداوار ہیں۔ پہلے محدثین میں یہی طریق چلتا رہا ہے کہ سماع کی تصریح مل جائے یا متابعت ہو تو مقبول، ورنہ مردود۔ یہ فلاں طبقہ اور فلاں طبقہ اسکی کوئی ضرورت نہیں، یہ تو بعد کے علماء کے اپنی تحقیقات ہیں، یہ کوئی وزنی اور پکا اصول نہیں ہے۔

ر: کچھ مدلس رواۃ ایسے ہیں جنکے عنعنہ کو متقدمین محدثین نے قبول کیا ہے۔

ح: وہ تو ضعیف راویوں کو بھی قبول کیا ہے ۔پھر؟ متقدمین محدثین تو ضعیف راویوں کی (مرویات) بھی قبول کر لیتے ہیں، پھر ضعیف راوی بھی ثقہ بن جائے گا؟۔

ر:نہیں

ح:قبول کرنا یا اس روایت کے مطابق فتوی دینا مسئلہ الگ ہے،اور روایت کا صحیح ہونا مسئلہ الگ ہے ۔مسئلہ وہ اجتہاد سے بیان کر رہا ہو،اور ضعیف روایت کے موافق آ جائے ممکن ہے کہ وہ اسے دلیل ہی نہ بنا رہا ہو۔

ر: پھر مسئلہ تو سیدھا سا ہی ہے۔

ح: جی ہاں، یہی سیدھا اور پکا اصول ہے،طبقات سے پہلے والے محدثین والا، کہ مدلس کا عنعنہ مردود ہے۔ 22 شعبان 1431ھ

حجیت اجماع

ر:اجماع کی کوئی مثال ہے؟

ح: مثالیں تو بہت پیش کرتے ہیں،لیکن ہیں وہ محل نظر ہی۔

ر:بنتی تو کوئی نظر نہیں آتی!

ح:ہاں،اور ابن حجر تو فتح الباری میں اجماع نقل کرتے ہیں پھر کوئی نہ کوئی اسکا مخالف بیان کر دیتے ہیں ۔یعنی وہ ہر جگہ پر اجماع توڑتے چلے جاتے ہیں۔کئی جگہ پر اجماع نقل کریں گے اور پھر بتائیں گے کہ فلاں اسکے خلاف تھا۔

ر: پھر اجماع خود ہی ٹوٹ گیا۔

ح:ہاں جی۔

ر:کئی مثالیں جو اجماع کی بیان کرتے ہیں اگر وہ باتیں درست ہوتی ہیں تو ان پر دلالت کرنے والی نص کتاب وسنت میں موجود ہوتی ہے۔عمران ایوب لاہوری نے بھی کچھ مثالیں اجماع کی بیان کی

ہیں ان تمام پر کتاب وسنت کی نص موجود ہے۔

ح: اچھا اب کوئی کہے کہ نبی ﷺ کی رسالت ونبوت پر اجماع ہے تو یہ ٹھیک ہوگا؟، توحید پر اجماع ہے ،نماز کی فرضیت پر اجماع ہے، اسکی بات تو ہو ہی نہیں رہی!۔اجماع تو اسے کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے دور میں قرآن وحدیث میں ایک مسئلہ نہیں ہے، وہ اجماع سے بنانا ہے، مجتہدین امت کا اجماع تو یہ ہے!۔اور جہاں حدیث قرآن آجائے وہاں تو اجماع چلتا ہی نہیں۔

ر: کچھ مثالیں انہوں نے بنائی ہوئی ہیں اجماع کی، لیکن وہاں کتاب وسنت کی واضح دلالت موجود ہے

ح: ہاں تو وہ اجماع نہیں ہے۔ اور جہاں قرآن وحدیث ہے، وہاں اجماع نہیں مثلاً ''زادتھم ایمانا'' ہی لے لیں، زیادت ایمان پر قرآن کی آیات ہیں کہ نہیں؟ اور احادیث بھی کتنی ہی ہیں، لیکن یہاں اجماع نہیں۔کوئی کہہ رہا ہے 'لا یزید و لا ینقص' اور کوئی 'یزید و ینقص'! اجماع ہے کوئی؟ !۔جہاں قرآن بھی موجود ہے، حدیث بھی موجود ہے، اجماع وہاں نہیں، اور جہاں قرآن وحدیث کی نص نہ ہو وہاں یہ مجتہدین، سروں کے سیدھے، اجماع کیسے کریں گے؟!!! یہ موٹی سی بات ہے کہ جہاں داعیہ اجماع کا موجود ہے، نص قرآن کی، نص سنت کی، وہاں اجماع موجود نہیں۔اور جہاں داعیہ ہے ہی نہیں، انہوں نے اپنے پاس سے اجتہاد کرنا ہے، وہاں اجماع کیسے کریں گے؟۔''کل مسکر حرام' 'یہ نص موجود ہے، صحیح بخاری کی اور صحیح مسلم کی، لیکن اس پر اجماع نہیں۔کوئی کہتا ہے 'کل مسکر حرام' اور کوئی کہتا ہے 'لیس کل مسکر بحرام'!!!۔جہاں نص موجود ہے وہاں اجماع نہیں اور جہاں نص موجود ہی نہیں ہے نہ قرآن کی، نہ سنت کی، تو وہاں کیسے اجماع کریں گے یہ مجتہدین؟!، یہ بات سوچنے کی ہے۔اسی پہ غور کرنے سے ہی سمجھ آجاتی ہے۔اور پھر امام احمد بن حنبل کا جو قول ہے 'من ادعی وجود الاجماع فقد کذب' اس نے تو کام ہی ختم کر دیا ہے۔

س: اگر کسی مسئلہ پر اجماع ہو جائے اور بعد والے اسکا انکار کر دیں تو؟

ح: یہ تو بعد کا مسئلہ ہے، اگر اجماع حجت ہو تو پھر تو وہ انکار کر ہی نہیں سکتے۔قرآن میں اگر کوئی آیت آجائے تو بعد والے اسکا انکار کر سکتے ہیں؟

س: نہیں۔

ح: حجت ہے ناوہ۔اسی طرح اجماع کو اگر حجت بناؤ تو بعد والوں کو تو حق حاصل ہی نہیں۔ جھگڑا تو یہ ہے کہ حجت ہے یا نہیں۔

ر: ابن تیمیہ کا ایک قول کہ متاخر کی وہ بات جو کسی متقدم نے نہیں کی وہ مبنی بر خطا ہے، نقل کیا ہے مجلّہ السنہ والوں نے، تو ابن تیمیہ کا یہ قول انکے اسی اصول کے مطابق ہی مبنی بر خطا بن رہا ہے۔ کیونکہ یہ بات ابن تیمیہ سے قبل کسی نے بھی نہیں کی!

ح: جی ہاں

ر: کچھ لوگ اجماع کو مستقل ماخذ مانتے ہیں

ح: جس طرح قرآن وحدیث ہے؟

ر: جی

ح: پھر تو یہ نبی ﷺ کے دور میں بھی (ماخذ) رہا۔ مستقل ماخذ مانو، تو قرآن نبی ﷺ کے زمانہ موجود تھا نا، اس وقت بھی دلیل تھا، اور سنت اس وقت بھی دلیل تھی، تو اجماع اس وقت بھی دلیل ہوا پھر!، تو کیا نبی ﷺ کے دور میں اجماع حجت تھا؟

ر: نہیں!

ح: پھر مستقل (ماخذ) کیسے ہوا؟؟؟، پھر تو اسکی ویسے ہی چھٹی ہوگئی، اور یہ تو بے سمجھی کی علامت ہے۔

س: وہ جو حدیث ہے ''میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہیں ہوگی''؟

ح: وہ تو اجماع کی نفی ہے، کہ گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، کیا معنی کہ کچھ گمراہی پر اور کچھ ہدایت پر، پھر اختلاف تو رہا نا!

س: جی

ح: تو یہ اجماع کی نفی ہے!۔اس حدیث نے تو اجماع کے پرخچے اڑا دیے ہیں، اور یہ دلیل بنائے بیٹھے ہیں۔اور دوسری ''لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق'' پیش کرتے ہیں اور یہ بھی وہی بات ہے نا!

ر: جی! یہ بھی طائفہ ہی ہے ساری امت تو نہیں!

ح: یعنی یہ بھی اجماع کی نفی ہے! کہ اجماع ہونا ہی نہیں ہے، اور یہ بنائے بیٹھے ہیں! (ابتسامہ) ، دلیل اچھی پیش کی ہے جو اپنے ہی خلاف ہے۔

ر: کچھ سبیل مؤمنین میں اس اجماع کو لے آتے ہیں:

''**ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی**''

ح: وہ تو سبیل مؤمنین ہے، اور یہ ہے قول مؤمنین، یا فتوی!۔ تو فتوی سبیل مؤمنین ہے؟؟؟ ''**قل ھذہ سبیلی**'' تو سبیل مؤمنین تو قرآن وحدیث ہے! اور'' **یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا**'' وہ تو سبیل یہ ہے!۔ اور پھر وہ آیت نبی ﷺ کے زمانہ میں اتری ہے، کیا اسوقت اجماع تھا؟!!!۔ یہ تو بالکل ہی بات نہیں بنتی۔ یا تو بعد میں آتا تو پھر تھا'' **ویتبع بعد النبی ﷺ غیر سبیل المؤمنین**'' پھر تو چلو بات بن جاتی، لیکن یہ تو بات بالکل ہی نہیں بنتی۔ یہ تو'' من یشاقق الرسول'' اسوقت کی بات ہے! (یعنی نبی ﷺ کے دور کی) اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ جس دور میں رسول ﷺ ہے اس دور میں سبیل مؤمنین ہے۔ اور وہ ہے'' **نولہ ما تولی**''۔ یہ جتنی بھی دلیلیں اجماع کی پیش کرتے ہیں بنتی ان میں سے کوئی بھی نہیں!

22 شعبان 1431ھ

بدعی طریقہ تلاوت

ر: یہ جو ہمارے ہاں رائج طریقہ تلاوت ہے قراء کا، کہ کئی کئی آیات اکٹھی تلاوت کرنا، اسکا کیا حکم ہے؟

ح: یہ رسول اللہ ﷺ والا طریقہ نہیں، آپ ﷺ تو ہر ہر آیت پر وقف فرماتے تھے۔

ر: جی ہاں وہ جامع الترمذی میں روایت موجود ہے۔ لیکن پھر یہ جو محافل حسن قراءت منعقد ہوتیں ہیں ہمارے ہاں؟

ح: صحیح ہیں بس وہ طریقہ نبی ﷺ والا اپنائیں، اور علماء کرام جو وہاں موجود ہوتے ہیں انہیں چاہیے ناں کہ وہ اس طریقہ سے منع کریں، لیکن وہ بولتے ہی نہیں، بلکہ سبحان اللہ، ماشاءاللہ کہتے رہتے ہیں

۔یہاں ایک جگہ پر میرا درس تھا، وہاں درس سے قبل قاری صاحب سے انہوں نے تلاوت کروائی ،انہوں نے بھی اسی طرح پہلے ایک آیت پڑھی آرام سے، پھر دوسری، پھر تیسری، پھر دوبارہ شروع ہوئے اور ساری آیات ایک ہی سانس میں پڑھ دیں ۔لوگ ماشاء اللہ، سبحان اللہ کہتے رہے ۔اور جب میری باری آئی درس دینے کی تو میں نے کہا: وضوء، نماز، حج ،عمرہ سبھی نبی ﷺ والا ، کیونکہ آپ ﷺ ہر چیز میں اسوہ حسنہ ہیں ،تو کیا یہ قراءت اس میں سے مستثنیٰ ہے؟ یہ بھی تو نبی ﷺ والی ہونی چاہیے۔ **لقد کان لکم فی رسول الله أسوة حسنة** " ہے یہ تو نہیں کہ" **أسوة حسنة فی غیر التلاوة** " یا "**فی غیر القراءة**"، اور ساتھ بتایا کہ آپ ﷺ ہر آیت پر وقف فرماتے تھے۔تو بعد میں قاری صاحب فرمانے لگے کہ ہمیں تو اس بات کا علم ہی نہیں تھا اور نہ ہی کسی نے ہمیں بتایا ہے۔

ر: میں نے ملتان میں مختلف دروس اور علماء کی مجالس میں اس بات پر خاصہ زور دیا ہے کہ نماز وغیر نماز میں ایک طریقہ تلاوت ہے اور وہی ہونا چاہیے جو سنت کے مطابق ہے۔لیکن کچھ علمائے کرام ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کیا ہوا اگر یہ طریقہ ثابت نہیں۔

ح: انہیں کہیں کہ ساتواں چالیسواں اگر ثابت نہیں تو کیا ہوا؟ یہ بھی کر لیا کرو، بیس تراویح بھی ثابت نہیں تو کیا ہوا؟ پڑھ لیا کرو۔ یہ دو چار مثالیں دیں انہیں جلدی سمجھ آجائے گی ۔ایسی مثالیں پیش کیا کرو جو یہ مانتے ہیں کہ ثابت نہیں ،لیکن کرتے نہیں ، بلکہ لاٹھی لے کے ان (کرنے والوں) کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔اور پوچھو کہ کیا ہوا؟۔ان کا علاج یہی ہے۔

یہاں ایک بابا آ گیا ایک دن منڈی عثمان والا سے یہاں مہمان آیا ہوا تھا۔اس نے نماز یہیں پڑھی اسکے بعد درس تھا، درس ہوا تو بعد میں قریب آ کر کہنے لگا کہ میرا ایک اشکال ہے۔میں نے پوچھا کہ کیا اشکال ہے؟ کہنے لگا کہ وہاں منڈی عثمان والا میں نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگتے ہیں،آپ نے نہیں اٹھائے ؟ میں نے کہا کہ میرا بھی ایک اشکال ہے اور آپ سے پہلے ہے،اور وہ یہ کہ تکبیر تحریمہ سے لیکر سلام پھیرنے تک کئی دعائیں آتی ہیں وہاں ہاتھ کیوں نہیں اٹھاتے ؟ وہ سوچ میں پڑ گیا اور کچھ دیر بعد کہنے لگا کہ وہاں تو حکم ہی نہیں ہے۔میں نے کہا یہاں کونسا حکم ہے؟۔ یہ بات سنی اور چپ ہو گیا ۔پھر وہاں سے اٹھ کر کونے میں جا بیٹھا اور کچھ سوچنے لگا۔تھوڑی دیر بعد آیا اور کہنے لگا کہ قنوت وتر میں

بھی تو ہاتھ اٹھاتے ہیں۔میں نے کہا ثابت وہ بھی نہیں ہے،حکم وہ بھی نہیں۔

ر:کسی کے مطالبہ پر ہاتھ اٹھا کر جہرا دعاء کرنا؟

ح:جہر کرنا ثابت نہیں،قرآن میں آتا ہے " ادعوا ربکم تضرعا وخفیة " جہرا تو وہاں کر سکتا ہے جہاں نبی ﷺ نے کی ہے،جیسے خطبہ میں ہے،یا قنوت نازلہ میں جہرا ثابت ہے،یا نماز جنازہ میں آپ ﷺ جہرا دعاء فرماتے تھے۔جو جہرا آپ ﷺ سے ثابت ہیں وہ تو کر سکتا ہے اور دوسری جگہوں پر وہ آیت لگ جائے گی" ادعوا ربکم تضرعا وخفیة "

س:مصری قاری بسا اوقات ایک ہی آیت پڑھتے ہیں لیکن زور لگا کر اور کھینچ کر؟(کھینچنے سے یہاں یہ مراد لیا جا رہا تھا کہ لمبی آیت کو پڑھتے چلے جاتے ہیں حتی کہ سانس ختم ہو جاتا ہے)

ح: یہ زور لگا کر کھینچنے والا کام بھی ثابت نہیں۔ پہلے اسکا بہت رواج تھا اب کم ہو گیا ہے۔قاری ادریس عاصم صاحب اور کچھ دیگر نے آ کر یہ زور والا کام تو کم کر دیا ہے۔یہاں بڑی مسجد میں ایک قاری صاحب تھے،کانوں پر ہاتھ رکھ لیتے،ہمیں تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ اب اسکا دماغ پھٹ چلا ہے !،اور ابھی پھٹا کہ پھٹا،اتنا زور لگانا اس نے،اسکا منہ لال سرخ ہو جاتا تھا۔اب وہ والا طریقہ تو ختم ہو گیا ہے۔

22 شعبان 1431ھ

تین طلاق کے بارہ کسی محدث کا قول

ر:ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی ہیں،اس بارہ میں کسی محدث کا قول ملتا ہے؟

ح:محدث تو حدیثیں ہی بیان کرتے ہیں !۔وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ والی حدیث بیان کرتے ہیں۔ اب یہ تو نہیں کہ حدیث وہ بیان کریں اور قول اسکے خلاف ہو انکا ، پھر وہ محدثین ہی کس بات کے؟۔اور پھر محدثین کا قول حجت تو نہیں ہوتا ہے نا۔

22 شعبان 1431ھ

چار ربیع الثانی کی رات راقم پھوپھی زاد بھائی خالد کی وفات کی خبر سن کر اپنے اہل وعیال کے ساتھ حاصل پور کی طرف محوسفر تھا، رات کا سناٹا چار سو چھایا ہوا تھا، صبح صادق ابھی طلوع نہ ہوئی تھی کہ محترم بزرگ دوست محمد نذیر صاحب (جو کہ حافظ صاحب کے داماد جہانگیر کے والد محترم ہیں) کی کال آئی صد افسوس کہ میں اسے رسیو نہ کر سکا اچانک سیل فون دیکھا تو واپسی کال کر دی، حاجی صاحب کی غم میں ڈوبی ہوئی دھیمی آواز نے افسوس ناک خبر سنائی کہ علمی دنیا کی اک شمع اور بجھ گئی تو باوجود اس کے کہ گاڑی اپنی تیز رفتاری سے ہر چیز کو پیچھے چھوڑے جا رہی تھی مگر میں گویا ایک ہی جگہ رک گیا آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے، چہرہ اداس اور دل افسردہ ہو گیا شاید آج زندگی میں پہلی بار مجھے کسی کے دنیا سے جانے کا اتنا صدمہ ہوا تھا۔

زار زار رو کے دل زار کہہ رہا ہے
افسردہ ہے مغموم ہے دلگیر ہے عظیم

گاڑی اپنے شہر سات بجے پہنچی اور نو بجے وہاں سے واپسی استاد محترم کے آخری حق کو ادا کرنے کے لیے رخت سفر باندھ لیا، راستے میں بہت سے قافلے اسی حق کو ادا کرنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے اور جلد پہنچنے کی کوشش میں دیکھنے کو ملے۔ رفاقت سفر کا کچھ حصہ استاد محترم شیخ عبداللطیف (آف بہاولپور) میاں سہیل احمد، مولانا عبیدالرحمٰن صاحب، مولانا عطاء الرحمٰن صاحب، محترم عابد ربانی اور عبدالواحد بھائی کے ساتھ گزارنے کا بھی موقعہ ملا۔ جامعہ محمدیہ کے پہلو میں پہنچے تو پورا پارک تنگی

داماں کا شکوہ کرتے نظر آرہا تھا۔اور کوئی رنج والم میں چور یہ کہہ رہا تھا:

یہ کس شہ عالم کو صیاد اجل نے چن لیا　　شدت غم سے پریشاں حال ہیں پیرو جواں

کیا خبر آئی کلیجہ تھام کر بیٹھا ہوں　　مرثیہ لکھوں ، قلم برداشتہ، ہمت کہاں

سوچیئے تو لالہ وگل پر قیامت آ گئی　　آنِ واحد میں ہوئے سروسمن نالہ کناں

ماضیء مرحوم کی تاریخ کا بابِ عظیم　　سرزمین علم وعرفاں کا روشن نشاں

حادثہ کی جانگسل ضربیں رخِ الفاظ پر　　سانحہ، ایسا خجستہ گام ہے زورِ بیاں

ظلمت ایام کے چہرے کی رسوائی بڑھی　　اور تشنہ رہ گئی دعوت دیں کی داستاں

نماز جنازہ کی امامت کے فرائض آپ کے دیرینہ رفیق حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ نے ادا کیے عموماً نماز جنازہ کی ادائیگی سے پہلے میت کے فضائل ومناقب پر کچھ نہ کچھ تاثرات پیش کیے جاتے ہیں۔لیکن لواحقین میں سے شیخ عبدالوحید اور دیگر بزرگوں کا کہنا تھا کہ حافظ صاحب جنازوں سے پہلے خطابات کو پسند نہیں فرماتے تھے لہذا کسی کا خطاب نہیں ہوگا اور نہ ہی کوئی ویڈیو یا تصویر بنائے گا کیونکہ آپ اس سے سختی سے منع فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے جو میری تصویر بنائے گا وہ روز قیامت خود اس کا جواب دہ ہوگا۔دنیا میں کوئی کیمرہ تو انکی تصویر نہ بنا سکا لیکن انکی تصویر ہزاروں سینوں میں پنہاں اور دماغوں میں مستور ہو چکی ہے۔اور عقیدت مندوں کا عالم تو یہ ہے کہ:

دل میں ہے تصویر یار
جب جی چاہا گردن جھکائی دیکھ لی

جنازے کی ادائیگی کے بعد آخری دیدار کے لیے لوگوں کا ہجوم اور عقیدت مندوں کی دھکم پیل دیکھی نہ جاتی تھی غروب آفتاب کے ڈر سے جلد آپ کے جسد خاکی کو اٹھا لیا گیا جس کی وجہ سے آپ کے بہت سے محبّ آپ کا چہرہ نہ دیکھ سکے، مجھے قاری احسان اللہ اولکھ صاحب نے بتایا کہ ہم نماز جنازہ سے پہلے حافظ صاحب کے گھر پہنچے، گھر میں بہت ہجوم تھا آپ کا جسد خاکی آپ کے گھر کے اندرونی کمرے میں تھا میں حافظ اسعد محمود سلفی صاحب کو ساتھ لے کر آپ کی زیارت کے لیے آگے بڑھا اور کہا کہ حافظ صاحب جی بھر کر اس جنتی انسان کا دیدار کر لیجئے۔آپ کا چہرہ نکھرا ہوا تھا اور میں

دیکھ کر بے اختیار کہنے لگا کہ ''آپ تو جنتی حوروں کے دلہے بن گئے''اور یہ یقین ہو گیا کہ آپ کو یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خوشخبری دینے کے لیے ملائکہ کہہ رہے ہوں گے:

﴿یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ○فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ○وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ﴾ (البلد:۲۷۔۳۰)

ہاشمی کالونی گوجرانوالہ کے قبرستان کو اس استعارہ حب رحماں کی آخری آرمگاہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اور بعد از تدفین حافظ اسعد محمود سلفی صاحب قبر پر دعا کروانے لگے تو رقت آمیز لہجے میں کروائی گئی دعاء نے عجب سماں باندھا کہ جس سے تمام افراد کی آنکھیں بے اختیار آنسو بہار ہی تھیں حافظ صاحب فرما رہے تھے کہ میں خوش نصیب ہوں کہ جس کو آپ کی قبر پر دعا کی سعادت ملی ہے۔

سدا ان کی ترتبت پہ نازل ہو رحمت
میسر ہو ان کو ہر اک حق کی نعمت

قاری عبداللہ (سابق مدرس مسجد مکرم) فرما رہے تھے کہ تدفین کے بعد جب لوگ جامعہ محمدیہ واپس پہنچے تو ایک بھائی کہہ رہے تھے کہ حافظ صاحب کے متعلق اپنے اپنے تاثرات بھی لکھ کر جائیں ۔تو ایک بزرگ نے موجودہ تمام لوگوں کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ تم نہیں دیکھ رہے یہ حافظ صاحب کے تمام جنتی ہونے کے گواہ ہیں چونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ.

استاد محترم محبت و الفت، شفقت و رافت، نرمی عفو و درگزر، نہایت سادہ و قناعت پسند فرشتہ صفت انسان تھے ہمیشہ روحوں کو معطر کر دینے والی گفتگو کے قائل تھے اخلاق و کردار میں بے داغ آپ میں خودنمائی و خودستائشی قطعا نہ تھی آپ قرآن مجید کی اس آیت (سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ) کی عملی تصویر تھے مجھے یاد پڑتا ہے کہ ہم جامعہ محمدیہ میں چھٹے سال میں تھے کہ ڈی، جی ،خان سے ایک آدمی آپ کی ملاقات کے لیے آیا اور کہنے لگا کہ مجھے حافظ صاحب کے پاس لے چلو ہم

دوساتھی انہیں لے کر حافظ صاحب کی مسجد میں گئے کہ نماز کے بعد ملاقات ہوجائے گی مہمان کہنے لگا کہ میں نے حافظ صاحب کو دیکھا نہیں ہے لیکن میں وضوء کر کے دروازے کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں تم دیکھنا میں حافظ صاحب کو پہچان لوں گا کہ یہی حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب ہیں پھر ایسا ہی ہوا کہ حافظ صاحب تشریف لائے تو مہمان اشارہ کر کے کہنے لگا کہ کیا یہی ہیں حافظ صاحب جو سر پر رومال باندھے آرہے ہیں ہم نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ یقیناً اللہ کے ولی عام لوگوں سے منفرد اور یکتا ہوتے ہیں۔

کبھی کبھی مرگِ ناگہاں کی ستیزہ کاری پہ سوچتا ہوں
وہ بزم ہستی سے جاچکا ہے میں اس کی فرقت میں بجھ گیا ہوں

استاد محترم ہر ایک سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ مخاطب سمجھتا کہ شاید آپ مجھ سے بڑھ کر کسی سے محبت نہیں رکھتے بلکہ سب سے زیادہ محبت مجھ سے کرتے ہیں جب کہ ایسا نہیں تھا بلکہ وہ ہر ایک سے ہی اس قدر محبت رکھتے کہ محبت والفت کے پیمانے کم پڑ جاتے تھے راقم جامعہ محمدیہ سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ جامع مسجد تاج میں رہائش پذیر رہا جو کہ آپ کی کالونی میں جامعہ محمدیہ للبنات کے ساتھ ملحق ہے۔ حافظ صاحب کو پتہ چلا کہ راقم بیمار ہے تو بعد از نماز فجر درس سے فراغت کے بعد سیدھے تاج مسجد میں پہنچے اور فرمانے لگے مولانا سنا ہے آپ بیمار ہیں کچھ دیر بیٹھے دعائے صحت فرمائی اور میں اٹھنے لگا تو آپ سمجھ گئے کہ شاید ضیافت کے لیے اٹھنے لگا ہوں تو فرمانے لگے مولانا میرا روزہ ہے آپ تشریف رکھیں اور پھر دعائیں دیتے ہوئے چل دیئے۔ آپ کی یہی عادات حسنہ تھیں جو دل کو موہ لیتی تھیں۔ استاد محترم صرف اسی سے اچھا سلوک نہ کرتے تھے جو ان سے اچھا سلوک کرے بلکہ ہر کس وناکس کے ساتھ الفت سے پیش آتے تھے گویا ان کا ترجمان شاعر کا یہ شعر ہے۔

گلشن پرست ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نبھاکے جارہاہوں میں

استاد محترم کے علم وفضل اور مسائل پر گرفت کا ہر ایک معترف تھا آپ جب بات کرتے پند ونصائح

کے ساتھ ساتھ مسائل کی گتھیاں بھی سلجھائے جاتے تھے آپ یقیناً میدان علم کے شہسوار، علم کے بحر بیکراں، بحث وتمحیص میں زوردار آواز، علمی وفنی مسائل پر مکمل دسترس اور اپنے موقف پر ٹھوس دلائل رکھنے والے تھے۔ راقم الحروف کو بھی آپ کا شرف تلمذ حاصل ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر میں اس بات کو بھی خوش قسمتی تصور کرتا ہوں کہ حافظ صاحب کے بڑے بیٹے عبدالرحمٰن ثانی صاحب بھی راقم کے استاد محترم ہیں میں نے ان سے جامعہ الدعوۃ الاسلامیہ مرید کے میں چند ابتدائی اسباق پڑھے تھے۔ اور حافظ صاحب کا چھوٹا بیٹا عبداللہ راقم کا شاگرد رشید ہے جو جامعہ اسلامیہ سلفیہ ماڈل ٹاؤن میں زیر تعلیم ہے۔ علاوہ ازیں راقم کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ ہر سال تفسیر پڑھانے سے قبل طلباء کو اصول تفسیر پر جو معلومات نوٹ کرواتے تھے انہیں آپ کی اجازت کے ساتھ جمع کر کے مکتبہ نعمانیہ کو دیا جو آج کل "مرأۃ التفسیر" کے نام سے مارکیٹ میں دستیاب ہے۔

آپ طلبا سے انتہائی الفت ومحبت رکھتے تھے انہیں قوم کا معمار اور مستقبل کا روشن منارہ قرار دیتے تھے۔ دوران تعلیم طلباء سے کوئی ایسی بات ہو جاتی جو گستاخانہ ہوتی تو بڑی خندہ پیشانی سے اسے ٹال دیتے۔ اور جب طلباء بھی آپ کے پاس کسی کام کے سلسلہ میں گھر جاتے تو ضیافت کیے بغیر واپس نہیں لوٹاتے تھے۔

استاد محترم علم وفن میں ایک متبحر عالم اور علمی دنیا میں شہرہ عام رکھنے کے باوجود اپنے نام کے ساتھ شیخ، فضیلۃ الشیخ، یا شیخ الحدیث وغیرہ کا لقب لگانا پسند نہیں کرتے تھے اور جو کوئی آپ کے بارے میں ایسے الفاظ لکھ دیتا تو اس سے سخت ناراض ہوتے اور ایسے پروگرام میں شامل ہی نہ ہوتے جس کے اشتہار میں ایسے القابات لکھے ہوتے گویا آپ نہایت سادگی کو پسند کرتے تھے۔

چند دن قبل قاری احسان اللہ اولکھ صاحب کی والدہ محترمہ انتقال فرما گئیں (اللہ ان پر رحمت فرمائے اور جنت میں اونچا مقام عطاء فرمائے) ان کی نماز جنازہ کے لیے احمد محمود سلفی، مولانا رحمت اللہ شاکر صاحب اور قاری عبداللہ صاحب کی رفاقت میں سفر کیا تو قاری صاحب نے حافظ صاحب کے متعلق چند باتیں بتائیں وہ فرمانے لگے کہ ہم دوران حفظ حافظ صاحب سے جامع مسجد قدس میں حدیثیں پڑھا کرتے تھے آپ ہر بدھ نماز عصر کے بعد بلیک بورڈ پر حدیثیں لکھ کر ہمیں پڑھایا کرتے

تھےاور پھر طلباء آپ کی موجودگی میں وہ حدیثیں مختلف نمازوں کے بعد نمازیوں کو سنایا کرتے تھے۔ نیز انہوں نے فرمایا کہ حافظ صاحب کے کچھ عزیز حافظ آباد میں رہائش پذیر ہیں حافظ صاحب ان کے اصرار پر وہاں ان سے ملنے گئے۔ تو مسجد میں درس بھی ارشاد فرمایا لوگ بہت خوش ہوئے کہ آج حافظ صاحب ہمارے پاس تشریف لائے ہیں درس کے بعد گاؤں کا چودھری کہنے لگا ناشتہ آج ہم کروائیں گے بتائیں آپ کیا کھائیں گے یا پسند کرتے ہیں؟ اتنے میں ایک عقیدت مند سادہ لوح انسان ہاتھ میں ایک چائے کا پیالہ اور ایک ہاتھ میں دو تین رس (پاپے) اٹھائے آیا اور کہنے لگا حافظ صاحب ناشتہ کریں چودھری دیکھ کر کہنے لگا ''اُو پچھ تے لیناسی جھلیاں والے ای کم کیتے ای۔'' تو حافظ صاحب فرمانے لگے ''جھلیاں والے نہیں پیغمبراں والے کم کیتے ای۔'' اور آپ نے ناشتہ فرمایا گویا آپ کا اشارہ ابراہیم علیہ السلام کی ضیافت کی طرف تھا کہ جب ان کے پاس مہمان آئے تو ابراہیم علیہ السلام ٹھنڈے گرم اور کیا کھانا پینا کے تکلفات کے چکر میں نہیں پڑے بلکہ فوراً گائے کا بچھڑا بھون کر ضیافت میں پیش کر دیا اللہ تعالیٰ نے اس کو کچھ یوں بیان فرمایا ہے:

﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَاماً قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ ۝ فَرَاغَ إِلَى أَهْلِهِ فَجَاء بِعِجْلٍ سَمِينٍ ۝ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۝ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۝ فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ۝ قَالُوا كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكِ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۝﴾ سورۃالذاریت.(۵۱/۲۔۳۰)

''کیا تجھے ابراھیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟ وہ جب ان کے ہاں آئے تو سلام کیا ،ابراھیم نے جواب میں سلام دیا (اور کہا یہ تو اجنبی) لوگ ہیں۔ پھر چپ چاپ جلدی جلدی اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک فربہ بچھڑے کا گوشت لائے اور اسے ان کے پاس رکھا اور کہا آپ کھاتے کیوں نہیں؟ پھر تو دل ہی دل میں ان سے خوفزدہ ہو گئے۔ انہوں نے کہا آپ خوف نہ کیجیے۔ اور انہوں نے اس (حضرت ابراھیم) کو ایک علم والے بچے کی خوشخبری دی پس ان کی بیوی آگے بڑھی اور حیرت میں آ کر اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا میں تو بڑھیا

ہوں اور ساتھ بانجھ ہوں۔انہوں نے کہا ہاں تیرے پروردگار نے اسی طرح فرمایا ہے بیشک وہ حکیم وعلیم ہے''

انہی آیات کی روشنی میں آپ بہت زیادہ مہمان نواز تھے آپ سے ملنے عموماً آیا آپ کی ضیافت سے محروم نہیں رہتا تھا۔

استاد محترم جہاں کئی دوسرے علوم وفنون میں علمی وثوق ورسوخ رکھتے تھے وہاں انہیں قافیہ بندی ،سجع اور شاعری سے بھی کافی حد تک لگاؤ تھا۔بسا اوقات باتوں باتوں میں کئی سجع کے قلابے جوڑ دیتے مثلاً ان کی چند یہ باتیں مشہور تھیں۔

۱......اگر کوئی نصیحت طلب کرتا تو فرماتے۔اِتَّبِعُوْا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهِ أَوْلِيَاءَ: تین چیزیں قرآن وسنت اور کتاب وحکمت کے مطابق بنالو

صوت وشکل......قول وعمل......فکر وعقل

فلاح پاؤ گے،کامیاب ہو جاؤ گے۔

۲......ہر بات......ہر وقت......ہر آدمی کو سمجھ نہیں آتی۔

۳۔جب صاحب صحیح بخاری کا نام ذکر کرتے تو فرماتے۔امام بخاری......رحمہ اللہ الباری......

۴......اسی طرح خطوط کا جواب دیتے وقت بھی جب کسی کا نام لکھتے تو عموماً نام کی مناسبت سے اللہ کے صفاتی نام کو ساتھ ملا دیتے جس سے نام لینے کے ساتھ دعا بھی ہو جاتی جیسے بشیر کا نام آیا تو کہہ دیا ......بشیر رحمہ اللہ العلیم الخبیر......،جب آپ نے اپنی زندگی کے آخری خط کا جواب لکھا تو اس میں یہ الفاظ نام کے ساتھ لکھے۔ازعبدالمنان نورپوری بطرف محترم محمد مشتاق صاحب حفظہما اللہ الذی ارانا آیاتہ فی انفسنا وفی الافاق۔

گفتگو میں انقلابی بانکپن خامہء معجز رقم تلوار تھا
بو الکلام آزاد کے الفاظ میں ذہن اسکا معدن افکار تھا
نعرہء تکبیر کی للکار تھا شہسوارِ عرصہء پیکار تھا
قرن اول کی روایت کا امیں ذوالفقار حیدر کرار تھا

گردش دوراں سے ہوکر بے نیاز لشکر اسلام کی تلوار تھا
خوف غیر اللہ تھا اس پر حرام دعوتِ قربانی وایثار تھا

کافی عرصہ کی بات ہے کہ حافظ صاحب کے ہاتھ عرب کے کسی عالم کی کتاب لگی جس میں عرب عالم دین نے اپنے چند اساتذہ کی سوانح عمری عربی اشعار کی صورت میں لکھی تھی۔ اسے دیکھ کر حافظ صاحب نے بھی اپنے دو اُستادوں شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ اور شیخ الحدیث والتفسیر محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کی مکمل سوانح عمری اشعار میں لکھ کر [مسجد مکرم کے مسؤل مکتب محمد یحیٰی طاہر جواُن دنوں عمرے پر جارہے تھے کے ہاتھ عبدالستار ابوتراب صاحب کے ذریعے] ان تک سعودی عرب پہنچائیں کہ آئیندہ جب آپ اس کتاب کو پرنٹ کریں تو ہمارے دو استادوں کو بھی اس کتاب میں شامل فرمائیں۔

شیخ الحدیث والتفسیر حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی حالات زندگی کو ایک سو پچاس (۱۵۰) اشعار میں مرتب فرمایا۔ میں ان کے متعلق حافظ صاحب کے لکھے ہوئے چند اشعار آپ کی نظر کرتا ہوں۔

فَلَقَدْ تَوَلَّدَ شَيْخُنَا عَلَمُ الزَّمَنْ ... اِبْنٌ لِفَضْلِ الدِّيْنِ فِيْ رَمَضَانِ
يَوْمَ الْخَمِيْسِ بِعَامِ خَمْسٍ بَعْدَ عَش ... رِ فَالثَّلَاثِ مِئِي لَا لُفِ ثَانِي
وَاسْمُ الْأَبِ الأَعْلَى لَهُ فَبَهَاءُ ذِي ... نِ مُحْكَمٍ مُتَنَزِّلِ رَبَّانِي
وَاسْمٌ لَشَيْخِي اَعْظَمٌ حَقًّا اَتَى ... قَدْ كَانَ اَعْظَمَ وَالْبَهَاءَ الدَّانِي

OOO

فَوَفَاةُ شَيْخٍ لِي أَتَتْهُ وَلَا عَجَبَ ... فَالْمَوْتُ مَقْضِيٌّ لَدَى الْحَنَانِ
خَمْسًا مِنَ السَّنَوَاتِ بَعْدَ الْعَشْرِ وَالْ ... أَرْبَعُ مِيءٍ فِي النِّصْفِ مِنْ رَمَضَانِ
وَلَقَدْ أَتَى الدُّنْيَا بِشَهْرِ ذِيْ صِيَا ... مِ وَانْقَضَى بِصِيَامِهِ اِخْوَانِي
فَلَرَحْمَةٌ مِنْ رَبِّنَا تَتْرَى عَلَى ... شَيْخٍ لَنَا فَاِمَامُنَا الرَّبَانِي

تفهيم القارى (١/٣٤.٥٠)

شیخ الحدیث والتفسیر محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کی حالات زندگی کو چونسٹھ (٦٤) اشعار میں مرتب فرمایا۔ میں ان میں سے چند اشعار آپ کی نظر کرتا ہوں۔

شَیْخِی اَبُو الطَّیِّبِ عَطَاءُ رَبٍّ لَنَا فَذَا حَنِیْفٌ جَلَا اَسْدیٰ لَہُ مِنَنَا

رَبٌّ لَنَا ذُو الْعُلیٰ وَشَیْخُنَا ابْنٌ لِصَدْ رِ الدِّیْنِ حِبِّی حُسَیْنٌ فَالْمِیَانِ حَنَا

تَوَلَّدَ الشَّیْخُ لِی بِقَرْیَۃٍ قَدْ دَعَوْ ھَا فُوْجَیَانَ الْاَمْرُ تَسَرُ بِھِنْدِعَنَا

فِیْ عَامِ سَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ الَّذِیْ قَدْ یَکُوْ نُ بَعْدَ اَلْفٍ اَخِیْ فَابْعُدْ لَنَا شَجَنَا

○○○

تُوُفِّیَ الشَّیْخُ لِیْ عَامَ الثَّمَانِ الْحَزَنْ فَاَرْبَعٍ بَعْدَ اَلْفٍ صَاحِ فَارَقَنَا

صَلّٰی عَلَیْہِ الرِّجَالُ خَلْفَ شَیْخٍ لَّنَا یَحْییٰ لَہُ اسْمٌ اَخِیْ مَازَالَ یُبْلِغُنَا

الاعتصام، اشاعت خاص، محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ (ص/۱۱۸۸۔۱۱۹۱)

کچھ عرصہ کی بات ہے کہ ایک رات رانا نثار بھائی (گوجرانوالہ) نے مجھے فون کیا کہ گاؤں میں ہمارے ایک عزیز کا بچہ پیدا ہوتے ہی فوت ہو گیا ہے، گھر والے کہہ رہے ہیں کہ اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے اور قبرستان میں بھی دفن کرنا ضروری نہیں، میں حافظ صاحب کو فون کر رہا ہوں وہ کسی وجہ سے اٹھا نہیں رہے یا پھر سو گئے ہیں آپ بتائیں اس کا کیا مسئلہ ہے۔؟ میں نے عرض کیا کہ نماز جنازہ فرض نہیں ہے البتہ پڑھ لی جائے تو بہتر ہے اور ویسے بھی مسلمان کے گھر پیدا ہونے والے بچے کی یہی اک نشانی ہے کہ ہم اس کا نماز جنازہ پڑھیں، اگرچہ اسے ضرورت نہیں لیکن پڑھنے سے بہر حال ہمیں تو ثواب ملے گا، تو بھائی نثار نے فون بند کر دیا، تھوڑی دیر گزری تو پھر فون آیا گیا اور فرمانے لگے کہ لوگ کہتے ہیں کہ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ ایسے بچے کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے میں نے عرض کی کہ آپ کو جو کہا ہے آپ کریں صبح حافظ صاحب سے میں خود پوچھ کر بھی بتا دوں گا۔ اگلے روز میں نے حافظ صاحب کو کال کر کے مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے میری تصدیق فرمائی میں نے عرض کیا کہ کچھ لوگ تو ایسے...... کہہ رہے تھے تو حافظ صاحب فرمانے لگے لوگ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ حافظ عبدالمنان

نے کہا ہے کہ بڑے قبرستان (گوجرانوالہ) میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبریں ہیں حالانکہ میں نے ایسا نہیں کہا تو کیا آپ مان لیں گے'' پھر فرمانے لگے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾(الحجرات:٦)

''مومنو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو پھر تم کو اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔''

اس موضوع پر حافظ صاحب نے مفصل بیان بھی فرمایا ہے (خطبات نورپوری میں) جس کا ایک اقتباس میں آپ کی نظر کرتا ہوں تاکہ مسئلہ بھی واضح ہو جائے۔

''بچے کو غسل اور کفن بھی اسی طرح دیا جائے گا جس طرح بڑے کو غسل اور کفن دیا جاتا ہے۔ جس طرح بڑی میت کو قبرستان میں قبر کھود کر دفن کیا جاتا ہے اسی طرح بچے کو بھی قبرستان میں قبر کھود کر دفنایا جائے گا۔ البتہ جو بچہ فوت شدہ پیدا ہوا ہے یا پیدا ہوتے ہی فوت ہو گیا ہے۔ تو اس کی نماز جنازہ فرض نہیں۔ اگر اس کی نماز جنازہ پڑھ لی جائے تو ثواب ہے بہتر ہے اگر نہ پڑھی جائے بغیر پڑھے دفن کر دیا جائے تو آدمی گناہ گار نہیں ہوگا۔ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ ترمذی میں موجود ہے: ((وَالصَّبِيُّ لَا يُصَلّٰى عَلَيْهِ حَتّٰى يَسْتَهِلَّ)) ترمذی (٥٣٢) بچہ چیخ مارے تو پھر اس کا جنازہ پڑھ لیا جائے گا اور اگر چیخ نہیں مارتا دوسرے لفظوں میں یہ سمجھو کہ وہ مردہ ہی پیدا ہوا ہے' پھر اس کا جنازہ نہیں پڑھا جائے گا۔ دوسری حدیث ہے یہ بھی ترمذی میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ((وَالسِّقْطُ يُصَلّٰى عَلَيْهِ)) ''فوت شدہ بچے کا جنازہ پڑھا جائے۔'' ابوداود (٣١٨٠) و ترمذی (١٠٣١) ان دونوں حدیثوں کو ملا کر مطلب یہ نکلتا ہے کہ فوت شدہ بچے کی نماز جنازہ فرض نہیں۔ پڑھ لو گے تو اجر اور ثواب ہے۔ اگر نماز جنازہ کے بغیر بھی دفنا دیا جائے تو درست ہے۔ اہل اسلام گناہ گار نہیں ہوں

گے۔محدث دوراں' فقیہ زمان' شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے جنازہ کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے۔بڑی جامع کتاب ہے۔صحیح صحیح روایات اس میں انہوں نے درج کی ہیں' اس کا نام ہے "احکام الجنائز"۔مفصل بھی ہے اور اس کا خلاصہ بھی انہوں نے خود نکالا ہے۔اس کا اردو میں ترجمہ بھی ہوگیا ہے۔اس کتاب میں انہوں نے حدیث بیان کی ہے۔کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔جبکہ ان کی عمر ۱۸ماہ کے قریب تھی۔نماز جنازہ پڑھنے کے بغیر ہی ان کو دفنا دیا تھا۔

ابوداود(۳۱۸۷) اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ اگر بچہ سال یا چھ ماہ کا ہے تو اس کو نماز جنازہ پڑھنے کے بغیر دفنا دیا جائے تو کوئی حرج اور گناہ والی بات نہیں۔"

۱۸اپریل۲۰۱۲ء کو میری ملاقات بورے والا کے معروف بزرگ عالم دین سے انہی کے شہر میں ہوئی میں نے عرض کیا کہ آپ حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کے بارے کیا فرماتے ہیں۔؟ تو فرمانے لگے وہ میرے ساتھیوں میں سے نہیں تھے میرے ساتھیوں میں تو مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ اور مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ وغیرہ تھے لیکن حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ ایک بار مجھے ملنے یہاں آئے تھے میں نے ان میں اہل علم اور علماء والی صفات کو پایا تھا۔اللہ ان پر رحمت فرمائے۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ ایک جامع الصفات شخصیت کے حامل تھے، وہ اپنی ذات میں انجمن تھے، انکے محامد و محاسن کا بحر بیکراں اوراق کے کوزہ میں نہیں سمویا جاسکتا۔لہذا میں ان اشعار سے اپنی معروضات کو ختم کرتا ہوں:

بہت کچھ سیکھتے تھے اس جہاں کے رہنما اس سے
ہم ایسوں کو ملی ہے ابن حجر و حزم کی ادا اس سے

بلاغت اس کے خامہ سے اڑانیں لے کے دوبالا
فصاحت گفتگو کے پیچ و خم میں کیمیا اس سے

حکایت ہوگئی تاریخ قال وعن شہ سرخی
روایت بن گیا ہنگامہء مہر و وفا اس سے

سکھائے اس نے میخواروں کو آداب قدح نوشی
سبق لیتے رہے زہد و ورع کا پارسا اس سے

گجرُ دم قاصدِ فرخندہ پے نے یہ خبر دی ہے
خدا ہے اس سے راضی خوش ہے محبوب خدا اس سے

آج سے پندرہ سال قبل رمضان ۱۴۱۷ھ میں حضرت حافظ صاحب کو پہلی بار دیکھنے کا موقع ملا، جب آپ جامع مسجد مکرم اہلحدیث، ماڈل ٹاؤن، گوجرانوالہ میں نمازِ تراویح میں شرکت کے لیے تشریف لائے۔ اس وقت وہاں ہم چند طالب علم جمع تھے تو کسی نے بتایا کہ آج مسجد میں حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب بھی نمازِ تراویح ادا کرنے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کا نام تو سنا ہوا تھا لیکن ان سے ملاقات کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔

حضرت حافظ صاحب نورپوری۔ رحمہ اللہ۔ نمازِ تراویح سے فارغ ہوئے تو چند لوگ ان کے پاس آ کر بیٹھ گئے اور ان کی مزاج پرسی کرنے لگے ہم طالب علم بھی ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور ان کی گفتگو سے مستفید ہونے لگے۔ اسی دوران مَیں نے حضرت حافظ صاحب سے دریافت کیا کہ جب امام نماز میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ کی قراءت کرے تو مقتدی اس کے جواب میں "سبحان ربي الأعلى" پڑھے گا یا نہیں؟

یہ سن کر حضرت حافظ صاحب میری طرف متوجہ ہوئے اور امام مسجد کی طرف (جو نمازِ تراویح سے فراغت کے بعد ابھی تک جائے نماز ہی پر بیٹھے ہوئے تھے) اشارہ کرنے کے بعد فرمانے لگے:

"یہ مسئلہ ان سے جا کر پوچھو۔"

میں نے پھر ان سے پوچھا اور جواب دینے پر اصرار کیا لیکن میرے اصرار کے باوجود ان کا یہی جواب تھا کہ یہ مسئلہ انھی سے جا کر دریافت کرو۔

[اس وقت تو حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے جواب نہیں دیا، لیکن بعد میں ان سے سنا کہ ان الفاظ

﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ میں چونکہ تسبیح باری تعالیٰ کا حکم دیا جا رہا ہے لہٰذا امام اور مقتدی دونوں ہی اس امر کی بجا آوری میں اس کا جواب دیں گے اور ”سبحان ربي الأعلى“ پڑھیں گے، لیکن مقتدی اونچی آواز سے جواب نہ دے۔]

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کا جواب سن کر کم عمری کے باوجود اس وقت بھی دل میں یہی خیال آیا کہ دراصل آپ کسی دوسرے فرد کی امامت وریاست والے مقام پر خودنمائی سے گریز کر رہے ہیں۔ اور مدت العمر آپ کا یہی وتیرہ رہا کہ جب آپ کسی جگہ تشریف لے جاتے تو وہاں اپنے آپ کو نمایاں کرنے کی قطعاً کوئی کوشش نہ کرتے، اور اگر نماز کا وقت ہوتا تو از خود آگے بڑھنے کی کوشش نہ فرماتے، بلکہ اگر کوئی امامت کروانے کے لیے کہتا بھی تو آپ امام مسجد کی اجازت کے بغیر نماز نہ پڑھاتے۔

اسی تواضع اور عجز وانکسار کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عظمت ورفعت اور قبولیت فی الارض جیسے انعامات سے نوازا تھا، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

((مَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ)) (صحيح مسلم: ٢٥٨٨)

یعنی جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے رفعت اور بلندی سے نوازتے ہیں۔

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی سیرت وکردار میں اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ ساتھ شہرت سے اجتناب اور پرشکوہ القابات سے سخت نفرت جیسے اوصاف حمیدہ بھی پائے جاتے تھے، کیونکہ جو دل تقویٰ اور اخلاص سے معمور ہو، وہاں شہرت اور ریاکاری جیسے مذموم جراثیم نمو پا ہی نہیں سکتے، جیسا کہ امام بشر حافی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”مَا اتَّقَى اللّٰهَ مَنْ أَحَبَّ الشُّهْرَةَ“ (سير أعلام النبلاء: ١٩/ ٤٦٩)

جو شہرت کی محبت رکھتا ہے، وہ اللہ کے خوف سے عاری ہے۔

اور امام ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”مَا صَدَقَ عَبْدٌ قَطُّ فَأَحَبَّ الشُّهْرَةَ“ (سير أعلام النبلاء: ١١/ ١٨)

”جو شخص اپنے علم وعمل میں مخلص اور سچا ہو، وہ ممکن نہیں کہ شہرت سے محبت رکھتا ہو۔“

اسی طرح عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے مجھے نصیحت

کرتے ہوئے فرمایا:

"إِيَّاكَ وَالشُّهْرَةَ، فَمَا أَتَيْتُ أَحَدًا إِلَّا وَقَدْ نَهىٰ عَنِ الشُّهْرَةِ"

(سير أعلام النبلاء: ١٣/ ٢٩٩)

"شہرت سے بچو، کیونکہ میں جس کے پاس بھی گیا اس نے شہرت سے منع کیا۔"

ائمہ سلف رحمہ اللہ کے ان ارشادات ونصائح کی عملی تعبیر حضرت حافظ صاحب میں ہر کوئی بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ آپ کے طرزِ حیات اور رہن سہن سے گمان ہوتا تھا کہ قرونِ اولیٰ کے قافلے سے بچھڑا کوئی راہی ہے، جو اپنا سفر ایک نامانوس ماحول میں طے کر رہا ہے۔ آپ کے بعد ایسی روشن مثال دیکھنے کو آنکھیں ترستی رہیں گی۔

اب ڈھونڈ اسے چراغ رخ زیبا لے کر

آپ کی ہر ادا سنت نبویہ کی عملی تصویر تھی۔ آپ کو دیکھنے والوں کے دل میں خوفِ خدا اور للّٰہیت پیدا ہو جاتی تھی۔ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((خِيَارُكُمُ الَّذِيْنَ إِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ))

"تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جنھیں دیکھ کر اللہ یاد آئے۔"

(سنن ابن ماجه: ٤١١٩)

اور امام ابوعوانہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"رَأَيْتُ مَحَمَّدَ بْنَ سِيْرِيْنَ فِي السُّوْقِ، فَمَا رَآهُ أَحَدٌ إِلَّا ذَكَرَ اللهَ"

(المعرفة والتاريخ: ٢/ ٦٣)

"میں نے محمد بن سیرین کو بازار میں جاتے دیکھا تو ہر ایک انھیں دیکھ کر اللہ کو یاد کرنے لگا۔"

ایسے ہی آپ کی مجلس ومحفل میں بیٹھ کر دل دنیا سے بے زار اور آخرت کی طرف مائل ہو جاتا تھا، اور مجلس برخواست ہونے کے بعد محسوس ہوتا تھا کہ دل کی حالت اب ویسی نہیں رہی جو آپ کی صحبت و کلام سے مستفید ہونے سے پہلے تھی۔ ان بابرکت مجلسوں میں دینی مسائل، تربیتی توجیہات اور اخلاقی نصائح کے سوا کوئی اور موضوع زیرِ بحث نہیں آیا کرتا تھا۔ غیبت وچغل خوری اور تنقیص و تشنیع

سے مبرا ان مجالس میں ہر کوئی خیر وبھلائی ہی سے اپنا دامن بھرتا۔

علم وعمل کا پیکر:

امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إِنَّ سُفْيَانَ سَادَ النَّاسَ بِالْوَرَعِ وَالْعِلْمِ" (سير أعلام النبلاء: ٧/ ٢٤٠)

"علم وورع کی بدولت سفیان (ثوری) نے لوگوں پر حکومت کی۔"

اسی طرح حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ بھی متنوع خوبیوں کے مالک اور گوناگوں اوصاف و خصائل کے حامل تھے، لیکن ان کی سب سے نمایاں خوبی علم وعمل اور زہد وورع کی جامعیت تھی، جس کی بنا پر وہ اپنے اقران واماثل اور دیگر معاصرین پر سبقت وفوقیت رکھتے تھے، اور یہ ایسی خوبی ہے جس کی آپ سے ملنے والا اور آپ کو دیکھنے والا ہر شخص شہادت دیتا تھا اور یقیناً دیتا رہے گا۔

سالوں پر محیط صحبت ومجالست کے باوصف میں نے نہیں دیکھا کہ آپ سے کبھی کوئی ایسا قول وعمل صادر ہوا ہو جو معصیت کے دائرے اور گناہ کے زمرے میں آتا ہو، کیونکہ آپ کا طرزِ عمل اور رہن سہن مکمل طور پر اللہ کی توفیق سے صبغۃ اللہ میں رنگا ہوا تھا، جو ہر دم خیر وبھلائی اور نیکی کے راستے پر گامزن رہتا تھا۔ ایسی شہادتیں ہمیں صرف سلفِ امت کے روشن کردار کے متعلق ہی پڑھنے کو ملتی ہیں، جیسا کہ امام خارجہ بن مصعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"صَحِبْتُ ابْنَ عَوْنٍ أَرْبَعًا وَّ عِشْرِيْنَ سَنَةً، فَمَا أَعْلَمُ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ كَتَبَ عَلَيْهِ خَطِيْئَةً" (سير أعلام النبلاء: ٦/ ٣٦٦)

"میں چوبیس سال عبداللہ بن عون کی صحبت میں رہا ہوں، میں نہیں جانتا کہ کبھی فرشتوں نے ان کا کوئی گناہ لکھا ہو۔"

آپ کو دیکھنے والا بھی ہر شخص گواہی دے گا کہ واقعتاً آپ بھی ایسی ہی عفت وطہارت کے آبِ زلال میں دھلے ہوئے اور اوصافِ حمیدہ سے متصف تھے۔

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کا رہن سہن اور عادات وشمائل ایسے تھے کہ گویا آپ ہر دم آخرت کی فکر اور

روزِ حشر کے لیے تیاری میں مگن ہیں۔ آپ کے راحت و اطمینان کو دیکھ کر لوگوں کو آپ پر رشک آیا کرتا تھا۔ آپ کے ہر عمل میں اطمینان و سکون کو دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ جیسے آپ آخرت کے لیے مکمل طور پر تیاری کیے ہوئے ہیں۔ آپ کی عملی حالت واقعی ایسی تھی جس کی تصویر کشی امام ہشیم بن بشیر الواسطی رحمہ اللہ نے منصور بن زاذان رحمہ اللہ [م ۱۳۰ھ] کے بارے میں کی ہے:

”كَانَ مَنْصُورٌ، لَوْ قِيلَ لَهُ: إِنَّ مَلَكَ الْمَوْتِ عَلَى الْبَابِ، مَا كَانَ عِنْدَهُ زِيَادَةٌ فِي الْعَمَلِ“ (سير أعلام النبلاء: ٥/ ٤٤٣)

یعنی منصور کو اگر کہا جاتا کہ ملک الموت دروازے پر آپ کی روح قبض کرنے کے لیے پہنچ گئے ہیں تو وہ مزید کوئی نیک عمل کرنے کی کوشش نہ کرتے۔

اتباعِ سنت میں شیفتگی:

حضرت حافظ صاحب نور پوری رحمہ اللہ کی ایک اور امتیازی صفت اتباع سنت میں ان کی وارفتگی اور فریفتگی تھی۔ وضع قطع، اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، عادات واطوار، اخلاق و کردار اور عبادات و معاملات میں آپ کا اتباع سنت کا والہانہ جذبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یاد دلاتا ہے۔ جو مسنون امر آپ کے علم میں مستند ٹھہرتا، آپ ہمیشہ اس کا التزام کرتے اور سرمو اس سے انحراف گوارا نہ کرتے۔ مسنون عمل کا تعلق خواہ کسی بڑے عمل سے ہو یا بہ ظاہر وہ معمولی دکھائی دیتا ہو، آپ ہمیشہ اس کی پابندی کیا کرتے تھے، مثلاً حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے ممانعت والی روایت کو مستند قرار دیتے تھے اور ہمیشہ بیٹھ کر جوتا پہنا کرتے تھے۔ میرے علم کے مطابق تادم وفات آپ نے کبھی کھڑے ہو کر جوتا نہیں پہنا۔ اس سلسلے میں ایک بار حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ سے عرض کی کہ اس سلسلے کی مختلف روایات میں تو ہر ایک کی سند میں کوئی نہ کوئی راوی مدلس ہے؟ آپ فرمانے لگے:

”ایک روایت اگر متعدد طرق سے مرسلاً مروی ہو تو تعدد طرق کی وجہ سے اسے تقویت حاصل ہو جاتی ہے، ایسے ہی اگر ایک روایت میں راوی مدلس ہو اور مدلس راویوں والے اس کے متعدد طرق ہوں تو اسے تقویت کیوں حاصل نہیں ہوتی؟“

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی سنت سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ کسی ایسے شخص کا نکاح نہیں پڑھایا کرتے تھے، جس کا چہرہ سنت نبویہ سے عاری ہو آپ کے اس طرزِ عمل کا نتیجہ تھا کہ کئی لوگوں نے اپنے چہروں کو سنت نبویہ سے مزین کرلیا تھا۔

جب آپ نے جامعہ محمدیہ نیائیں چوک گوجرانوالہ میں درس قرآن اور خطبہ جمعہ کا آغاز کیا تو آپ کے اثر آفرین مواعظ ونصائح کے بدولت کتنے ہی لوگ تھے، جنھوں نے اپنی وضع قطع اور شکل و صورت میں سنت نبویہ کو اختیار کرلیا، بلکہ وہاں کی مجالس میں پہلے زیادہ تر سیاسی اور دنیوی معاملات ہی زیر بحث آیا کرتے تھے، لیکن آپ کے درس وخطابت کے بعد وہاں کی مجالس کا رنگ اس قدر بدل چکا تھا کہ اب عموماً وہاں نفلی روزوں کے اہتمام کی باتیں ہوا کرتی تھیں، کبھی مریضوں کی تیمارداری کے پروگرام بنائے جاتے، بسا اوقات اجر وثواب کے حصول کی خاطر ایک دوسرے کی دعوتیں کی جاتیں، اور باہم دیگر ڈاڑھی بڑھانے اور اخلاق و عادات میں مسنون اعمال کی ترغیب دی جاتی تھی۔ ایسے متعدد لوگوں کو ہم جانتے ہیں جو آپ کی صحبت ومجالس میں بیٹھنے کے بعد نفلی روزوں اور تہجد کی پابندی کرنے لگ گئے، جس کے نتیجے میں ان کی زندگی کی کایا پلٹ گئی۔

اسی طرح جس مسجد میں حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ بعد نمازِ عشاء درس بخاری اور جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں خطبہ جمعہ شروع کرنے سے پہلے جمعہ پڑھایا کرتے تھے، وہاں بھی ایسا ہی سماں تھا، جو ابھی تک روز افزوں ہے۔ اس انقلاب کا بنیادی سبب یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ایک طرف اگر حافظ صاحب رحمہ اللہ اخلاص ونصیحت کے ساتھ لوگوں میں قرآن وسنت کی تبلیغ واشاعت کیا کرتے تھے تو ساتھ ہی اپنی عملی زندگی میں تمام مسنون اخلاق واعمال کی سختی سے پابندی کیا کرتے تھے۔ اسی نہج و سلوک کی برکت تھی کہ آپ کے ماحول میں روحانیت کا احساس گہرا ہوجاتا اور دل بہ خوشی توبہ وانابت الی اللہ کی طرف متوجہ ہوجاتے۔

زہد وورع:

اس باب میں بھی حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ مثالی طرزِ عمل کے مالک تھے۔ دنیا اپنی تمام تر حشر

سامانیوں کے باوجود کبھی آپ کو اپنی طرف جھکا نہ سکی۔ دنیوی جاہ وجلال اور مراتب ومناصب پانے کے متعدد مواقع آپ کی زندگی میں آئے، لیکن آپ نے کبھی انھیں پرکاہ کی حیثیت بھی نہ دی۔ ایک بار ملک کی ایک نامور اور مقبول ترین جماعت کے عہدیداران آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے آپ کو عہدۂ امارت کی پیش کش کی، لیکن آپ نے اسے قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ ایسے معاملات میں آپ کے اعراض واستغنا کا یہ عالم تھا کہ آپ اپنے نام کے ساتھ ہر طرح کے القاب وخطابات لگانے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ایسے ہر پروگرام میں درس دینے یا تقریر کرنے سے انکار کر دیتے تھے، جہاں آپ کے لیے کوئی لقب وغیرہ استعمال کیا جاتا تھا۔

استادِ محترم رحمہ اللہ کے فرزند حافظ عبدالرحمٰن ثانی صاحب بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ جامعہ محمدیہ کے طالب علم اور حافظ صاحب نور پوری رحمہ اللہ کے شاگرد قاری محمد حسین صاحب نے اپنے گاؤں جھمبر پتوکی میں آپ سے خطبہ جمعہ کے لیے وقت مانگا تو آپ نے وعدہ کرنے کے ساتھ ہی اسے تنبیہ کی کہ میرے نام کے ساتھ اشتہار یا اعلان میں کوئی لقب شقب نہیں لگانا۔ جب مقررہ تاریخ آئی تو حافظ صاحب رحمہ اللہ علی الصبح ہی گھر سے روانہ ہو گئے، تاکہ وقت سے پہلے وہاں پہنچ جائیں۔ جب آپ گاؤں کے نزدیک گاڑی سے اترے تو وہی قاری صاحب بڑے بڑے القاب وصفات کے ساتھ اپنی مسجد میں آپ کے خطبہ جمعہ کا اعلان کر رہے تھے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ تو میں نے ارادہ کیا کہ یہیں سے واپس لوٹ جاؤں، لیکن پھر سوچا کہ لوگ کہیں گے وعدہ کرنے کے باوجود نہیں آیا، چنانچہ میں مسجد کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب میں مسجد میں داخل ہوا تو وہی قاری صاحب جو زور وشور سے اعلان کر رہے تھے، مجھے دیکھتے ہی اسپیکر چھوڑ کر میری طرف آئے۔ ان کا چہرہ شرمندگی اور خجالت سے متغیر ہو چکا تھا اور وہ سمجھ گئے کہ میری وعدہ خلافی کا راز فاش ہو چکا ہے۔ ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ میں اتنی جلدی وہاں پہنچ جاؤں گا۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے انھیں کہا:

”آپ نے اپنے وعدے کی خلاف ورزی کی ہے، اس لیے میں آپ کی مسجد میں جمعہ نہیں

پڑھاؤں گا۔ اگر آپ اجازت دیں گے تو یہاں جمعہ پڑھ لوں گا، ورنہ میں کسی اور مسجد میں جا کر جمعہ پڑھ لیتا ہوں۔''

اسی طرح کا واقعہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے آبائی گاؤں نور پور اور چک گلاں وغیرہ میں بھی پیش آیا۔ ایسی زاہدانہ روش کی رفعت ومنزلت اس وقت بہ خوبی عیاں ہوتی ہے، جب ہم اپنے گرد وپیش میں نظر ڈالتے ہیں کہ ہر طرف خسیس دنیوی عہدوں اور مناصب ومراتب پانے کے لیے کس طرح شرعی حدود سے تجاوز کیا جاتا ہے اور اپنی خواہشات کی تسکین کی خاطر ہر نا جائز وسیلہ بروئے کار لایا جاتا ہے۔ ایسی مخدوش صورت حال میں آپ کا طرزِ عمل یقیناً ان لوگوں کے لیے مشعل راہ ہے جو ہر طرح کی اخلاقی حدود کو تج کر کے اپنے پسندیدہ عہدوں کی دوڑ میں مارے مارے پھرتے ہیں۔

اسی طرح مالی معاملات میں بھی حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ حد درجہ محتاط اور امانت ودیانت کے بلند مقام پر فائز اور صحیح معنوں میں نمونہ سلف تھے۔ ائمہ سلف کے سیر وسوانح کے مطالعہ کے دوران میں دنیوی اسبابِ عشرت اور مال ودولت سے اعراض کے قصص وحکایات جب نظر سے گزرتے ہیں تو ایسے محیر العقول واقعات خواب وخیال محسوس ہوتے ہیں، لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ ہماری گناہگار آنکھوں نے ایک ایسی نادر روزگار شخصیت کا دیدار کیا ہے، جس کی زندگی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

✿ مدینہ یونیورسٹی میں دورانِ تعلیم میں نے چند ساتھیوں سے استادِ محترم رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ انھوں نے معروف حنفی عالم مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی کتاب ''فیض الباری شرح صحیح البخاری'' پر ''ارشاد القاری إلی نقد فیض الباری'' کے نام سے نقد لکھا ہے، جو ہنوز غیر مطبوع ہے۔ بعض دوستوں نے اس پر بڑی خوشی کا اظہار کیا اور کتاب کی طباعت کے لیے فنڈ ز جمع کرنے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد جب جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں سالانہ تعطیلات ہوئیں اور میں پاکستان آ گیا تو بالفعل ان ساتھیوں نے کتاب کی طباعت کے لیے دو لاکھ تہتر ہزار (۲۷۳۰۰۰) کی خطیر رقم ارسال کر دی اور کہا کہ یہ رقم استادِ محترم حافظ نور پوری رحمہ اللہ کے حوالے کر دیں، وہ جیسے چاہیں کتاب کی طباعت کا بندوبست کر لیں گے۔

جب میں یہ رقم لے کر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھیں ساری صورت حال بتائی تو انھوں نے وہ رقم لینے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں ہرگز یہ پیسے اپنے پاس نہیں رکھوں گا۔ آپ لوگ جس طرح چاہیں کتاب کی طباعت کا انتظام کریں...!

ہماری سر توڑ کوشش اور بار بار اصرار کرنے کے باوجود حافظ صاحب رحمہ اللہ نے وہ رقم لینے سے صاف انکار کر دیا اور اس معاملے میں معمولی دلچسپی کا بھی مظاہرہ نہ کیا۔ اور بالآخر ہمیں ناکام لوٹنا پڑا۔

حالانکہ اگر حافظ صاحب رحمہ اللہ یہ روپے رکھ لیتے اور اسے حسب منشا صَرف کرتے تو کوئی ان سے پوچھ گچھ کرنے اور حساب لینے والا نہیں تھا، لیکن وہ کسی طرح بھی اس پر راضی نہ ہوئے، اور بالآخر ہمیں مولانا محمد طیب محمدی صاحب کے ذریعے سے کتاب کی طباعت کا بندوبست کرنا پڑا اور طباعت کے بعد کتاب معاونین کے پاس سعودی عرب بھجوادی گئی۔

استغنا کی اس روشن مثال کو ملاحظہ کریں اور ساتھ ہی اپنے اردگرد میں مالی خیانتوں اور خرد برد کے زبان زدِ عام قصے سنیں تو حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کا مثالی طرزِ عمل آج کے دور میں یقیناً ایک کرامت ہی محسوس ہوتا ہے، جس کی نظیر سلفِ امت میں تو مل سکتی ہے، لیکن آج کے دور میں ایسی مثالیں شاید ہی کہیں دیکھنے کو ملیں۔ إلا من رحم الله...!

❁ استادِ گرامی مولانا عبداللہ سلیم حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے ایک دوست عبدالشکور صاحب (اسلام آباد والے) حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے پاس ملاقات کے لیے آئے اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد کہنے لگے کہ میں آپ کو کچھ رقم دینا چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ آپ جہاں پسند کریں، اسے خرچ کر لیں۔ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ آپ خود جا کر جامعہ محمدیہ میں جمع کروادیں اور رسید لے لیں۔ وہ دوبارہ کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے پیسے لے کر حسبِ منشا خرچ کر لیں یا اپنی کوئی کتاب وغیرہ طبع کروالیں، لیکن حافظ صاحب مرحوم دوسری بار بھی پیسے لینے سے انکار کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ آپ خود جا کر مدرسے میں جمع کروادیں۔ وہ بندہ مسلسل اصرار کرتا رہا، لیکن حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ اسے ہر بار یہی جواب دیتے رہے اور آپ نے رقم لینے سے صاف انکار کر دیا۔

❁ ایک دفعہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے بتایا کہ جماعت والے (انتظامیہ جامعہ محمدیہ) مجھے لے کر ایک مالدار شخص کے پاس گئے تو وہ شخص سب کو بیٹھا کر مجھے ایک علاحدہ کمرے میں لے گیا اور پچاس ہزار روپے نکال کر کہنے لگا کہ میں یہ رقم آپ کو دینا چاہتا ہوں، آپ اس کو حسبِ خواہش خرچ کر لیں۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اسے کہا: آپ یہ رقم لے کر باہر آئیں اور سب کے سامنے مدرسے کو دے کر اس کی رسید لیں، لیکن وہ بندہ بہ تکرار کہنے لگا کہ میں یہ رقم آپ کو دینا چاہتا ہوں، جس کے جواب میں حافظ صاحب انکار کرتے رہے اور آخر کار مجبور ہو کر اس شخص نے باہر آ کر وہ رقم انتظامیہ مسجد کے سپرد کی اور رسید لی۔

❁ ایک دوست کے ذمے میرا قرض تھا تو اس نے حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے پاس کسی کے ہاتھ پیسے بھجوا کر مجھے اطلاع کر دی کہ آپ وہاں سے جا کر اپنے روپے وصول کر لیں۔ اگلے دن میں نے برادرِ مکرم حافظ حماد الحق نعیم سے (جو ان دنوں حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ سے صحیح بخاری پڑھتے تھے) کہا کہ وہ حافظ صاحب رحمہ اللہ سے پیسے لیتے آئیں جب وہ حافظ صاحب سے پیسے لینے گئے تو حافظ صاحب رحمہ اللہ کہنے لگے کہ مجھے ایک ضرورت پیش آ گئی تھی، جس کی وجہ سے وہ پیسے مجھ سے خرچ ہو گئے ہیں۔ جب برادرم حافظ حماد الحق نعیم نے مجھے اطلاع دی کہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے یہ فرمایا ہے تو یہ سن کر مجھے ایسی فرحت و راحت محسوس ہوئی، جسے لفظوں میں بیان کرنا میرے لیے ممکن نہیں کہ استادِ محترم رحمہ اللہ نے ہماری مملوکہ کسی چیز کو اپنے مصرف میں لا کر ہمیں سعادت بخشی ہے۔ میں اسی کیف و سرور میں محو تھا کہ میرے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی۔ جب میں نے سکرین پر نظر ڈالی تو حضرت حافظ رحمہ اللہ کا نام موبائل سکرین پر نظر آ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر میں فوراً سمجھ گیا کہ آج حضرت حافظ رحمہ اللہ نے صرف پیسوں کی اطلاع دینے کے لیے فون کیا ہے۔ علیک سلیک کرنے کے بعد حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ آپ کے پیسے مجھ سے خرچ ہو گئے ہیں، یہ اطلاع دینے کے لیے میں نے فون کیا ہے۔ میں نے عرض کی:

''استاد جی! یہ میرے لیے تو بڑی خوشی کی بات ہے، اور حدیث میں آتا ہے کہ:

((أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ))

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ اپنے مخصوص انداز میں فرمانے لگے:

''حدیث میں ''لِأَبِيكَ'' آیا ہے، ''لِأُسْتَاذِكَ'' تو نہیں آیا..!''

اگلے دن برادرم حافظ حماد الحق نعیم کے گھر میں حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی دعوت اور صحیح بخاری کی پہلی حدیث پر درس تھا، جب حافظ صاحب رحمہ اللہ وہاں تشریف لائے تو گاڑی سے اترنے کے بعد فوراً آپ نے حافظ حماد الحق نعیم کو پیسے دیے اور پھر گھر میں داخل ہوئے۔ میں وہاں تاخیر سے پہنچا تھا، بعد میں برادرم حماد الحق نے مجھے ایسے ہی بتایا۔

❁ ایک دفعہ مدینہ یونیورسٹی سے واپسی پر جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں بعد نمازِ فجر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کو ملنے گیا تو درس کے بعد فرمانے لگے کہ آؤ آپ کو گھر سے ناشتا کرائیں۔ جب گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہونے لگے تو کسی نے جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ کے لیے گوشت کا ایک پیکٹ بھی رکھ دیا اور ڈرائیور کو ہدایت دی کہ اسے مدرسے میں پہنچا دیں۔ جب گاڑی مدرسے سے گزر کر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے گھر کی طرف بڑھنے لگی تو حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ڈرائیور سے کہا: گاڑی روکو۔ پھر فرمایا: واپس مدرسے کی طرف چلو اور وہاں گوشت پہنچاؤ، پھر مجھے گھر لے کر جانا۔ اور ڈرائیور کو مخاطب کر کے فرمانے لگے: میں پہلے بھی آپ کو کئی بار کہہ چکا ہوں کہ جب بھی مدرسے کی کوئی چیز گاڑی میں ہو تو پہلے مدرسے میں وہ چیز دے کر بعد میں مجھے گھر چھوڑنے جایا کرو۔

حالانکہ آپ کا گھر مدرسے سے زیادہ دور نہیں تھا، آپ کو گھر چھوڑ کر بھی وہ چیز مدرسے میں جا سکتی تھی، جبکہ ڈرائیور نے گاڑی بھی آپ کو گھر چھوڑنے کے بعد مدرسے ہی میں کھڑی کرنی تھی، لیکن آپ نے اتنا بھی گوارا نہ کیا کہ کوئی شخص مدرسے کی ادنیٰ سی چیز بھی آپ کے گھر کی طرف جاتے ہوئے دیکھے۔

ورع و احتیاط کی ایسی مثالیں شاید ہی کہیں اور نظر آئیں۔ ایسے نصیحت آمیز واقعات میں یقیناً ان لوگوں کے لیے عبرت کا سامان ہے جو اپنے زیرِ نگرانی چلنے والے اداروں کی ہر چیز کو اپنے لیے مالِ مفت دلِ بے رحم کے مصداق مباح سمجھتے اور ہر طرح سے ان کے وسائل کا استحصال کرتے ہیں۔

الغرض ایسے سیکڑوں واقعات ہیں جو حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے زہد و ورع اور تقویٰ و خشیت الٰہی پر

دلالت کرتے ہیں۔

علومِ شریعت میں اتقان ورسوخ:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو علومِ شریعت میں ملکہ راسخہ سے نوازا تھا، جس کی شہادت ہر وہ شخص دے گا جو آپ کے حلقہ درس میں بیٹھنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوا ہے یا اسے آپ کی تصانیف کے مطالعے کا موقع ملا ہے۔ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی بے نظیر محققانہ تالیف ''إرشاد القاری إلی نقد فیض الباری'' شائع ہونے کے بعد جب عرب علما نے دیکھی تو کہنے لگے کہ اس کتاب سے محدثین کرام کی یاد تازہ ہوگئی ہے۔

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی یہ کتاب تمام علوم وفنون کو جامع ہے، جس میں ہر فن کے مباحث پڑھنے کو ملتے ہیں۔ آپ تمام علومِ شریعت میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے، حتی کہ آپ کے اساتذہ کرام بھی آپ کی غیر معمولی قابلیت کے ثنا خواں تھے۔

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) بیان کرتے ہیں:

''حضرت الاستاذ حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ سے ایک دن ہم طلبہ نے سوال کیا کہ آپ کے شاگردوں میں اس وقت سب سے زیادہ لائق، ذہین اور فطین کون ہے جس پر آپ کو اعتماد ہو؟ انھوں نے کہا:

> ''عبدالمنان نورپوری ہے۔ اس نے میری کتاب ''تحفة الإخوان'' خود حل کر کے مجھے سنائی ہے، حالانکہ یہ کتاب ایسی دقیق ترین ہے کہ میں نے لکھ کر مولوی عبدالرشید نعمانی حنفی کو بھیجی تھی تاکہ وہ اسے پڑھے اور استفادہ کرے لیکن اسے اس کی سمجھ ہی نہیں آئی تھی، اس نے اسی طرح واپس کردی۔''

''میں کہتا ہوں کہ حضرت الحافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی مصنفہ کتب میں بعض دقیق ترین عبارتیں بھی پائی جاتیں ہیں، جنھیں ہر معمولی عالم سمجھنے کی استطاعت نہیں رکھتا، اس لیے کہ انھوں نے غامض مسائل پر بھی بحث کی ہے، اور بحث بھی وہ تقلیدی طور پر نہیں کرتے تھے بلکہ مجتہدانہ بصیرت سے گفتگو

کرتے تھے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ یا حافظ ابن القیم یا علامہ ابن حزم یا علامہ ابن الوزیر یمنی وغیرہم محققانہ بحث کیا کرتے تھے۔ لیکن ہمارے شیخ حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا راسخ ملکہ عطا فرمایا ہے کہ وہ عام فنی درسی وغیر درسی کتب میں دقیق ترین عبارات کو جلد ہی سمجھ جاتے ہیں اور عام آسان الفاظ ہی میں ان کا مطلب سمجھا دیتے ہیں، اور بات کی تہہ اور مصنفین کی اصلی غرض تک ان کی رسائی جلد ہی ہو جاتی ہے۔ فیض الباری کے حاشیہ میں حضرت الحافظ استاذ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی عباراتِ غامضہ کا مطلب بھی واضح کر دیتے ہیں، ورنہ کسی اور کے بس کی بات نہیں تھی کہ وہ حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی عباراتِ غامضہ کو سمجھ جائے۔ ہمارے شیخ حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب کی تنقیدی تعلیقات وفوائد حافظ محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی تعلیقات سے کہیں زیادہ ہیں، جنھوں نے ''ارشاد القاری'' کو ایک خاص رونق وجلا بخشی ہے۔''

(مقالات محدث گوندلوی، ص: ۲۵)

❁ ایک دفعہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ جب میں نے اپنے شیخ حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ کو ''تحفۃ الاخوان'' مکمل پڑھ کر سنائی تو میری قراء ت کے دوران میں حافظ صاحب رحمہ اللہ نے کتاب میں کہیں کوئی تصحیح نہ کروائی۔ صرف ایک مقام پر حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ یہ لفظ صیغہ معلوم کے ساتھ ہے، جس پر میں نے عرض کی کہ یہ لفظ صیغہ مجہول کے ساتھ بھی درست معلوم ہوتا ہے۔ حضرت حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد فرمانے لگے کہ ہاں یوں بھی درست ہے۔

❁ جب ہم نے حضرت حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ کی کتاب ''الاصلاح'' شائع کرنے کا ارادہ کیا تو اس میں مختلف علوم وفنون اور منطق وکلام کے مفصل مباحث کی وجہ سے استادِ محترم حافظ نور پوری رحمہ اللہ سے مراجعت کروانے کا فیصلہ کیا، تاکہ اس میں کسی قسم کی علمی واصولی اغلاط نہ رہ جائیں۔ جب میں نے اس سلسلے میں حافظ صاحب نور پوری رحمہ اللہ سے بات کی تو آپ نے عدم فرصت کی بنا پر معذرت کی۔ پھر میں نے حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ سے کتاب ''الاصلاح'' کے کمپوز شدہ مسودے پر مراجعت کے لیے رابطہ کیا اور کہا کہ اس کتاب میں مختلف علوم وفنون کے دقیق مباحث کی بنا پر ہم چاہتے

ہیں کہ آپ طباعت سے پہلے ایک دفعہ اس کی مراجعت فرما دیں تو حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب فرمانے لگے:

''بھائی! یہ فنون ہم میں سے صرف حافظ عبدالمنان صاحب ہی بہتر طور پر سمجھتے ہیں، اس لیے آپ انھیں سے مراجعت کروائیں۔''

چنانچہ میں دوبارہ حضرت حافظ صاحب نورپوری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کتاب کی مراجعت کے لیے اصرار کیا تو وہ راضی ہو گئے اور انھوں نے کتاب کا مکمل مراجعہ کیا، طباعتی اغلاط کی تصحیح فرمائی اور جا بجا حواشی لکھے، جس میں بعض علمی و اصولی اغلاط کی تصحیح فرمائی، پھر یہ کتاب آپ کی مراجعت کے ساتھ طبع کی گئی۔

❁ شیخ الحدیث والتفسیر حافظ محمد الیاس اثری حفظہ اللہ حضرت حافظ صاحب نورپوری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ایک مجلس میں فرما رہے تھے کہ میں عموماً کئی مسائل کی تحقیق کے لیے آپ کی طرف رجوع کیا کرتا تھا جس کی وجہ سے بڑے بڑے پیچیدہ مسائل کی گتھیاں سلجھ جایا کرتی تھیں آپ میرے لیے بہت بڑا سہارا تھے لیکن اب کوئی ایسا اور نظر نہیں آتا، اور یہ بات درست ہے کہ عوام الناس کے مسائل حل کرنے کے لیے بہت سے علما موجود ہیں، لیکن علما کے مسائل حل کرنے کے لیے ایسی اور کوئی شخصیت نظر نہیں آتی۔

اسی طرح حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے دن آپ کے استاد شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی حفظہ اللہ فرما رہے تھے کہ مجھے کراچی تا خیبر ایسا کوئی اور عالم نظر نہیں آتا، اور اس (حافظ نورپوری رحمہ اللہ) نے اپنے جیسا کوئی عالم اپنے بعد نہیں چھوڑا۔

غرضکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی ذہانت و فطانت اور علوم وفنون میں اس قدر اتقان ورسوخ سے نوازا تھا، جس کی آپ کے اقران و اماثل میں کوئی نظیر نہیں۔

فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری حفظہ اللہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ زہد و ورع

اورعلم وفضل کی جامعیت کے اعتبار سے اپنے اقران واماثل میں ممتاز ہیں، اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو علم وفضل کے ذروۂ علیا پر فائز کیا ہے، وہاں آپ کو عمل وتقویٰ کی خوبیوں اوراخلاق وکردار کی رفعتوں سے بھی نوازا ہے، علاوہ ازیں اوائل عمر ہی سے مسند تدریس پر جلوہ افروز ہونے کی وجہ سے آپ کو علوم وفنون میں بھی جامعیت یعنی معقول اور منقول دونوں علوم میں یکساں عبوراور دسترس حاصل ہے۔زادہ اللہ علماً و شرفاً و بارك في حياته و جهوده و كثر اللہ أمثاله فينا. تدریسی وتحقیقی ذوق،خلوص و للّٰہیت اور مطالعہ کی وسعت و گہرائی کی وجہ سے آپ کے اندر جو علمی رسوخ، محدثانہ فقاہت اور استدلال و استنباط کی قوت پائی جاتی تھی، اس نے آپ کو مرجع خلائق بنایا ہوا تھا، چنانچہ عوام ہی نہیں خواص بھی، اَن پڑھ ہی نہیں علماء وفضلاء بھی، اصحابِ منبر ومحراب ہی نہیں، اہل تحقیق واہل فتویٰ بھی مسائل کی تحقیق کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ تدریسی وتصنیفی مصروفیات کے باوجود بھی سب کو اپنے علم کے چشمۂ صافی سے سیراب فرماتے۔

اخلاق وشمائل

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ علم وعمل اور سیرت و کردار کے بلند مقام پر فائز تھے، جس کا احاطہ کرنا ہمارے بس میں نہیں۔تاہم ذیل میں حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے کردار وعمل اوراخلاق کے حوالے سے بطورِ مشت نمونہ ازخروارے چند نمایاں خوبیوں کا ذکر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

❀ افشاء السلام:

آپ نے اپنے اس عمل کے ذریعے سے کئی مخالفین کے دل موہ لیے اور وہ آپ کے قریب آ گئے، جس کی بنا پر انھیں راہِ ہدایت نصیب ہوئی۔جب آپ نے جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں درس وخطابت کا آغاز کیا تو بعض پہلوان نما، کسی کو خاطر میں نہ لانے والے حضرات آپ کی صاف گوئی اور شرعی مسائل میں دوٹوک موقف بیان کرنے کی بنا پر آپ سے نالاں رہا کرتے تھے، لیکن آپ آتے جاتے ان کو بھی سلام کرتے اور خیریت دریافت کرتے تھے، چنانچہ وہ رفتہ رفتہ آپ سے مانوس ہو گئے اور آپ کی مجلس میں بیٹھ کر آپ سے فیض یاب ہونے لگے، جس کے نتیجے میں ان کی کایا پلٹ گئی اور وہ اپنے

کردار اور صورت وشکل میں پہلے سے کہیں زیادہ سنت کی پابندی کرنے لگے۔

ایک مرتبہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے بتایا کہ ایک دن میں نماز کے لیے مسجد کی طرف جارہا تھا تو راستے میں ایک دکاندار نے بلند آواز سے ٹیپ ریکارڈر پر موسیقی لگائی ہوئی تھی، جب اس نے مجھے دیکھا تو گانے کی آواز بند کردی۔ میں اسے سلام کہنے کے بعد گزر گیا، جب میں نماز پڑھنے کے بعد واپس آیا تو اس کی دکان سے پھر موسیقی کی آواز آرہی تھی، لیکن جب اس نے مجھے دیکھا تو گانے کی آواز بند کردی، جب میں قریب آیا تو میں نے اسے سلام کیا اور کہا: اللہ کے بندے! تم نے دوبار میری وجہ سے گانے کی آواز بند کی ہے، حالانکہ تم ایسا نہ بھی کرتے تو میں نے تمھیں کیا کہنا تھا؟ تمھیں چاہیے کہ خوفِ خدا رکھتے ہوئے اس عمل سے تائب ہوجاؤ۔ چنانچہ اس دکان دار نے عہد کیا کہ آئندہ میں موسیقی نہیں سنا کروں گا۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ عقیدہ ومسلک کا امتیاز کیے بغیر ہر گزرنے والے کو سلام کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے آپ سے پوچھا کہ کیا اہل بدعت کو سلام کہنا درست ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ درست ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کو سلام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلے میں حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ چھوٹے بڑے، واقف ناواقف اور ہر گزرنے والے کو سلام کہنے میں پہل کیا کرتے تھے، اور اگر کسی جگہ تشریف لے جاتے وہاں موجود قریب و بعید ہر شخص کو آگے بڑھ بڑھ کر سلام کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں بعد نمازِ فجر درس قرآن کے بعد ہم چند لوگ آپ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے باہر سے صوفی عائش محمد صاحب کو مسجد میں داخل ہوتے دیکھا، وہ وضو کرنے کے لیے طہارت خانے کی طرف گئے تاکہ تحیۃ المسجد ادا کرنے کے بعد حافظ صاحب کے پاس بیٹھیں، لیکن آپ کو دیکھنے کے بعد حافظ صاحب اپنی جگہ سے اٹھے اور آگے بڑھ کر صوفی صاحب کو سلام کیا اور ان کو گلے لگایا۔ خیریت دریافت کرنے کے بعد صوفی صاحب آپ سے پوچھنے لگے کہ مجھے کوئی کتاب بتائیں جو میں پڑھا کروں، تو حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے: ''آپ صحیح بخاری اور صحیح مسلم پڑھا کریں۔''

صوفی صاحب یہ سن کر بڑے محظوظ ہوئے اور کہنے لگے کہ میں نے علامہ بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ سے بھی یہی سوال کیا تھا تو انھوں نے بھی مجھے آپ جیسا جواب دیا تھا۔

اس سلسلے میں حافظ صاحب رحمہ اللہ کے سینکڑوں واقعات ہیں جن کی برکات کا آپ کے قریب رہنے والوں نے بخوبی مشاہدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اسی نہج و عمل کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور ایسے لوگوں کو ہدایت دے جو سلام کرنے اور خصوصاً سلام میں پہل کرنے میں۔ معاذ اللہ۔ اپنی ہتک خیال کرتے ہیں۔

❀ بیمار پرسی:

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی عادت تھی کہ جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں بعد نمازِ فجر درس قرآن سے فراغت کے بعد عموماً تیمارداری کے لیے جایا کرتے تھے۔ شیخ محمد یوسف رحمہ اللہ وان سوتر والے (صدر جامعہ محمدیہ) بھی آپ کے ساتھ ہی نمازِ فجر کے لیے گاڑی پر آیا جایا کرتے تھے۔ درس سے فراغت کے بعد جب حافظ صاحب کسی بیمار کی مزاج پرسی کرنے جاتے تو وہ ازراہِ خوش طبعی کہا کرتے تھے:

''حافظ صاحب! اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص کا گدھا بیمار ہے تو آپ ضرور اس کی بھی عیادت کرنے چلے جائیں گے..!''

اس سلسلے میں آپ کی عادت تھی کہ جب آپ کسی دوسرے شہر میں درس و تبلیغ کے لیے تشریف لے جاتے تو عموماً وہاں درس کے بعد کسی مریض کی عیادت کرنے کے بعد واپس آیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حافظ صاحب رحمہ اللہ معروف محقق ڈاکٹر شمس الدین افغانی رحمہ اللہ کی عیادت کرنے پشاور گئے تو انھوں نے آپ سے معانقہ کیا اور آپ کو پیشانی پر بوسہ دیا، اور کافی دیر وہاں علمی باتیں ہوتی رہیں۔ اثنائے گفتگو میں ڈاکٹر صاحب کہنے لگے کہ حافظ صاحب! آپ نے اپنی کتاب ''ارشاد القاری إلی نقد فیض الباری'' میں بڑا نرم انداز اپنایا ہے۔ کاش یہ میری تالیف ہوتی...! (کیونکہ ڈاکٹر شمس الدین صاحب کے مزاج میں تشدد کا عنصر غالب تھا)

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی عادت تھی کہ اگر اپنے رفقا میں سے کوئی شخص نظر نہ آتا تو اس کی خیریت

دریافت کیا کرتے تھے، اور اگر وہ بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کے لیے اُس کے گھر چلے جایا کرتے تھے۔
ایک مرتبہ مدینہ یونیورسٹی میں تعطیلات کے دنوں میں مَیں نے جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں درس قرآن کے بعد آپ سے آپ کی کتاب "نخبة الأصول تلخيص إرشاد الفحول" پڑھنی شروع کی تو اس دوران میں مَیں چند دن حاضر نہ ہوسکا، حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ہمارے دوست مولانا عثمان غنی صاحب سے کہا کہ پتا کرو کہیں وہ بیمار تو نہیں ہیں؟

❁ نمازِ جنازہ کا اہتمام:

عموماً لوگوں کی خواہش ہوتی تھی کہ نمازِ جنازہ حضرت حافظ صاحب نورپوری رحمہ اللہ سے پڑھوائیں، چنانچہ اس ضمن میں لوگ اپنی وصیت میں آپ کا نام لکھا کرتے تھے، جس کی مثالیں سینکڑوں سے متجاوز ہیں۔ ابھی چند ماہ قبل معروف عالم دین مولانا حافظ محمد اسماعیل صاحب حافظ آبادی فوت ہوئے تو ان کی وصیت تھی کہ میرا جنازہ حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب پڑھائیں۔
ایک دفعہ آپ پر فالج کا حملہ ہوا تو آپ چند دن ہسپتال میں زیرِ علاج رہ کر گھر واپس آئے اتفاق سے جب آپ گھر پہنچے تو تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص آپ کو نمازِ جنازہ پڑھوانے کے لیے لینے آ گیا، آپ فوراً تیار ہوگئے، آپ کے گھر والے آپ کو روکتے رہے، لیکن آپ نمازِ جنازہ پڑھانے چلے گئے۔
اگر آپ نے جنازہ نہ بھی پڑھانا ہوتا، پھر بھی بڑے اہتمام سے نمازِ جنازہ میں شرکت کرتے تھے اس سلسلے میں دور دراز کا سفر بھی کرتے اور ہر جگہ قبل از وقت پہنچنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ جب مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ فوت ہوئے تو ہم نے جنازے کے بعد آپ کو فیصل آباد میں ایک پروگرام میں لے کر جانا تھا، جب ہم قدرے تاخیر سے گاڑی لے کر آپ کے گھر پہنچے تو آپ نے ناراضی کا اظہار کیا اور فرمانے لگے کہ ہمیں وہاں پہلے پہنچنا چاہیے تھا، تاکہ مولانا شیخوپوری رحمہ اللہ کے ورثاء سے ملتے اور ان سے اظہارِ افسوس کرتے۔ آپ کے ساتھ متعدد مرتبہ نماز جنازہ میں شمولیت کا موقع ملا، لیکن کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے اپنے آپ کو نمایاں کر کے یا کسی اور طرزِ عمل سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہو کہ آپ کو نمازِ جنازہ پڑھانے کا موقع ملے، حالانکہ کئی لوگ آگے بڑھ کر خود کو اس انداز سے نمایاں کرتے

ہیں، بلکہ بسا اوقات اپنی زبان سے کہہ دیتے ہیں، بالخصوص کسی بڑے جنازے میں تو لوگوں سے الجھ پڑتے ہیں کہ نمازِ جنازہ انھیں پڑھانے دی جائے،لیکن حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ ان تمام رذائل اور صفات مذمومہ سے پاک تھے،آپ جتنا چھپتے تھے،لوگ اتنا آپ کو ڈھونڈتے اور آپ جس قدر پیچھے ہٹتے،لوگ اس سے کہیں زیادہ محبت وعقیدت کے ساتھ آپ کو آگے کیا کرتے تھے۔

❁ مہمان نوازی:

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی عادت تھی کہ ہر آنے والے مہمان کی موسم کے مطابق مہمان نوازی کیا کرتے تھے۔کوئی بڑا ہو یا چھوٹا، واقف ہو یا ناواقف، جیسے ہی آپ کے گھر میں داخل ہوتا،آپ فوراً اپنے چھوٹے بیٹے عبداللہ کو آواز دیتے اور کوئی مشروب لانے کا کہا کرتے تھے،اور اگر کوئی بچہ گھر میں نہ ہوتا تو مہمان کو دیکھ کر فوراً کھڑے ہوتے اور خود برتن اٹھا کر مہمان کو کھانا یا چائے پیش کیا کرتے تھے۔ یہ آپ کا ایسا متواتر ومحبوب عمل تھا کہ آپ کے گھر میں آنے والا شخص ممکن ہی نہیں کہ کچھ کھائے پیے بغیر واپس آیا ہو۔اور اگر کوئی شخص نماز مغرب کے بعد آپ کے گھر جاتا تو آپ اسے کھانا کھلایا کرتے تھے آپ کے طرزِ عمل سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ نماز مغرب کے بعد آپ اس انتظار میں تھے کہ کوئی مہمان آئے تو اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں۔کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ کسی پروگرام سے واپسی پر حافظ صاحب رحمہ اللہ کو ان کے گھر اتارنے گئے تو بصد اصرار اندر بٹھایا اور مشروب سے تواضع کی، بلکہ جب واپسی پر گاڑی میں متعدد افراد ہوتے تو راستے ہی میں گھر والوں کو فون پر وقت کی مناسبت سے چائے یا کھانا تیار کرنے کا کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم اتنے افراد اتنی دیر تک گھر پہنچ رہے ہیں، ہمارے آنے تک چائے یا کھانا تیار کر دیں۔

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حافظ عبداللہ شیخوپوری صاحب ہماری مسجد میں تقریر کرنے آئے تو جلسہ ختم ہونے کے بعد میں نے گزارش کی کہ آج رات آپ ہمارے گھر میں بسر کریں اور صبح واپس جائیں،لیکن حافظ صاحب فرمانے لگے کہ صبح نماز کے بعد ہمیں بہت دیر ہو جائے گی،اس لیے ہم ابھی جانا چاہتے ہیں۔حافظ صاحب فرماتے ہیں: میں نے کہا کہ آپ فکر نہ کریں،

نماز پڑھنے کے فوراً بعد آپ چلے جائیں، آپ لیٹ نہیں ہوں گے۔

حافظ صاحب نورپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب نمازِ فجر کے لیے ہم بیدار ہوئے اور حافظ شیخوپوری صاحب طہارت خانے میں وضو کرنے گئے، تو ہم نے ان کے آنے تک دستر خوان لگا کر وہاں کھانا لگا دیا ہوا تھا، جب حافظ شیخوپوری رحمہ اللہ کمرے میں داخل ہوئے تو وہاں کھانے سے مرصع دستر خوان دیکھ کر بڑے حیران ہوئے۔ میں نے کہا کہ حافظ صاحب میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ صبح لیٹ نہیں ہوں گے اور آپ نمازِ فجر کے فوراً بعد چلے جائیں، اس لیے آپ کا ناشتا تیار ہے، آپ نماز کے فوراً بعد نکل سکتے ہیں۔ حافظ شیخوپوری صاحب یہ سب دیکھ کر بڑے حیران اور محظوظ ہوئے اور ناشتہ کرنے کے بعد نمازِ فجر ادا کرتے ہی روانہ ہوگئے۔

❁ نوافل کا اہتمام:

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ سنن ونوافل کا غیر معمولی التزام کیا کرتے تھے جب آپ فجر کی نماز کے بعد درسِ قرآن سے فارغ ہوتے تو آپ کے اردگرد لوگ مسائل دریافت کرنے کے لیے بیٹھ جاتے، اسی دوران میں جب نمازِ اشراق کا وقت ہوتا تو دو نفل پڑھ کر گھر روانہ ہوتے تھے۔ اسی طرح حافظ صاحب رحمہ اللہ سنن رواتب کا بھی شدید التزام کیا کرتے تھے، اگر کسی مصروفیت کی بنا پر نماز سے قبل سنن رواتب ادا نہ کر پاتے تو فرض نماز ادا کرنے کے بعد نماز سے پہلے والی نفلی رکعات کی قضا دیا کرتے تھے، اور سفر میں آپ نمازِ فجر سے پہلے دو رکعات اور بعد نمازِ مغرب بھی دو رکعات پڑھا کرتے تھے۔

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ مدت العمر نمازِ تہجد کی پابندی کرتے رہے، تہجد میں آپ زیادہ سے زیادہ وتر سمیت تیرہ رکعات پڑھنا مسنون قرار دیتے تھے۔ نمازِ تہجد میں آپ عموماً کم وبیش ربع پارہ تلاوت کرتے، جبکہ رمضان میں سحری سے پہلے آپ دو رکعتوں میں دو پارے سنایا کرتے تھے۔

❁ نفلی روزوں کا التزام:

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کثرت سے نفلی روزے رکھتے تھے کئی بار ڈاکٹروں نے بیماری کی بنا پر نفلی

روزے ترک کرنے کا مشورہ بھی دیا، لیکن آپ حتی الوسع ان کی پابندی کرتے رہے۔ آپ سوموار، جمعرات، جمعہ اور ایام بیض (چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ) کے روزے رکھا کرتے تھے۔ اور شعبان کے اکثر اور ماہِ محرم کے مکمل روزے رکھتے۔ اسی طرح ذوالحجہ کے بھی نو روزے رکھا کرتے تھے۔ آپ کے اس مبارک عمل کی بنا پر لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے نفلی روزوں کا اہتمام شروع کیا میں متعدد ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جن کی اس مسنون و مبارک عمل کی وجہ سے کایا پلٹ گئی اور وہ اپنی سیرت و کردار میں مکمل طور پر شریعت کی پابندی کرنے لگے۔

❁ قرآن مجید سے غیر معمولی شغف:

آپ نے علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ حافظ عبدالرحمٰن ثانی صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب آپ جامعہ شرعیہ (دال بازار گوجرانوالہ) میں مدرس تھے تو فارغ وقت میں آپ نے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کر دیا۔ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے حفظ القرآن کا آغاز کیا تو رمضان شروع ہونے میں پانچ چھ ماہ باقی تھے، چنانچہ میں نے عزم مصمم کیا کہ رمضان سے پہلے حفظ القرآن مکمل کرنے کے بعد نمازِ تراویح میں سناؤں گا۔ آپ نے پہلے تیسویں پارے سے لے کر اکیسویں پارے تک دس پارے حفظ کیے اور پھر پہلے پارے سے لے کر اٹھارہویں پارے تک اٹھارہ پارے رمضان سے پہلے مکمل حفظ کر لیے۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رمضان کا چاند طلوع ہو گیا، لیکن میں انیسواں اور بیسواں پارہ حفظ نہ کر سکا، پھر بھی میں اپنے گاؤں نور پور نمازِ تراویح میں قرآن مجید سنانے چلا گیا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اٹھارہ دنوں میں اٹھارہ پارے نمازِ تراویح میں سنا دیے، اور جب انیسویں اور بیسویں پارے کی باری آئی تو صبح سے لے کر شام تک یاد کر کے میں نے باری باری یہ دونوں پارے بھی سنا دیے، پھر بقیہ دنوں میں مکمل قرآن مجید بھی نمازِ تراویح میں سنا دیا۔

قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد نمازِ تہجد میں آپ بالالتزام اس کی تلاوت کرتے اور کبھی آپ نے اس سلسلے میں لاپرواہی نہیں کی۔ آپ نے مسلسل کئی برس تک نمازِ تراویح میں قرآن مجید سنایا اور ایک دفعہ

چھٹیوں میں آپ نے قاری محمد یونس پانی پتی رحمہ اللہ سے دورہ تجوید بھی کیا۔ بعدازیں آپ کا معمول یہ تھا کہ ہر سال رمضان میں سحری سے پہلے دو رکعتوں میں باجماعت دو پارے سنایا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اول وقت سے پچھلا پہر نماز کے لیے افضل ہے اور اکیلے پڑھنے سے باجماعت پڑھنا بہتر ہے اور مسجد میں پڑھنے کی بجائے گھر میں نفل نماز ادا کرنا اولیٰ ہے۔ اس لیے اگر کوئی بندہ بعد نمازِ عشاء کے بجائے پچھلے پہر باجماعت نمازِ تہجد وتراویح گھر میں پڑھ لے تو یہ سب سے افضل ہے۔

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ رمضان شروع ہونے کے بعد اپنے تصنیفی وعلمی کام چھوڑ کر سارا وقت قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اپنی کتاب نظرثانی کے لیے آپ کی خدمت میں پیش کی تو حافظ صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ رمضان میں تلاوتِ قرآن کی مصروفیت کی بنا پر میرے پاس وقت نہیں ہوتا۔

حافظ عبدالرحمٰن ثانی صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے حفظ القرآن مکمل کیا تو والد صاحب رحمہ اللہ رمضان میں مجھے نورپور لے گئے اور نمازِ تراویح میں میرے پیچھے کھڑے ہو کر آپ نے مکمل قرآن مجید سنا، اور اگلے سال مجھے وزیرآباد لے جا کر بھی مکمل قرآن مجید سنا، پھر کئی بار اپنی مسجد قدس اہلحدیث سرفراز کالونی میں میرے پیچھے کھڑے ہو کر قرآن مجید سنتے رہے۔

حضرت حافظ رحمہ اللہ کے دونوں بیٹے اور چار بیٹیاں ماشاءاللہ حافظ قرآن ہیں اور تمام بیٹیوں کو آپ نے گھر ہی میں خود حفظ کروایا تھا۔ آپ کی دو بیٹیوں نے چار ماہ اور دو نے چھ ماہ میں آپ سے مکمل قرآن حفظ کیا تھا۔

علاوہ ازیں حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ چودہ سال جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں بعد نمازِ فجر درسِ قرآن دیتے رہے۔ آپ نے ترتیب وار سورت فاتحہ سے درسِ قرآن کا آغاز کیا اور وفات سے قبل سورت فاطر کی آیت ﴿اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ [الفاطر: ۸] پر درس دیا تھا۔ بحمداللہ تعالیٰ آپ کے یہ تمام دروسِ قرآن اور خطباتِ جمعہ جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں آڈیو کیسٹوں

میں ریکارڈ شدہ موجود ہیں، جن میں سے تا حال صرف سورت فاتحہ کی تفسیر طبع ہوئی ہے۔
اسی طرح حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ جامعہ محمدیہ (جی ٹی روڈ) میں صحیح بخاری کے طلبہ کو بھی ایک سال میں مکمل قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر بھی پڑھایا کرتے تھے۔ نیز آپ نے علوم القرآن کے سلسلے میں ایک مستقل کتاب "زبدة التسفير لوجه التفسير" بھی تالیف کی جو مطبوع ہے۔

❁ جود وسخا:

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ اپنی استطاعت کے مطابق فراخ دلی سے اللہ کے راستے میں خرچ کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے آپ کو اشیاءِ خورونوش کی ایک کثیر مقدار تقسیم کرنے کے لیے بھجوائی تو آپ نے وہ تمام اشیا محلے میں بانٹ دیں اور کوئی معمولی سی چیز بھی اپنے گھر والوں کو نہ دی۔
آپ ہر ماہ با قاعدگی سے جامعہ محمدیہ کے لیے ایک مخصوص رقم دیتے اور نمازِ جمعہ کے بعد بھی با قاعدگی کے ساتھ مسجد کے فنڈ میں حصہ ڈالتے تھے۔ اس سلسلے میں حضرت حافظ رحمہ اللہ حدیث نبوی ((مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيْلِ اللهِ نُوْدِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ...)) سے استدلال کرتے ہوئے کسی بھی مالیت کے دو نوٹ مسجد کے فنڈ میں جمع کرایا کرتے تھے۔
ایک مرتبہ انتظامیہ مسجد محمدیہ نے آپ کی بیماری کی وجہ سے شدید اصرار کر کے آپ کو ایک خطیر رقم دی تو آپ نے رقم لینے کے بعد جامعہ محمدیہ کے فنڈ میں جمع کروادی۔ اسی طرح جب آپ نے اپنی بیٹھک کی دیواروں میں کتابوں کے لیے الماریاں بنالیں تو لوہے کی الماریاں (جو اچھی خاصی مالیت کی تھیں) جامعہ محمدیہ کو دے دیں، جو آج بھی اسلامی دار المطالعہ نیائیں چوک میں موجود ہیں۔

❁ حق گوئی:

آپ صاف گوئی کے عادی اور حق بیانی کے خوگر تھے۔ جب بھی کہیں کوئی خلافِ شریعت امر دیکھتے تو فوراً اسے روکنے کی کوشش کرتے۔

ایک دفعہ آپ نے بتایا کہ میں ایک مرتبہ بس میں سوار تھا تو ڈرائیور نے ٹیپ ریکارڈ پر گانے لگا دیے۔ میں نے کنڈیکٹر کو سمجھایا کہ گانے بند کر دو، اس نے موسیقی بند کر دی، لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر

موسیقی کی آواز آنے لگی، میں نے دوبارہ اسے منع کیا تو کہنے لگا کہ حافظ صاحب میں کیا کروں...؟ آپ موسیقی لگانے سے روکتے ہیں اور دوسری سواریاں موسیقی لگانے پر اصرار کرتی ہیں، آپ ہی بتائیں میں کس کی بات مانوں؟ حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اسے کہا کہ تم ہم دونوں میں سے کسی کی بات نہ مانوں بلکہ صرف اللہ اور اس کے رسول کی بات مانو، چنانچہ وہ سمجھ گیا اور اس نے گانے بند کر دیے۔

اگر حافظ صاحب رحمہ اللہ موبائل ٹیونز میں کوئی موسیقی والی آواز سنتے تو فوراً ٹوک دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حافظ صاحب کے ساتھ ہم چند ساتھی ایک دعوت میں شریک تھے کہ اسی دوران میں مجلس میں شریک ایک عالم دین کے موبائل پر موسیقی والی گھنٹی سنائی دی تو حافظ صاحب انھیں مخاطب کرنے کے بعد فرمانے لگے: ''مولانا! یہ آپ کے شایانِ شان نہیں ہے...!''

ایک مرتبہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کی گلی میں ہیجڑے آئے تو آپ نے انھیں ناچ گانے سے منع کیا، جس کے جواب میں انھوں نے آپ سے بدتمیزی کا مظاہرہ کیا تو حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ان سے لڑائی مول لے لی، ان میں سے ایک کی پٹائی کر دی اور ان کا ناچ گانا بزور بند کرا دیا۔ کچھ دیر بعد جب جامعہ محمدیہ کے طلبا کو معلوم ہوا تو انھوں نے راستے میں ہیجڑوں کو پکڑ کر ان کی خوب چھترول کی۔ ایسے ہی جب آپ کے سامنے والے گھر میں (جو آپ کے ایک عزیز کی ملکیت تھا) رہائش پذیر کرائے داروں نے اپنے گھر میں کیبل لگوانا چاہی تو آپ نے انھیں زبردستی روک دیا۔

❁ فراخ دلی:

آپ کی شخصی صفات میں یہ ایسی خوبی تھی جس کی بنا پر بے شمار لوگ آپ کے گرویدہ اور آپ سے بے پناہ محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ آپ کا دل تمام رذائل سے محفوظ اور خصائل حمیدہ سے معمور تھا، آپ کے طرزِ عمل سے کبھی دوسروں کے لیے حسد، کینہ، بغض جیسے مکروہ عزائم کا احساس نہیں ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دل کی وسعت وطہارت اور عفت سے نوازا تھا، جب بھی آپ کے پاس کوئی طالب علم یا عالم دین راہنمائی کے لیے آتا تو آپ بشاشت قلبی اور وسعت ظرفی سے اس کے ساتھ

تعاون کرتے اور خصوصاً علمی و دینی منصوبہ جات میں دوسروں کی مکمل حوصلہ افزائی فرماتے، اسی وجہ سے ہر کوئی آپ ہی سے مشورہ کرنے اور راہنمائی کا متلاشی ہوتا، کیونکہ سب کو معلوم تھا کہ آپ جیسی خیر خواہی، فراخ دلی کا حامل اور رازداری کا پاسبان شاید ہی کہیں اور ملے۔

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ اپنے تلامذہ اور معاصر علماء کی علمی کاوشوں کے قدرداں اور دل کھول کر ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔

استادِ محترم نورپوری رحمہ اللہ اپنی بے نظیر کتاب "إرشاد القاري إلى نقد فيض الباري" (٤/ ٩٤) میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی کتاب "إرواء الغليل" کی ایک عبارت کی سیاق وسباق سے مناسبت سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، میں کئی دن اس عبارت کو سمجھنے کے لیے غور وفکر کرتا رہا، لیکن کوشش بسیار کے باوجود اس عبارت کی سیاق وسباق سے مناسبت مجھے سمجھ نہ آئی۔ اسی دوران میں مولانا عبدالرحمٰن ضیاء (استاذ الحدیث بجامعۃ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لاہور) مجھے ملنے آئے تو میں نے عبارت کھول کر ان کے سامنے رکھی اور کہا کہ یہ عبارت اپنے سیاق وسباق کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی۔ حافظ نورپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"انھوں نے کتاب لے کر دیکھی، اس کے آگے پیچھے سے متعدد صفحات دیکھے، پھر مختلف کتب: سبل السلام، نيل الأوطار اور تلخيص الحبير کا متواتر تین گھنٹے تک مراجعہ کرتے رہے، تب جا کر انھیں سمجھ آئی کہ یہاں کتاب کی عبارت میں طباعت کے وقت تقدیم وتاخیر ہوگئی ہے۔ چنانچہ اس طرح وہ عبارت حل ہوگئی۔"

تفصیل کے لیے شائقین "إرشاد القاري" کا محولہ بالا صفحہ دیکھ سکتے ہیں۔ ہمارا مقصود یہ ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ حضرت حافظ صاحب نورپوری رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اس کے باوجود آپ اپنی کتاب میں صراحتاً ان کا نام لے کر بتاتے ہیں کہ اس عبارت کو انھوں نے حل کیا تھا۔ پھر مزید دیکھیں کہ حافظ صاحب نورپوری رحمہ اللہ یہ ساری روداد لکھنے کے بعد انھیں دعائیہ کلمات سے نوازتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فجزى الله تبارك و تعالىٰ عبده عبد الرحمن الضياء، جزاء حسنا، وأذهب

أشجانه وأحزانه، إذهاباً عاجلاً كاملاً'' (إرشاد القاري: ٤/ ٩٤)

اسی طرح ایک دفعہ حضرت حافظ صاحب نورپوری رحمہ اللہ جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں خطبہ جمعہ کے دوران میں فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کی تردید کر رہے تھے تو فرمانے لگے کہ اس موضوع پر مولانا صفدر عثمانی صاحب نے (جو حافظ صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں) ایک رسالہ لکھا ہے، آپ لوگ اسے پڑھیں۔اسی طرح آپ نے اپنے متعدد خطوط میں (جو اَب آپ کی کتاب ''احکام ومسائل'' میں مطبوع ہیں) کئی لوگوں کو مولانا صفدر عثمانی صاحب کے مذکورہ رسالہ کی طرف مراجعت کا مشورہ دیا۔

❁ غیبت سے شدید نفرت:

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ اپنی مجلس میں کسی شخص کو غیبت اور چغلی کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے، اگر کوئی شخص کسی کی مذمت بیان کرنے لگتا تو فوراً اس کو ٹوک دیتے تھے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص آپ کی مجلس میں کسی عالم دین کا نام لے کر بغرض تردید مسئلہ پوچھنے لگتا تو آپ فوراً اُسے ٹوک دیتے اور فرماتے جس نے مسئلہ پوچھنا ہے، کسی عالم دین کا نام ذکر نہ کرے۔

ایک دفعہ جامعہ محمدیہ نیائیں چوک میں آپ تشریف فرما تھے کہ ایک بندہ آپ سے ایک عالم دین کا نام لے کر مسئلہ پوچھنے لگا، آپ نے بڑی سختی سے اسے منع کیا اور اس قدر سرزنش کی کہ وہ بے چارہ اپنی حرکت پر بڑا نادم ہوا۔اس طرزِ عمل سے وہاں بیٹھے ہوئے دوسرے لوگوں نے بھی عبرت حاصل کی اور کبھی آپ کے روبرو کسی شخص کی غیبت اور توہین کرنے کی جرأت نہ کی۔

ایک دفعہ کسی شخص نے آپ کے سامنے کہا کہ فلاں عالم دین کو کچھ نہیں آتا۔آپ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ کیا اسے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ...﴾ آتی ہے؟ تو وہ کہنے لگا کہ کیوں نہیں۔آپ فرمانے لگے کہ تم تو کہہ رہے تھے کہ اسے کچھ نہیں آتا...!

اسی طرح ایک مرتبہ ایک شخص کہنے لگا کہ فلاں عالم نے بلوغ المرام کی شرح لکھی ہے اور کوئی مفید کام نہیں کیا، بلکہ صرف فلاں فلاں شرح سے نقل کرتے ہوئے کتاب بنادی ہے۔آپ فرمانے لگے کہ یہ علم نقل ہی پر مبنی ہے، پھر کیا ہوا اگر اس نے دیگر شروح سے نقل کرتے ہوئے ایک اور شرح لکھ دی ہے..؟

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے ایسے طرزِ عمل کی وجہ سے آپ کی مجالس میں کسی شخص کو غیبت اور چغلی جیسے مکروہ عمل کے ارتکاب کی جرأت نہیں ہوا کرتی تھی۔

استادِ گرامی مولانا عبداللہ سلیم حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم مسجد مکرم اہلحدیث ماڈل ٹاؤن میں درسِ نظامی کے طالب علم تھے تو حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ ہمارا سالانہ امتحان لینے کے لیے تشریف لائے۔ جب امتحان ختم ہوا تو ہم طلبا نے آپ کی خدمت میں گزارش کی کہ ہمیں کوئی نصیحت فرمائیں۔ آپ فرمانے لگے کہ میں اور حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب حضرت حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ کی تیمارداری کرنے گئے تو ان سے عرض کی کہ استادِ محترم ہمیں کوئی نصیحت فرمائیں۔ یہ سن کر ہمارے شیخ حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ غیبت نہ کیا کرو۔ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حافظ صاحب نورپوری رحمہ اللہ ہم طلبا کو فرمانے لگے کہ میں بھی تمھیں یہی نصیحت کرتا ہوں کہ غیبت نہ کیا کرو۔

❁ اعترافِ حق:

آپ کی للّٰہیت اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی عالم دین یا طالب علم آپ کو کسی علمی معاملے میں سہو ونسیان پر متنبہ کرتا تو صحیح بات واضح ہونے کے بعد فوراً اسے قبول کر لیتے تھے۔

ایک دفعہ اثنائے درس میں حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ صلوٰۃ الضحیٰ کی چار رکعات ہیں۔ میں نے عرض کی کہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں چار سے زائد رکعات کا ذکر بھی موجود ہے۔ آپ فرمانے لگے کہ کیا واقعتاً ایسی روایت موجود ہے؟ میں نے عرض کی کہ میں نے خود پڑھا ہے۔ آپ فرمانے لگے کہ کتاب لے کر آؤ، جب میں نے کتاب سے یہ روایت ((أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ وَ يَزِيْدُ مَا شَاءَ)) [صحيح مسلم: ٧١٩] پیش کی تو آپ فرمانے لگے کہ درست ہے۔

علومِ شریعت میں مہارت تامہ اور ژرف نگاہی اور سالہا سال کی تدریس و تعلیم کی وجہ سے اگرچہ ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا تھا کہ نصوصِ شرعیہ میں سے کوئی چیز آپ کی یادداشت میں محفوظ نہ ہو لیکن اگر کبھی ایسا موقع آ جاتا تو آپ صحیح بات کو قبول کرنے میں کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے۔

❁ نصیحت اور خیر خواہی:

آپ کا سارا وقت عامۃ المسلمین کی ہدایت وارشاد کی خاطر درس و تدریس، دعوت و تبلیغ، دینی مسائل و احکام کی تحریری وتقریری ذمے داری اور تصنیف وتالیف میں گزرتا تھا۔ جب کوئی شخص آپ کے گھر میں دینی راہنمائی کے لیے آتا تو آپ اپنے علمی و تصنیفی مشاغل چھوڑ کر ہمہ تن گوش اس کی طرف متوجہ ہو جاتے اور جتنی دیر وہ چاہتا، آپ کے پاس بیٹھا رہتا۔ آپ نے کبھی کسی قسم کی ناگواری اور اکتاہٹ کا اظہار نہیں کیا، بلکہ آنے والے شخص کی وقت اور موسم کے مطابق مہمان نوازی کرتے اور اصرار کے ساتھ اسے چائے پلاتے یا کھانا کھلاتے۔

استادِ گرامی مولانا عبداللہ سلیم حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے گھر میں بیٹھا تھا تو آپ کو کسی نے فون کیا کہ ہم آپ سے ملنے آ رہے ہیں، یہ فون کرنے والے ناواقف تھے اور کوئی دینی مسئلہ پوچھنے کے لیے آپ کے پاس آنا چاہتے تھے۔ جیسے ہی فون بند ہوا، حافظ صاحب رحمہ اللہ نے گھر والوں کو کہہ دیا کہ دو بندے آ رہے ہیں، ان کے لیے کھانا تیار کر دیں، چنانچہ جب وہ آپ کے گھر میں داخل ہوئے تو اس وقت تک کھانا بھی دستر خوان پر رکھا جا چکا تھا۔

سفر و حضر میں جہاں بھی آپ دروس کے لیے جاتے لوگ عموماً دروس کے بعد آپ کے ارد گرد بغرض استفادہ اکٹھے ہو جایا کرتے تھے، عموماً یہ بابرکت مجالس کافی دیر تک لگی رہتی تھیں اور حافظ صاحب رحمہ اللہ ہر شخص کے سوال کا جواب دیا کرتے تھے۔

فضیلۃ الشیخ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی سفر پر میں حافظ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ تھا، تو اس دوران میں آپ کے موبائل پر بار بار لوگوں کے فون آ رہے تھے، میں نے یہ دیکھ کر کہا کہ اس سے بہتر ہے بندہ اپنے پاس موبائل ہی نہ رکھے۔ یہ سن کر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے: اس سے بھی تو لوگوں کو فائدہ ہی ہو رہا ہے..!

عموماً لوگ ملک اور بیرون ملک سے دینی راہنمائی کے لیے آپ کو خطوط لکھا کرتے تھے، آپ ہر خط کا جواب لکھتے اور اپنی جیب سے ڈاک کے اخراجات برداشت کیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں حیران کن بات یہ ہے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ جو بھی جواب یا فتویٰ لکھتے، اس کو دو دفعہ اپنے ہاتھ سے لکھا کرتے تھے، ایک نقل سائل کو روانہ کرتے اور دوسری اپنے پاس محفوظ رکھا کرتے تھے۔ اور آج جوابات وفتاویٰ کا

یہی محفوظ ذخیرہ ''احکام ومسائل'' کے نام سے مطبوعہ صورت میں لوگوں کے درمیان متداول ہے جو لوگوں کے لیے ایک بیش قیمت متاع ہے اور لکھنے والے کے لیے صدقہ جاریہ بھی۔ یقیناً اس عمل میں بھی آپ کے پیش نظر عامۃ الناس کی خیر خواہی اور راہنمائی ہی تھی۔ اللهم اغفرله وارحمه وارفع درجته في أعلىٰ عليين.

استقامت اور ثابت قدمی:

آپ کی صفات وخصائص میں استقامت اور اولوالعزمی بھی ایک نمایاں خوبی تھی۔ جس عمل کو آپ حق اور درست سمجھا کرتے تھے، ہمیشہ اس کی پابندی کرتے اور اسے ترک کرنا قطعاً گوارا نہ کرتے تھے۔ مثلاً حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کیمرے سے تصویر اور ویڈیو بنانے کو حرام قرار دیتے تھے، چنانچہ ساری عمر اس سے شدید اجتناب کرتے رہے۔ آخری سالوں میں آپ اس فتنے کے شیوع وظہور کی وجہ سے عموماً اپنے دروس کے آغاز میں فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شخص میری تصویر اور مووی نہ بنائے، اور اگر کسی نے لاعلمی میں اس عمل کا ارتکاب کیا اور مجھے معلوم ہو گیا تو پھر مجھ سے جو ہو سکا میں اس کے ساتھ وہ سلوک کروں گا کہ وہ یاد رکھے گا، اور آخرت میں بھی وہ شخص جواب دہ ہوگا۔

مولانا عبداللہ سلیم حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حافظ صاحب رحمہ اللہ رمضان کے مہینے میں درس قرآن کے لیے شیخوپورہ گئے، جب آپ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ویڈیو بنانے والا بندہ اپنے آلات کے ساتھ تیار کھڑا ہے۔ یہ دیکھ کر آپ نے درس دینے سے انکار کر دیا اور واپسی کا تہیہ کر لیا۔

منتظمین نے آپ کی منت سماجت کی اور ویڈیو نہ بنانے کا وعدہ بھی کیا، لیکن آپ اس جگہ درس دینے کے لیے راضی نہ ہوئے۔ بالآخر شرکائے مجلس کے شدید اصرار پر اس شرط کے ساتھ درس دینے کے لیے تیار ہوئے کہ سب لوگ اس عمل کو گناہ سمجھیں، اس سے توبہ کریں اور آئندہ کبھی اس کا ارتکاب نہ کرنے کا وعدہ کریں، اور جو دروس اب تک یہاں ماہِ رمضان میں ویڈیو پر ریکارڈ کیے گئے ہیں، ان سب کو ضائع کریں اور سی ڈیز توڑ ڈالیں۔ جب منتظمین جلسہ نے ایسا کرنے کا پختہ وعدہ کیا تو پھر آپ نے درس دیا۔

اسی طرح جب حافظ صاحب رحمہ اللہ سعودی حکومت کی دعوت پر علماء کے وفد کے ساتھ حج کرنے گئے تو

وہاں وفد کے ساتھ ایک مووی میکر تھا، جو ہر جگہ آتے جاتے پورے گروپ کی ویڈیو بناتا تھا، لیکن جب وہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کی طرف آتا تو آپ اسے کیمرہ پیچھے کرنے کا کہہ دیتے اور اسے اپنی مووی نہ بنانے دیتے تھے۔

آپ کی استقامت اور پامردی کا یہ عالم تھا کہ غمی وخوشی کے کسی موقع پر لوگوں کے ڈر اور ملامت کی پروا کیے بغیر جو حق سمجھتے اس پر عمل کرتے اور ہر طرح کے خلافِ شریعت معاشرتی رسم ورواج کو شدید نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ کی زندگی میں آپ کی پانچ بیٹیوں کی شادیاں ہوئیں، آپ چونکہ بارات لانے کو غلط سمجھتے تھے، اس لیے ایک بھی موقع پر آپ کے گھر میں بارات نہیں آئی، اور نہ آپ نے بیٹیوں کی شادی میں اپنے کسی رشتے دار کو مدعو کیا۔ بڑی سادگی سے دو تین افراد کی موجودگی میں خود نکاح پڑھایا اور کسی اسراف وتبذیر اور خلافِ شریعت عمل کا ارتکاب کرنے کے بغیر انھیں رخصت کر دیا۔ اسی طرح اپنے بڑے صاحبزادے کے نکاح کے موقع پر برات لے کر نہ گئے، آپ مع اہلیہ بیٹے کے ساتھ گئے اور نکاح کر کے بہو لے آئے، البتہ تمام عزیز واقارب کو دعوتِ ولیمہ میں مدعو کیا۔

ایسے محیر العقول واقعات دیکھ کر ہماری نگاہوں میں سید التابعین سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کے اس واقعہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے کہ آپ کی عالمہ فاضلہ صاحبزادی کا رشتہ خلیفۂ وقت عبدالملک بن مروان اپنے جانشین بیٹے ولید کے لیے طلب کرتا ہے، لیکن آپ اسے قبول نہیں فرماتے۔ پھر اسی صاحبزادی کو اپنے ایک شاگرد کی بیوی فوت ہونے پر تنہا جا کر اس کے حبالہ عقد میں دے آتے ہیں۔

❁ قناعت وتوکل:

رضا بالقضا کا ایسا پیکر مجسم بھی کہیں دیکھنے کو نہیں ملتا، آپ کی زبان سے کبھی اپنے حالات کا شکوہ کسی نے نہیں سنا ہوگا، ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا اور اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنا آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ آپ کو بھی دیگر لوگوں کی طرح ہر طرح کے حالات کا سامنا کرنا پڑا، مشکلات ومصائب کا منہ دیکھنا پڑا، مختلف امراض کے حملوں کا متعدد بار نشانہ بننا پڑا، لیکن آپ کی زبان سے الحمد للہ اور شکر الٰہی کے سوا کوئی دوسرا کلمہ ہم نے نہیں سنا۔ قناعت وتوکل کی ایسی شاندار مثال آج کے مادی دور اور افراتفری کے عالم میں شاید ہی

کہیں ملے۔حدیث نبوی:

((مَنْ رَضِيَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَهُ، بَارَكَ اللّٰهُ لَهُ فِيهِ وَوَسِعَهُ)) (مسند أحمد: ٥/ ٢٤) کے مصداق اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی برکت ورحمت سے استعفاف واستغناء جیسی نعمتوں سے نوازا تھا اور کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے جیسی رذالت سے محفوظ رکھا تھا۔

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ جب حج پر روانہ ہونے لگے تو انتظامیہ مدرسہ کی طرف سے آپ کو حج پر روانہ ہونے کی اجازت نہ دی گئی، لیکن آپ حج پر روانہ ہو گئے۔ جب تنخواہ دینے کا وقت آیا تو مدرسہ والوں نے آپ کی تنخواہ روک دی اور آپ کے گھر والوں کو کچھ بھی نہ دیا۔ گھر والوں نے حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کو اطلاع دی کہ مدرسہ کی طرف سے تنخواہ نہیں آئی اور گھر میں اخراجات کے لیے کوئی رقم بھی موجود نہیں۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے گھر والوں کو خط لکھا کہ رزق دینے والا اللہ رب العالمین ہے، تم اسی پر بھروسا رکھو اور کسی بھی صورت میں تم نے مدرسے میں جا کر تنخواہ کا مطالبہ نہیں کرنا۔ آپ نے گھر والوں کو اس موضوع پر متعدد آیات واحادیث لکھ کر تسلی اور انھیں قناعت وتوکل کی تلقین کی۔

ایسی مثالیں اور واقعات شاید لیلائے دنیا کے اسیروں کو عجوبہ اور مضحکہ معلوم ہوں، کیونکہ نفسی نفسی کے عالم میں اور افراتفری کے اس دورِ خراب میں ایسی چیزیں کم ہی دیکھنے کو ملتی ہیں۔

کئی لوگوں کو، جو بڑے بڑے مناصب پر براجمان اور علم وفضل کے دعوے کرتے نہیں تھکتے، حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے ایسے محیر العقول واقعات سنائے جاتے ہیں تو وہ حضرات جواب میں بے تکان فرما دیتے ہیں کہ ''یہ کون سی نیکی ہے...؟'' جس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان لوگوں نے اپنے گرد وپیش میں ایسی روشن مثالیں کہیں دیکھی نہیں اور نہ خود انھیں زہد واتقاء کی ایسی معراج نصیب ہوئی ہے۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم.

درحقیقت حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت ان تمام صفات جمیلہ اور خصائل حمیدہ کا مجموعہ تھی، جو مشکاۃِ نبوت سے تربیت پانے والوں کا خاصا ہیں، اور ایسی ہستیاں روز روز پیدا نہیں ہوتیں۔ مذکورہ بالا سطور میں آپ کی شخصیت کے چند نمایاں خدوخال پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جو آپ

کے عادات و خصائل کا محض ایک دھندلا سا عکس ہے، ایسی مجمع الصفات شخصیت کے جمیع محاسن کی تصویر کشی کرنا ہمارے بس میں نہیں۔

وَلَيْــــسَ عَـلَــــى اللهِ بِـمُسْتَـنْـكِــرٍ
أَنْ يَّــجْــمَــعَ الْـعَــالَــمَ فِـيْ وَاحِــدِ

ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے سوانح حیات اور علمی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ کے عادات و اخلاق اور شمائل و خصائل کی روشنی میں ایک مفصل کتاب تیار کی جائے جو موجودہ اور آئندہ آنے والے لوگوں کے لیے نصیحت و موعظت کا مرقع اور اصلاح و ہدایت کا حسین گلدستہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اس کارِ خیر کو انجام دینے کی توفیق دے اور اس سلسلے میں غفلت و نسیان اور کاہلی جیسی غیر محمود روش سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

آخر میں ایک خواب کا تذکرہ پیش خدمت ہے کہ استاد گرامی مولانا عبداللہ سلیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ وفات کے بعد میں نے حضرت حافظ صاحب کو خواب میں دیکھا تو آپ چارپائی پر بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ لیٹے ہوئے ہیں میں نے دریافت کیا استاد محترم آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا ہے؟ تو حافظ صاحب فرمانے لگے کہ کوئی مسئلہ نہیں، میں تو بڑے آرام سے جنت میں داخل ہو گیا ہوں۔۔!

نورپوری صاحب کے نام

لفقدك طلاب العلوم تاسفوا و جادوا بدمع لايبيد غزير
ولو مزجوا ماء المدامع بالدماء لكان قليلا فيك ياحافظ عبدالمنان

”آپ کے اٹھ جانے سے شائقین علوم بہت ہی ملول خاطر اور متاسف ہیں اور اس کثرت سے آنسو بہا رہے ہیں کہ تھمنے کا نام نہیں لیتے، اگر وہ آنسوؤں کے ساتھ لہو بھی ملا دیتے تب بھی اے حافظ عبدالمنان آپ کے لیے یہ تھوڑے ہیں۔

مراسلہ: محمد عمران احمد سلفی

موت ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ایسا امر ہے جس سے کسی کے لیے جائے فرار نہیں جس میں ادنیٰ کی تمیز نہ اعلیٰ کا پاس چھوٹے پر ترس نہ بڑے کا لحاظ جو وقت دیکھتی ہے نہ وقت کی ضرورت بس ایسا وار ہے جس کی زد میں ان گنت مخلوقات بے شمار جن و بشر آ چکے اور یہ مسلسل اپنے آہنی پنجوں سے مخلوقات کو دبوچتی چلی جا رہی ہے، دن رات خبریں ہر سو اعلانات کسی نہ کسی کے اس دار فناء سے اٹھنے کے سلسلہ میں پڑھنے اور سننے کو ملتے ہیں۔

ہاں! 26 فروری کی صبح ایک ایسی ہی خبر میرے موبائل فون پر میسج کی صورت میں موصول ہوئی کہ محدث العصر، مجتہد مطلق، فقیہ دوراں، نمونہ سلف، ولی کامل، متبع سنت، حضرت العلام حافظ عبدالمنان نورپوری انتقال کر چکے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیلی یہ خبر سننے اور پڑھنے کے بعد آنکھیں کھلی ہونے کے باوجود چہار سو اندھیرا ہی اندھیرا چھاتا محسوس ہونے لگا کہ مرجع خلائق، عالم متبحر، علوم و فنون جس کے گھر کی باندیاں، صدق وصفا کا پیکر، حسن اخلاق کا مجسمہ جس کا قول و عمل دین حق کی دعوت، جو زہد و تقویٰ میں بے مثل، جو جبل الحفظ، بروقت استحضار کی صفت سے متصف، فرق باطلہ کے لیے قاطع تلوار، اپنے مدلل اور مسکت جواب سے مدمقابل کو لاجواب کرنے کی قدرت رکھنے والا اور مستجاب الدعوات چہرہ شاید اپنی آنکھوں سے پھر نہ دیکھ سکوں۔

ہاں! قحط الرجال کے دور میں ایسے افراد کا اٹھ جانا یقیناً ناقابل تلافی نقصان ہے مگر رضاء الٰہی سمجھ کر اسے قبول کیے بغیر بھی کوئی چارہ نہیں۔ جب کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا فوراً استاذی المکرّم

حضرت حافظ صاحب علیہ الرحمۃ کی طرف رجوع کرلیا جاتا جس کا کافی وشافی جواب ملنے پر دل کواطمینان ہوجاتا۔میں نے استاذی المکرّم حضرت حافظ صاحب علیہ الرحمۃ سے ۲۰۰۳ء میں جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں تفسیر القرآن الکریم ،صحیح بخاری جلددوم،تفسیر نیل المرام اور بدایۃ المجتہد پڑھیں۔آپ علیہ الرحمۃ ایک کہنہ مشق استاداور مشفق مربی بھی تھے۔طلبہ کی تعلیم وتربیت پرآپ کی خصوصی نظرہوتی آپ کی یہ کوشش ہوتی کہ طلبہ عبارت پڑھنے میں مہارت،احکام ومسائل میں پختگی حاصل کریں اس کے لیے آپ طلبہ میں مختلف طریقوں سے ذوق مطالعہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔

ایک چھوٹی سی مثال پیش خدمت ہے۔ایک مرتبہ کلاس میں تفسیر القرآن کے درس میں بات چل نکلی کہ بے نماز کافرہے آپ نے دلائل دیئے اورفرمانے لگے کہ میں سعودی عرب زیارت حرمین کے لیے گیاوہاں ایک عرب عالم کے حلقہ درس میں بیٹھنے کا اتفاق ہوااسی مجلس میں ایک سوال کیا گیا کہ بے نماز کا کیاحکم ہے؟عرب عالم نے جواب دیا''**کافر یقتل**''بے نماز کافرہےاسے قتل کردیا جائے۔اس پرراقم نے اپنے قریب بیٹھے ساتھی کے کان میں حدیث پڑھی'**من قال لاالہ الااللہ دخل الجنۃ**''استادمحترم نےسن لیافرمانے لگے کہ کل اس کے بارے میں اچھی طرح پڑھ کرآنا۔اگلے دن دوران کلاس فرمانے لگے کہ مولانا کچھ سمجھ آئی؟میں نے کہاجی!فرمانے لگے کیاسمجھ آئی ہے میں نے پھرحدیث کااگلاحصہ پڑھا''**مستیقنابھاقلبہ**''فرمانے لگےٹھیک ہے۔

آپ علیہ الرحمۃ حلم وبردباری اورشفقت میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ایک دفعہ کلاس میں کراچی کے ایک طالبعلم ابرارشاہ نے کلاس میں حضرت الاستاذ سے گستاخانہ رویہ اختیارکیاانتظامیہ کوخبرہوئی انہوں نے طالب علم کوجامعہ سے خارج کرنے کا فیصلہ سنایالیکن جب یہ خبرحافظ صاحب کوہوئی فرمانے لگے میں تواس سے ناراض نہیں ہوں لہذا پھراسے کلاس میں بٹھالیا گیا۔یہ آپ علیہ الرحمہ کی کمال شفقت اورعفوودرگزرکی اعلیٰ مثال ہے۔

آپ علیہ الرحمۃ محسن ومشفق بھی تھےلیکن سنت کے مخالفین کے لیے سختی کا پہلواختیارفرماتے۔ہماری کلاس میں چندایسے طلبہ تھے جوڈاڑھی کتراتے تھے۔حافظ صاحب نے انہیں کلاس سے نکال

دیااور فرمایا جب تک توبہ نہیں کروگے، ڈاڑھی کو معاف کرنے کا عہد نہیں کرتے ہو تب تک میری کلاس میں نہیں بیٹھ سکتے۔ جب طلبہ نے ڈاڑھی کو معاف کرنے کا عہد کیا تب آپ نے کلاس میں بیٹھنے کی اجازت دی۔

آیئے چلتے چلتے ایک دو مثالیں آپ کے رسوخ فی العلم کی بھی دیتے چلیں۔ بحر العلوم شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ سرپرست اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث بانی و مہتمم جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ پاکستان فرمایا کرتے تھے کہ میرے ساتھ کسی مسئلہ میں کوئی بھی گفتگو نہیں کرسکتا سوائے حافظ عبدالمنان کے۔

میرے سامنے ''عزم طلبہ'' کا پہلا شمارہ ہے اوراس کا مضمون عربی زبان کی اہمیت صفحہ ۱۸ پر استاذ العلماء مولانا خالد بن بشیر مرجالوی حفظہ اللہ (جو کہ اس وقت استاد محترم حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کی جگہ تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور آپ علیہ الرحمۃ کے ہونہار شاگردوں میں سے ہیں) لکھتے ہیں:

''خود ہمارے ملک میں بحمداللہ کئی اہل علم اور شیوخ ایسے موجود ہیں جنہوں نے یہاں رہ کر تعلیم حاصل کی لیکن ان کی عربی دانی پر عرب لوگ حیران و ششدر ہیں مثال کے طور پر ہمارے شیخ محترم حافظ عبدالمنان نورپوری جامعہ محمدیہ اہل حدیث گوجرانوالہ کے خریج ہیں اور آپ کے فارغ التحصیل ہونے سے پہلے ہی جامعہ والوں نے آپ کو مدرس بھی رکھ لیا تھا اور تا حال وہاں ہی پڑھا رہے ہیں صحیح بخاری پر آپ کی عربی تالیف ''ارشاد القاری الیٰ نقد فیض الباری'' حنفی عالم مولانا انور شاہ کاشمیری کی کتاب ''فیض الباری'' کے جواب میں ہے۔ میں اس وقت الریاض میں قاری محمد ابراہیم بلوچ حفظہ اللہ کی بیٹھک میں تھا کہ ملک شام کے بلند پایہ عالم دین اور شیخ البانی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید شیخ محمد عید العباسی جو کہ قاری صاحب کے پڑوس میں رہتے تھے تشریف لائے المباری میں موجود کتابوں کو دیکھنے لگے اب ارشاد القاری کی ایک جلد ان کے ہاتھ میں تھی میں نے انہیں بتایا کہ یہ ہمارے شیخ کی کتاب ہے کتاب کو مختلف مقامات سے دیکھا فرمانے لگے ''الشیخ متقن فی اللغه'' شیخ عربی میں مضبوط، ماہر ہیں۔ بعض دقیق عبارات کے بارے

میں کہنے لگے کہ ان کی ضرورت نہیں تھی میں نے عرض کی ہمارے شیخ دکتور عبدالرحمٰن الفوزان نے ہمیں بتایا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتابیں پڑھو تو وہ کافی دقیق ہیں جبکہ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی کتابیں سہل ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مدمقابل ایسے لوگ تھے جن کا جواب انہوں نے انہی کی زبان میں دیا ہے جب کہ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے مخاطب عام سادہ لوح بدولوگ تھے۔تو چونکہ فیض الباری میں ایسی ابحاث ہیں لہذا جواب بھی اسی انداز سے دیا گیا ہے "۔

استاذی المکرّم نورپوری صاحب رحمہ اللہ اسی کتاب ارشاد القاری میں احناف کے جید عالم مولانا انور شاہ کاشمیری پر نقد کرتے ہوئے آپ نے سینکڑوں لغت کی اغلاط کی نشاندہی فرمائی ہے جو آپ کے راسخ فی العلم ہونے کی بین دلیل ہے۔

لکھنے والے تو بہت کچھ اپنے اپنے علم کے مطابق صفحہ قرطاس کے حوالے کر چکے ہیں اور بہت سے اہل قلم کتابی صورت میں کریں گے ایک شاگرد ہونے کی حیثیت سے چند باتیں زیر نوک قلم لایا ہوں تاکہ میرا نام بھی یوسف کے خریداروں میں شامل ہو جائے۔

آپ علیہ الرحمۃ کی زندگی پاکیزہ تھی ،معصیت سے کوسوں دور،شکوک وشبہات سے ہمیشہ دامن بچائے رکھتے اگر یوں کہہ دیا جائے کہ آپ فرشتہ صفت انسان تھے تو یہ بھی مبالغہ نہ ہوگا۔آپ فقیدالمثال ،وحید العصر اور علماء عصر میں سے ممتاز تھے پارسائی والی زندگی گزار کے جب راہی عدم ہوئے تو ہر آنکھ اشکبار، ہر دل غمزدہ، ہر چہرہ مرجھایا ہوا تھا کہ آج ہمارا محبوب، ہمارا رونق محفل ہمیں داغ مفارقت دے کر چل بسا ہے جنازے کا منظر ایسا تھا کہ شورش کاشمیری کی نظم کا ایک حصہ یاد آیا جو انہوں نے امام الہند ابوالکلام آزاد کے بارے میں کہی تھی:

یہ کون اٹھا کہ دیر و کعبہ شکستہ دل خستہ گام پہنچے
جھکا کے اپنے دلوں کے پرچم خواص پہنچے عوام پہنچے
تیری لحد پہ خدا کی رحمت تیری لحد کو سلام پہنچے

بلاامتیاز ہر فرقہ کے لوگ آپ کے جنازے میں شریک ہوئے جناح پارک بالمقابل جامعہ محمدیہ اپنی

وسعت کے باوجود تنگ پڑ گیا پارک کے تین اطراف لنک روڈ دائیں طرف جامعہ محمدیہ کی وسیع گراؤنڈ، بائیں طرف مرکز ابن عباس جو کہ مولانا عبداللہ نثار صاحب کے زیر نگرانی چل رہا ہے۔ اسی طرح مسجد عائشہ پارک کی بائیں جانب بریلوی مکتب فکر کی ہے سب جگہیں پر تھیں پارک کے سامنے جی ٹی روڈ اور اس کے پار مشرق کی جانب بھی لوگوں کی صفیں تھیں لوگوں کا اس قدر ہجوم حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کی اللہ کے ہاں اور بندوں میں مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اللھم اغفرله ولنا یارب العالمین وارفع درجته فی المھدیین وادخله الجنة مع الصلحاء والنبیین ..آمین یارب العالمین

ہر دم اللہ کا شکر کرو

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو اندھا، کوڑھی اور برص (پھلبہری) کی بیماری میں مبتلا تھا اس کے باوجود وہ کہہ رہا تھا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی نِعَمِهِ))

''شکر ہے اللہ کا، اسکی نعمتوں پر''

وہب بن منبہ رحمہ اللہ کے ساتھ ایک آدمی چل رہا تھا وہ ٹھہر کر پوچھنے لگا:

((أَيُّ شَيْءٍ بَقِيَ عَلَيْكَ مِنَ النِّعْمَةِ تَحْمَدُ اللّٰهَ عَلَيْهَا))

''کونسی چیز اللہ کی نعمتوں میں سے تجھ پر باقی ہے کہ جس پر تو اللہ کا شکریہ ادا کر رہا ہے''

تو وہ آدمی کہنے لگا۔

''اپنی نظر کو باسیان مدینہ کی طرف گھما کر تو دیکھ کہ کتنے لوگ اس میں رہتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی میرے علاوہ تجھے اللہ کی نعمتوں کو پہچاننے والا نہیں ملے گا پھر میں کیوں نہ اللہ کی حمد وثناء بیان کروں''

عدة الصابرین وذخیرة الشاکرین (ص/۱۴۳)

مراسلہ: محمد طیب (حدیبیہ آرٹ نعمانیہ روڈ گوجرانوالہ)

تحریر میں کہاں سمٹتے ہیں دلوں کے درد
یونہی دل کو بہلا رہے ہیں ذرا کاغذوں کیساتھ

جب یہ خبر چلی کہ محدث العصر حافظ عبدالمنان نورپوری اس دارفانی سے کوچ کر چکے ہیں انا اللہ وانا الیہ راجعون جہاں جہاں یہ المناک خبر پہنچی وہاں وہاں سے لوگ جو پہنچ سکتے تھے انہوں نے محدث نورپوری کی محبت میں جو صرف رضاء الٰہی کی خاطر تھی آخری دیدار اور آخری حق ادا کرنے کی خاطر رخت سفر باندھ لیا ملک کے اطراف واکناف سے یہ قافلے چلے جن کی تعداد کا تعین کرنا مشکل ہے ان سب کی منزل ومقصد ایک تھا۔ کہ برلب جی ٹی روڈ متصل جامعہ محمدیہ جناح پارک سرفراز کالونی جہاں حضرت محدث نورپوری رحمہ اللہ کا آخری حق ادا کیا جانا تھا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ: ”ہمارے اور غیروں کے جنازے ہمارے اور ان کے درمیان واضح فرق ہیں“ یہ خدائی قانون ہے وہ جس انسان سے جتنی محبت کرتا ہے اس کے لیے لوگوں کے دلوں میں بھی اتنی محبت ڈال دیتا ہے پھر لوگ پروانہ وار ٹوٹ پڑتے ہیں۔

اس روئے زمین پر صرف علماء کا ایک گروہ ایسا ہے جن کے جنازوں میں حاضرین کی تعداد بکثرت ہوتی ہے اور یہ تعداد بغیر کسی لالچ اور طمع کے حاضر ہوتی ہے۔ اسی چیز کو دیکھتے ہوئے جناح پارک میں جنازے کا پروگرام بنایا گیا۔ جہاں کثیر تعداد میں لوگوں کی آمد یقینی ہو وہاں انتظام وانصرام کا کیا جانا بھی لازمی امر ہے لہذا حالات کو دیکھتے ہوئے سیکورٹی کی ذمہ داری جماعۃ الدعوۃ کے کارکنان کے سپرد کی گئی تاکہ ہر قسم کی بدنظمی اور ہٹو بچو کے شور سے بچا جا سکے۔

جماعۃ الدعوۃ کے کارکنان نے علی الصبح ہی جنازے کے انتظامات کرنے شروع کر دیے تمام پارک میں چونے سے صفیں لگائیں، لاؤڈ سپیکر کا بندوبست کیا، پارک کے تین اطراف میں موجود گیٹوں پر سیکورٹی اہل کار کھڑے کیے اور پھر حافظ صاحب کے آخری دیدار کے لیے بہترین سیکورٹی کا انتظام کیا۔ایک بات جو عام بڑے جنازوں میں ہوتی ہے کہ فوت ہونے والی شخصیت کے فضائل ومناقب جنازے کے موقع پر بیان کیے جاتے ہیں تو لواحقین نے یہ فیصلہ کیا حافظ صاحب کے جنازے میں کوئی ایسا کام نہ کیا جائے تو جو وہ خود اپنی دنیاوی زندگی میں پسند نہیں کیا کرتے تھے۔

کتنے ہی ایسے جنازے دیکھے جن میں حضرت محدث نورپوری شریک ہوئے پھر آپ کو وہاں اظہار خیال کی درخواست بھی کی گئی لیکن آپ نے کبھی اپنے تاثرات بیان نہیں کیے۔اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے سٹیج کی ذمہ داری بھی جماعۃ الدعوۃ کے ذمہ داران کو اس شرط پر سونپی گئی کہ کوئی تقریر اور کوئی بیان نہیں ہوگا اور پھر ایسا ہی ہوا۔

ایک اور قابل ذکر بات کہ محدث نورپوری رحمہ اللہ نے کبھی اپنی زندگی میں تصویر بنائی اور نہ ہی ویڈیو پھر یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ عام جنازوں کی طرح آپ کے جنازے میں تصویر نہیں بنائی جائے گی اور نہ ہی ویڈیو، جس کے لیے جگہ جگہ یہ بینرز لکھ کر لگا دیئے گئے کہ ''حضرت حافظ صاحب کے چہرے کی تصویر اور ویڈیو بنانا منع ہے'' اور پھر اس پر بھی سختی کے ساتھ عمل کروایا گیا۔

جوں جوں جنازے کا وقت قریب ہوتا جا رہا تھا ملک کے اطراف واکناف سے قافلے پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔محدث نورپوری رحمہ اللہ کے جسد خاکی کو نماز عصر سے قبل ہی تغسیل وتکفین کے بعد جنازے کی جگہ جناح پارک میں پہنچا دیا گیا تھا نماز سے قبل بہت سے لوگوں نے حضرت محدث نورپوری رحمہ اللہ کا آخری دیدار کر لیا۔دیدار کرنے والے سب یہی گواہی دے رہے تھے کہ وفات کے دن آپ کے چہرے کا حسن زندگی کے حسن سے کہیں زیادہ تھا۔

المختصر نماز عصر کا وقت ہوا نماز عصر ادا کی گئی۔نماز کے لیے علماء، طلباء، شیوخ الحدیث اور عوام کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر پارک کی طرف امنڈ آیا، جس میں بلاتفریق تمام مذہبی جماعتوں کے قائدین، امراء اور کارکنان بھی شامل تھے۔جن کے ناموں کی فہرست بہت لمبی ہے۔جس سے پارک میں کیے

گئے تمام تر انتظامات کم پڑ گئے ۔ پارک اپنی وسعت کے باوجود تنگ پڑ گیا۔ اگلی صفوں میں موجود لوگ جب پیچھے موجود لوگوں کی آخری صف دیکھنے کی کوشش کرتے تو ایسا نہ کر پاتے ۔

پارک کے دونوں اطراف میں لنک روڈ، جامعہ محمدیہ کی وسیع گراؤنڈ، مرکز ابن عباس اور بریلوی مسلک کی مسجد عائشہ اور پارک کے مشرق کی جانب لنک روڈ، اور جی ٹی روڈ کے پیچھے تک ان لوگوں کا ہجوم تھا۔ جو آپ کو خراج تحسین پیش کرنے آئے ہوئے تھے۔

لوگوں کی محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ کتنے ایسے افراد جنازے میں شرکت کے لیے جن کی ٹانگیں ان کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتی تھیں، کتنے صاحب فراش لوگ جن کے لیے چلنا پھرنا محال تھا جنہیں وہیل چیر پر بٹھا کر جنازے میں شرکت کے لیے لایا گیا تھا۔ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا ثناء اللہ مدنی جنہیں صحت اتنی اجازت نہیں دیتی تھی کہ وہ سفر کریں آپ کے جنازے میں شرکت کے لیے لاہور سے تشریف لائے۔

جنازہ کون پڑھائے گا۔؟ سارا دن یہی سوال لوگوں کی زبان زدعام تھا جوں جوں سورج ڈھل رہا تھا لوگوں کا تجسس بڑھ رہا تھا کوئی کہتا کہ یہ جنازہ امیر مرکزی جمعیت حضرت ساجد میر صاحب پڑھائیں گے تو کوئی کہہ رہا تھا کہ نہیں امیر جماعۃ الدعوۃ حافظ محمد سعید صاحب پڑھائیں، کوئی کسی شخصیت کا نام لیتا تو کوئی کسی کا ہر کوئی اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہا تھا۔ مگر لواحقین نے اس معاملہ کو اپنے دل میں مخفی رکھا جونہی گھڑی کی سوئیاں حرکت کرتے ہوئے چار کے ہندسے پر پہنچیں تو محدث نورپوری رحمہ اللہ کے دیرینہ ساتھی شیخ الحدیث والتفسیر حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ کو دعوت دی گئی کہ وہ امامت کے فرائض سرانجام دینے کے لیے آگے تشریف لے آئیں ۔ مولانا عبدالوحید ساجد صاحب اور مولانا عبدالرحمٰن ساجد صاحب اس اعتبار سے قابل داد ہیں کہ انہوں نے اس جنازے کو سیاست کی بھینٹ نہیں چڑھایا۔

حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب نے بھرائی ہوئی آواز میں اللہ اکبر کہتے ہوئے نماز جنازہ شروع کی ہر طرف سے آہوں اور سسکیوں کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں سارا مجمع اشکبار اور آبدیدہ ہو کر محدث نورپوری کے لیے دعائے مغفرت و رحمت کر رہا تھا۔

مردتو مردعورتوں کی ایک کثیر تعداد گھروں کی چھتوں پر موجود اس روح پرور منظر کو دیکھ رہی تھی اوراطلاعات کے مطابق بہت سی عورتوں نے پارک کی متصل مساجد میں جنازے میں شرکت بھی کی۔

جونہی نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو آخری دیدار کے لیے لوگ بیتاب نظر آئے ہر ایک اس کوشش میں تھا کہ وہ آخری دیدار کر لے۔وقت کی کمی کے باعث بہت سے لوگ یہ حسرت لیے واپس لوٹ آئے۔پہلے جنازے کے بعد پھر لوگوں کی مسلسل آمد کی وجہ سے دوبارہ پھر نماز جنازہ پڑھائی گئی۔

عام طور پر ایسا ہوتا ہے لوگ جنازہ پڑھنے کے بعد واپسی کا رخ کرتے ہیں لیکن یہاں معاملہ اس سے کہیں مختلف تھا حاضرین کی کثیر تعداد قبر پر دعا کے لیے ہاشمی کالونی کے قبرستان میں بھی پہنچی۔دفن کے بعد اعلان ہوا کہ قبر پر دعا کے لیے حافظ اسعد محمود سلفی صاحب آ گے تشریف لے آئیں۔دعا شروع ہوئی ایک بار پھر آہوں اور سسکیوں کی آوازوں نے قبرستان کو گھیر لیا،خود حافظ صاحب کی ہچکی بندھ گئی ایک عجیب سماں تھا کہ لوگ اپنے پیارے رب کے حضور دعاؤں اور التجاؤں کے ساتھ حضرت حافظ صاحب کو رخصت کر رہے تھے۔

ابھی دعا سے فارغ ہوئے ہی تھے اطلاع پہنچی کہ کچھ لوگ کویت سے محدث نورپوری رحمہ اللہ کے جنازے میں شرکت کے لیے آئے تھے لیکن وہ بروقت نہ پہنچ سکے چنانچہ پھر انہوں نے قبر پر ہی محدث نورپوری کا جنازہ پڑھا اور انکے ساتھ بہت سے وہ لوگ بھی شامل ہو گئے جو ملک کے دور دراز علاقوں سے آئے تھے اور جنازے میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔

اللھم اغفروارحمه وادخله الجنة الفردوس آمین یارب العالمین

جنازے میں شریک ہونے والے افراد چونکہ دور دراز کے سفر کر کے آئے تھے اس لیے انتظامیہ جامعہ محمدیہ نے ان کے لیے جامعہ محمدیہ میں ہی کھانے کا بندوبست بھی کیا۔آخر میں دعاء گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام بھائیوں اور بزرگوں کی محنت کو قبول فرمائے جنہوں نے حافظ صاحب کو الوداع کرتے وقت احسن انتظامات کئے اور آنے والے احباب کو تسلی وتشفی کے ساتھ ساتھ آرام دہ ماحول اور ضیافت کا اہتمام کیا۔آمین

اللہ تعالیٰ حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے

آمین یارب العالمین۔

استاذ الاساتذہ حافظ عبدالمنان نورپوری بروز اتوار بوقت سحر مورخہ ۴ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۶ فروری ۲۰۱۲ء کو شیخ زید ہسپتال لاہور میں دار دنیا سے دار الآخرت کی طرف کوچ فرما گئے۔

إنا لله و إنا إليه راجعون.

استاذ محترم کے حالات زندگی:

حافظ صاحب نورپوری رحمہ اللہ کے مختصر حالات زندگی بستان حدیث، مراۃ بخاری، احکام و مسائل اور ارشاد القاری میں تحریر ہیں۔ میری کوشش ہوگی کہ وہ باتیں تحریر کروں جو وہاں مذکور نہیں تا کہ تکرار سے بچا جائے۔ اور وہ باتیں ذکر کروں جن کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ بعض مقامات پر بحالت مجبوری تکرار آئے گا۔ جس پر میں معذرت خواہ ہوں۔

ولادت: ۱۳۶۰ھ بمطابق ۱۹۴۱ء **وفات:** ۴ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۶ فروری ۲۰۱۲ء

جامعہ محمدیہ میں آغاز تدریس: ۱۳۷۲ھ

جامعہ محمدیہ میں آغاز بخاری:

شوال ۱۴۰۱ھ بمطابق اگست ۱۹۸۱ء میں حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب نے بخاری پڑھانے کا

آغاز کیا۔اس وقت تک آپ کے استاذ شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ طلبہ کو بخاری پڑھا رہے تھے۔لیکن اب وہ بیماری کی وجہ سے نہیں پڑھا سکتے تھے۔لہٰذا استاذ نورپوری صاحب نے طلبہ کو صحیح بخاری پڑھانا شروع کی۔

حافظ صاحب سے بخاری پڑھنے والے اولین طلبہ:

جن طلبہ کو حافظ صاحب نے سب سے پہلے بخاری پڑھائی ان کی تعداد (۹) ہے۔جن کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔رائے محمد اشرف صاحب ۲۔غلام رسول صاحب بلتستانی ۳۔عبدالجبار صاحب ۴۔نذیر احمد سیف صاحب ۵۔شبیر احمد صاحب ۶۔عطاء اللہ صاحب ۷۔حافظ عبدالرحمٰن صاحب ۸۔طارق محمود صاحب ۹۔اور محمد یونس عتیق۔

اس وقت جامعہ محمدیہ میں پڑھانے والے اساتذہ کرام:

۱۔مولانا عبدالحمید صاحب ہزاروی صدر مدرس ۲۔حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب ۳۔حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب ۴۔مولانا محمد رفیق سلفی صاحب ۵۔مولانا جمعہ خان ۶۔مولانا قاضی عبدالرزاق صاحب ۷۔حافظ منظور احمد صاحب۔

اس وقت جامع محمدیہ کے طلبہ کی تعداد:

اس وقت جامع محمدیہ کے طلبہ کی تعداد ایک سو سے زیادہ اور ایک سو بیس سے کم تھی۔

اس وقت جامع محمدیہ کے مہتمم:

اس وقت جامع محمدیہ کے مہتمم مولانا عبداللہ صاحب خطیب جامع مسجد اہلحدیث نیائیں چوک گوجرانوالہ تھے۔

شعبہ حفظ وتجوید:

اس وقت جامع محمدیہ کا شعبہ حفظ جامع مسجد اہلحدیث چوک نیائیں گوجرانوالہ میں تھا۔

استاذ نورپوری صاحب کی سب سے پہلی تصنیف:

حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے کمال حافظہ کے ساتھ ساتھ عمدہ اندازِ تحریر سے بھی نوازا تھا۔آپ نے سب سے پہلے غنچہ نماز کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی۔

استاذ نورپوری صاحب کی ابتدائی خطابت:

استاذ محترم کی ابتدائی خطابت کسی گاؤں میں تھی۔ پھر مسجد اقصیٰ پھر دال بازار گوجرانوالہ میں پھر اپنی رہائش گاہ سرفراز کالونی کے قریب جامع مسجد قدس اہلحدیث میں اختیار کی۔ مسجد میں نمازوں کی امامت کرواتے۔ فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید کا درس دیتے۔اور عشاء کی نماز کے بعد صحیح بخاری سے ایک حدیث کا درس دیتے تھے۔

حافظ صاحب کی اولاد:

اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کو تین بیٹے اور آٹھ بیٹیوں کی نعمت سے نوازا تھا۔جن میں سے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا وفات پا چکا ہے۔ جبکہ چھ بیٹیاں اور دو بیٹے باحیات ہیں۔ان میں بڑے بیٹے حافظ عبدالرحمٰن صاحب مرکز طیبہ مریدکے میں استاذ ہیں۔ جبکہ چھوٹے بیٹے حافظ عبداللہ صاحب مسجد مکرم گوجرانوالہ میں زیرِ تعلیم ہیں۔

استاذ نورپوری صاحب کا پہلا سفر حج:

حافظ صاحب نے پہلا سفر حج ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۹۹۰ء میں کیا تھا۔اس کے بعد حافظ صاحب نے کئی مرتبہ سفر حج کیا اور فرض ادا کیا۔

استاذ محترم نورپوری صاحب اور جامعہ محمدیہ کے طلبہ:

حافظ صاحب نے جہاں مختلف میدانوں میں انتہائی محنت سے کام کیا۔ وہاں طلبہ کے ساتھ ان کا برتاؤ انتہائی محبت والا اور ناصحانہ تھا۔ دین اسلام پر اٹھنے والے اعتراضات کا جواب دینا اور احادیث نبویہ کا رد کرنے والوں کے نظریات کا رد کرنا ان کے پیش نظر تھا۔اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ اس علمی میدان میں طلبہ

کو تیار کیا جائے جو آئندہ اٹھنے والے فتنوں کی سرکوبی کر سکیں۔ اس طرح حافظ صاحب نے طلبہ کو تدریسی کتب کے ساتھ ساتھ فنِ تحریر، فن مناظرہ اور فنِ تقریر کے لیے تیار کیا۔ جن سے طلبہ کے اندر باطل کے سامنے ڈٹ جانے اور اس کو مٹانے کی قوت پیدا ہوئی۔ یہاں سے طلبہ نے یہ سبق ذہن نشین کیا کہ علمی میدان میں آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ انھوں نے طلبہ کے ذہنوں میں یہ بات اچھی طرح پختہ کر دی تھی کہ اہل دنیا کے حالات جیسے بھی ہوں اور گرد و پیش کا ماحول جیسا بھی ہو ایک مسلمان ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ کو سامنے رکھ کر زندگی گزار سکتا ہے۔ یہ ماحول اور یہ افراد اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ کیونکہ لوگ عالم کے عمل کو دیکھتے ہیں جس کو سامنے رکھ کر وہ بدعملی چھوڑ کر ''صراط مستقیم'' اختیار کرتے ہیں۔

حافظ صاحب طلبہ سے انتہائی محبت رکھتے تھے۔ جس کا اثر طلبہ کے جامعہ سے فارغ ہونے کے بعد بھی باقی رہتا۔ اور حافظ صاحب مسلسل ان کی راہنمائی فرماتے تھے۔ حافظ صاحب نے ایک رجسٹر پر عبارت تحریر فرمائی ہے ''یہ ایک سو پندرہ نام مع مختصر پتا جات اس فقیر الی اللہ نے ۴ شعبان ۱۴۰۹ھ کو رات دس بجے اپنے حافظہ سے لکھے۔'' اس کے بعد فارغ ہونے والے طلبہ کے نام اور ان کے پتا جات ہر سال کے لحاظ سے درج کیئے۔ حافظ صاحب کے اس قول سے پتا چلتا ہے کہ وہ طلبہ کے بارے میں کتنے فقرمند تھے۔ اور کتنی گہری محبت رکھتے تھے۔ طلبہ کی تربیت کرتے ہوئے حافظ صاحب نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو مدنظر رکھا۔ ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾ [آل عمران]

استاذ محترم نورپوری صاحب پہلی مرتبہ طلبہ کو کتاب بخاری پڑھاتے ہیں:

بتاریخ ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۱ء کو حافظ عبدالمنان صاحب طلبہ کو مولانا عبدالحمید صاحب اور حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب کے کمرہ کے درمیان اپنے کمرہ تدریس میں کتاب بخاری کی جلد اول شروع کراتے ہیں۔ اس سے قبل حافظ صاحب نے طلبہ کو تقریباً تین ماہ میں علم الحدیث، امام بخاری اور کتاب بخاری کے متعلق ضروری باتیں لکھوائی تھیں۔ اب کتاب بخاری کا پہلا سبق یہاں سے شروع ہوتا ہے۔

بسم الله الرحمٰن الرحيم باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ و قول الله عز وجل إنا أوحينا إليك كما أوحينا إلى نوح والنبيين من بعده.

امام بخاری نے اپنی کتاب کو الحمد للہ سے شروع نہیں کیا ابوداؤد شریف کی روایت ہے جو فاعل اچھے فعل کو الحمد للہ سے شروع نہ کرے "فهو أقطع" تو امام بخاری نے الحمد للہ سے شروع کیوں نہ کیا؟ اس کے کئی جواب دیئے گئے ہیں۔ "کل امر ذی بال" والی حدیث امام بخاری کی شرط پر نہیں اس لیے اس حدیث کو معتبر نہ سمجھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ دارقطنی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث آتی ہے "کل امر ذی بال لا يبدء فيه بذكر الله فهو أقطع" اس حدیث میں الحمد للہ کی جگہ بذکر اللہ کے لفظ ہیں۔ اللہ کے ذکر کی کئی صورتیں ہیں نماز بھی "امر ذی بال" ہے جو اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے۔ گویا اللہ اکبر اللہ کا ذکر ہے۔ حج شروع کیا جاتا ہے تو "ألـلـهـم لبيك" سے شروع ہوتا ہے گویا اللہ کے ذکر کی کئی صورتیں ہیں۔ اس طرح "بسم الله" بھی اللہ کے ذکر میں سے ایک ذکر ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے جو زیادہ قوی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ جمعہ کے شروع میں الحمد للہ پڑھتے تھے۔ لیکن خطوط اور رسالوں میں آپ ابتدا "بسم الله الرحمٰن الرحيم" سے کرتے تھے۔ چنانچہ ھرقل کو خط لکھا گیا اسے بسم اللہ سے شروع کیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَٰنَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ﴾ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر جو تحریری معاہدہ کیا تھا وہ بھی بسم اللہ سے شروع کیا تھا۔ اس لیے تحریر اور خطوط کے شروع میں بسم اللہ لکھی جاتی ہے۔ لیکن خطبات اور وعظ کو الحمد للہ سے شروع کیا جاتا ہے۔ امام بخاری چونکہ تصنیف کا کام کر رہے ہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ کے فعل پر عمل کرتے ہوئے کتاب کو بسم اللہ سے شروع کرتے ہیں۔

علامہ عینی نے اس کا ایک اور جواب دیا ہے اور اسے سب سے احسن جواب شمار کیا ہے۔ کہ جامع بخاری کا جو اصل نسخہ تھا۔ اس میں الحمد للہ لکھا ہوا تھا۔ لیکن امام بخاری کے بعد شارحین اور کاتبین نے اس کو حذف کر دیا۔ لیکن یہ جواب سب سے کمزور جواب ہے کیونکہ یہ تو مانا جا سکتا ہے کہ بخاری

شریف کے شروع سے الحمدللہ کو حذف کر دیا گیا۔لیکن امام بخاری کی باقی تصنیفات کے شروع میں بھی الحمدللہ نہیں۔امام بخاری کے معاصر محدثین کی باقی کتب حدیث ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے شروع میں بھی الحمدللہ نہیں ہے۔اس لیے یہ جواب دینا کہ بعد کے کاتبین نے اسے حذف کر دیا یہ جواب درست نہیں۔

باب:

باب پر تین اعراب پڑھے گئے ہیں۔ "هٰذا بابٌ منون" مبتدا محذوف کی خبر ہو۔دوسرا اعراب یہ ہے کہ باب مبتدا محذوف کی خبر ہو لیکن کیف کی طرف مضاف ہو۔تیسرا اعراب یہ ہے کہ باب کو اعداد کے طور پر پڑھا جائے جو کسی ترکیب سے نہ ہو جیسے جدار وزید اور بکر وغیرہ ہیں۔

باب اصل میں دروازے کو کہتے ہیں۔لیکن شرعی لحاظ سے وہ چیز جس میں مسائل کا ایک مجموعہ جمع ہو۔ بعض نسخوں میں باب کے لفظ موجود نہیں۔کتاب کی ابتداء کیف کان بدء الوحی سے ہوتی ہے۔ باب کے لفظ نسخہ ابوذر اور اصیلی میں نہیں پائے جاتے۔باقی نسخوں میں باب کے لفظ پائے جاتے ہیں کیف میں امام بخاری پر اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اسم استفہام صدر کلام کو چاہتا ہے۔لیکن امام بخاری کیف سے پہلے باب کے لفظ لائے ہیں۔اس طرح کیف صدر کلام میں نہیں رہا۔تو اس کا جواب یہ ہے کی اسم استفہام کا صدر کلام کا تقاضا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسم استفہام کا جو مدخول ہو وہ مدخول سے قبل واقع ہو تو کیف اپنے مدخول سے قبل آ رہا ہے لہٰذا اعتراض نہ رہا۔یہ تو کبھی نہیں ہوا کہ کلام سے قبل تمام استفہام بیان کر دیئے جائیں اور مقصد بعد میں ہو۔

بدء:

بدء کو دو طرح سے پڑھا گیا ہے ایک طریقہ بدء کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا جائے یعنی مہموز ہو اور دوسرا طریقہ بدو یعنی واؤ کے ساتھ پڑھا جائے۔بدا یبدو کا معنی ظاہر ہونا ہوتا ہے۔ہمزہ کے ساتھ پڑھنے کی کئی دلیلیں ہیں۔پہلی دلیل کہ بخاری کے کئی نسخوں میں کیف کان ابتداء الوحی کے لفظ ہیں،تو بدأ یبدء کا معنی ابتداء ہوتا ہے۔اور بدا یبدو کا معنی ظاہر ہونا ہوتا ہے۔دوسری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری کتاب

میں اکثر باب باندھتے ہیں۔تو وہاں بدء ہمزہ کے ساتھ ہے۔تیسری دلیل یہ ہے کہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے اساتذہ سے بدء ہمزہ کے ساتھ سنا ہے۔

الوحی:

وحی کا معنی لغت میں اشارہ کرنا، لکھنا، مکتوب، الہام کرنا۔پوشیدہ طریقہ سے بات بتانا ہوتا ہے۔شرع میں اس کا معنی ''الھام الشرع'' ہوتا ہے۔کہ کسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں میں سے کسی نبی کو شریعت بتادے۔

قول اللہ عزوجل:

قول پر دو اعراب پڑھے جاسکتے ہیں۔مرفوع اور مجرور۔جب اس کا عطف باب پر ہو تو ہر صورت میں مرفوع ہوگا جیسا کہ باب پر تین اعراب پڑھے گئے ہیں۔اسی طرح قول پر بھی تین اعراب ہوں گے کیونکہ معطوف معطوف الیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔دوسرا اعراب یہ ہے کہ جب اس کا عطف کیف پر ہو جبکہ کیف باب کا مضاف الیہ بنتا ہو۔تو اس صورت میں قول مجرور ہوگا۔جب مضاف الیہ نہ ہو تو مرفوع ہوگا۔بعض کہتے ہیں کہ کان اور کان کے بعد پر عطف ڈالنا درست نہیں اس لیے کی جب کان یا کان کے بعد پر عطف ہوگا تو قول اللہ کا مکیف ہونا لازمی آئے گا۔جب قول مکیف ہوگا تو اس سے محل حوادث لازم آئے گا جو محل حوادث ہو تو وہ حادث ہوتا ہے۔لہٰذا اللہ قدیم نہ رہا حادث ہوگیا حالانکہ اللہ قدیم ہے تو یہ ان کا کہنا غلط ہے کیونکہ اللہ کے کلام کی کیفیت ہے۔موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر اللہ کا کلام سنا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں اللہ کے کلام کو سنا۔فرشتے اللہ کے کلام کو سنتے ہیں باقی رہا ان کا یہ قاعدہ بنانا کہ جو محل حوادث ہوتا ہے وہ حادث ہوتا ہے یہ قاعدہ بنانا درست نہیں کیونکہ حادث کا معنی ہوتا ہے موجود بعد العدم۔گویا جب انسان موجود نہیں تھا تو حادث نہیں تھا جب پیدا ہوا تب حادث ہوا۔محل حوادث تو انسان بعد میں بنا ہے۔اور علت کا معلول سے پہلے ہونا ضروری ہے۔اس لیے یہاں پر محل حوادث ہونے کو حادث ہونے کی علت بنانا غلط ہے۔اس وجہ سے یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔إنّــــا أوحينا إليك كما أوحينا إلى نوح و النبيين من بعده:

ہم نے آپ کی طرف وحی کی جس طرح نوح علیہ السلام اوران کے بعد نبیوں کی طرف وحی کی تھی۔ یہاں پر باب ترجمہ کی آیت سے دوطرح کی تشبیہ ہے ایک یہ ہے کہ جس طرح ہم نے پہلے انبیاء کرام کی طرف وحی کی تھی۔تو نوح علیہ السلام اوران کے بعد والے انبیاء کرام کی طرف وحی کو ہرایک مانتا ہے۔کہ وہ وحی واقعی اللہ کی طرف سے تھی۔اس میں کسی کو شک نہیں۔تو اسی طرح ہم نے آپ کی طرف وحی کی تو یہ لوگ آپ کی طرف نازل شدہ وحی کو کیوں نہیں مانتے؟ یہ اس وحی کو کسی آدمی کا کلام یا مجنون کا کلام کیوں کہتے ہیں۔تو جس طرح پہلے انبیا کرام کی طرف وحی کو یہ مانتے ہیں۔اسی طرح ان کو یہ وحی بھی مان لینی چاہیے۔کیونکہ دونوں اللہ کی طرف سے ہیں۔

دوسری تشبیہ:

دوسری تشبیہ یہ ہے کہ جس طرح ہم نے پہلے انبیاء کرام کی طرف وحی کی تھی۔اسی طرح آپ کی طرف بھی وحی کی ہے۔پہلے جن انبیاء کرام کو کتابیں دی گئیں تھیں۔ان کی طرف کتب کے علاوہ کچھ اور بھی وحی تھی جو کتاب کے علاوہ تھی۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِن بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَى بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ [القصص : ٤٣]

کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو پہلی بستیاں ہلاک کرنے کے بعد کتاب دی۔فرعون کو پہلے ہی ہلاک کر دیا تھا موسیٰ علیہ السلام کو کتاب بعد میں دی گئی۔گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کتاب ملنے سے پہلے جو چیزیں فرعون کے سامنے پیش کی تھیں۔وہ کتاب کے علاوہ تھیں۔اگر اس کو وحی شمار نہ کیا جائے تو پھر فرعون وحی کو جھٹلانے والا نہ تھا۔اگر اس نے وحی کو نہیں جھٹلایا تو پھر اس کو ہلاک کیوں کیا گیا؟ اس لیے ماننا پڑتا ہے۔کہ کتاب ملنے سے پہلے وحی تھی جو مکتوب نہیں تھی کیونکہ فرعون کے غرق ہونے کے بعد وادی تیہ میں جا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے آدمیوں کو چنا اور ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنایا تو وہاں ان کو کتاب ملی۔اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز وحی ہو وہ کتاب کے اندر ہی ہو یہ ضروری نہیں۔بلکہ جن انبیاء کرام کو کتب نہیں ملیں ان کی طرف وحی ہوتی تھی کوئی بھی ان کی وحی کا انکار نہیں کرتا اسی طرح ہم نے

آپ کی طرف بھی وحی کی جس طرح پہلے انبیاء کی طرف کی تھی۔ گویا اب کچھ وحی کتاب کی شکل میں ہے اور کچھ وحی کتاب کے علاوہ ہے جو حدیث کی شکل میں ہے۔ لہٰذا یہاں پر دوسری تشبیہ دینا زیادہ مناسب ہے۔ کہ وحی اللہ کی طرف سے ہے۔ پھر وحی کی دو صورتیں ہو جائیں گی وحی متلو اور وحی غیر متلو۔ حدیث وحی غیر متلو میں شامل ہو گی یہ تمام وحی اللہ ہی کی جانب سے ہے۔ کتاب بخاری کا پہلے دن کا سبق یہاں پر ختم ہو گیا۔ دوسرے دن یعنی یکم نومبر ۱۹۸۱ء کتاب بخاری کا نیا سبق شروع ہوا۔

اپنی اولاد کے لیے حافظ صاحب کی محنت:

حافظ صاحب نے جامعہ کی تدریس کے ساتھ ساتھ بیٹیوں کو بھی دینی تعلیم خود دی۔ اور بیٹوں کے لیے بھی بھرپور کوشش کی۔ حاضرین مجلس نے اپنی آنکھوں سے وہ منظر دیکھا تھا۔ جب مناظر اسلام حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ نے آپ کے بیٹے حافظ عبدالرحمٰن کو اوپر اٹھا کر کہا تھا اللہ تعالیٰ تمام افراد کو ایسی نیک اولاد عطا فرمائے جو اس بچے جیسے ہوں۔ اس وقت آپ کے بیٹے حافظ عبدالرحمٰن محلّہ کی جامع مسجد قدس میں قرآن حفظ کر رہے تھے۔ اور پروگرام بھی اسی مسجد میں تھا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کو نیک اور والدین کی اطاعت کرنے والی اولاد عطا فرمائی۔ کیونکہ جب حافظ عبدالرحمٰن صاحب نے جامعہ سے فارغ ہو کر مرکز طیبہ مریدکے میں پڑھانا شروع کیا تھا۔ تو استاذ محترم نے بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عبدالرحمٰن کو بڑی سمجھ عطا فرمائی ہے۔ کہ وہ اپنی تنخواہ سے اپنے اخراجات پورے کر کے باقی رقم ہمیں لا کر جمع کرا دیتا ہے۔ اور ہم نے اس کی کمیٹی ڈال دی ہے تاکہ اس کی شادی کے اخراجات پورے ہو جائیں۔

جہاں حافظ صاحب نے طلبہ کو اعمال صالح کی تلقین کی وہاں اپنی اولاد کی تربیت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی مجھے وہ وقت یاد ہے کہ جب حافظ صاحب کے مکان پر قربانی کا ذکر ہوا تو بتانے لگے کہ ہم نے خود اپنے لیے قربانی کا ایک جانور خریدا ہے۔ اس کے چند دن بعد کسی آدمی نے ہمیں ایک جانور لا کر دیا۔ اور کہا کہ آپ ہماری طرف سے اس جانور کو قبول فرمائیں اور اپنی طرف سے اس کی قربانی کر دیں۔ تو بیٹا حافظ عبدالرحمٰن بولا ''ابو جان ہم یہ دونوں جانور قربانی کریں گے۔ اور یہ بعد

والا جانور نہ بھی آتا تو ہم پہلے اپنے خریدے ہوئے جانور کی قربانی کرتے۔'' لہٰذا ہم نے دونوں جانور قربانی کر دیے۔ اللہ تعالیٰ نے میری نسبت بیٹے کو زیادہ جذبے والا بنایا ہے۔ حافظ صاحب کے اس بیان سے پتا چلتا ہے کہ جب وہ کسی کو نیک کام کرتے دیکھتے یا نیک جذبہ دیکھتے تو کیسی دلی مسرت محسوس کرتے تھے۔ اور کتنی خوشی کا اظہار کرتے۔ اسی لیے تو حافظ عبدالقادر روپڑی صاحب رحمہ اللہ نے بچپن میں ہی اس بچے کو دیکھ کر کہا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ ہر آدمی کو ایسی ہی نیک اولاد عطا فرمائے۔'' اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو نیک اولاد کی نعمت سے نوازے۔ اور جن کی اولاد ایسی نہیں اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت دے کہ وہ اللہ کے احکامات کی پابندی کریں اور ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنیں۔ آمین یارب العالمین۔

استاذ نورپوری صاحب کا عام لوگوں کی اصلاح کا جذبہ:

حافظ صاحب نے عام لوگوں کی اصلاح کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ جامع مسجد قدس اہلحدیث سرفراز کالونی میں نماز فجر کے بعد درس قرآن شروع کیا۔ اور بڑی تفصیل سے سمجھایا۔ اور عشاء کی نماز کے بعد اسی جامع مسجد قدس اہلحدیث میں درس حدیث شروع کیا۔ تاکہ عام لوگ اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت کو سمجھیں اور کسی معاملے میں بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی نہ کریں۔

پھر مولانا عبداللہ صاحب کے حکم سے جامع مسجد اہلحدیث چوک نیائیں میں فجر کی نماز کے بعد درس قرآن دینا شروع کیا۔ تو لوگوں کے اندر بھی اسلامی احکام کی پابندی کا جذبہ پیدا ہوا۔ شادی کے موقع پر برات لے جانے کو رسم قرار دیا۔ اسی طرح لباس پہننے میں، جوتا پہننے میں، کنگا کرنے میں سنت رسول ﷺ کو اجاگر کیا۔ اور بھولنے والے افراد کی یاددہانی کے لیے مسجد کے دروازے کے پاس ایک بورڈ بنوایا جس پر احادیث نبویہ درج کروائیں تاک لوگ جوتا پہنتے ہوئے سنت نبویہ پر عمل کریں۔ اور اپنے لیے آخرت کا اجر جمع کریں۔

عام لوگ اپنے مشکل مسائل کے بارے میں حافظ صاحب سے رجوع کرتے تو حافظ صاحب تسلی سے اس کو جواب دیتے تھے۔ اور اگر کسی میں کوئی کوتاہی دیکھتے تو کمال حکمت سے اسے سمجھاتے

اور کہتے ''آپ نے تو ایک مسئلہ پوچھا ہی نہیں؟ وہ پوچھتا ہے کون سا مسئلہ رہ گیا ہے؟ تو حافظ صاحب اس کو فرماتے ''وہ داڑھی رکھنے والا مسئلہ! تو اس طرح آپ اس کو سمجھاتے اور بدعملی چھوڑنے کی ترغیب دلاتے۔ اس طرح کئی لوگوں نے برے اعمال ترک کر دیے اور سنت نبویہ پر عمل کیا۔ **فللّٰه الحمد علی ذالك۔**

نتائج:

اس حکمت عملی سے لوگوں کا سمجھانے کو بہت اچھا نتیجہ نکلا۔ عام لوگ بھی اس انداز سے اسلام کے داعی بن گئے۔ خود برے اعمال چھوڑ دیے اور نیک اعمال کی ترغیب دلانے لگے۔ اس انداز سے حافظ صاحب مطمئن تھے اور خوش تھے اور ملاقات کے لیے آنے والے علماء کو بتاتے کہ عام لوگوں کی اصلاح کیسے کی جائے۔ اور اعمال بد سے بچا کر اعمال صالح کی ترغیب دی جائے۔ اصلاح عقیدہ کی کوشش کی جائے اور تقلید شخصی کے نقصانات سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔ اور بتاتے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ دیکھو نیک عمل کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے کتنا عمدہ وعدہ فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا﴾[مریم : ٩٦] ''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اعمال صالح کیے رحمٰن ان کے لیے محبت پیدا کر دے گا۔''

جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگوں میں فتنہ فساد ختم ہو جائے گا لوگوں میں نفرت بغض اور حسد کی آگ بجھ جائے گی۔

استاذ محترم ملاقات کے لیے آنے والے علماء کرام کو بتاتے کہ دیکھو یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾[النحل : ٩٧]

کہ مرد یا عورت میں سے ہر ایک کے لیے اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال اختیار کرنے پر حیات طیبہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور وہ بھی لام تاکید اور نون تاکید ثقیلہ کے ساتھ ہے۔ جس میں کسی قسم کا شک نہیں ہوسکتا۔

کبھی آپ علماء کرام کو دعوتی میدان میں اس طرح ترغیب دلاتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس محنت پر اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾[النساء : ١١٤]

اگر آپ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ان لوگوں کی اصلاح کی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے۔

استاذ محترم اور تقرب الی اللہ:

حافظ صاحب نے زندگی بھر اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((وما تقرب إليّ عبدی بشیءٍ أحب إلی مما إفترفت علیه وما یزال عبدی یتقرب إلی بالنوافل حتیٰ أحببته الخ)) بخاری،الرقاق،باب التواضع(٦٥٠٢)

فرائض کی ادئیگی کے بعد کثرت سے نوافل کا اہتمام کرنا مثلاً تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد، فرض نماز سے قبل وبعد، تہجد، اشراق اور قیام اللیل کے نوافل ہیں۔ اس سلسلہ کی بہترین مثال وہ مسئلہ ہے جو میں نے ان سے دریافت کیا تھا۔ کہ موجودہ دور میں استقامت فی الدین کے لیے سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ ہم اسلامی احکامات پر عمل کے لیے تجربہ گاہیں بنائیں۔ تاکہ لوگ شک سے نکل کر یقین کی طرف آئیں۔ اور ایمان کے بعد انسان کی یہ سب سے بڑی ضرورت ہے۔ جس کی تمنا سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی۔

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِن قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾[البقرہ : ٢٦٠]

سیدنا ابراہیم علیہ السلام رب سے سوال اطمینان قلب کے لیے کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کا واحد راستہ اپنے ہاتھوں سے کیے ہوئے تجربات بتایا ہے۔ تو حافظ صاحب بتانے لگے کہ یہ بات درست ہے کہ

تجربات سے انسان میں اطمینان قلب، یقین اور قوت ایمانی پیدا ہوتی ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا دوسرا طریقہ بھی بتایا ہے۔اور وہ ہے

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾[الرعد : ۲۸]

استاذ نورپوری صاحب اور مدلل گفتگو:

حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے مدلل گفتگو کرنے کا ملکہ عطا کیا تھا۔آپ پر اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم احسان تھا جس کو سامع محسوس کر لیتا تھا۔آپ موقع کی مناسبت سے سامعین کی قوت فہم کے مطابق بات کرتے۔اگر کوئی سوال کرتا تو آپ سائل کو مدلل جواب دیتے تھے۔اگر آپ کی کتاب احکام و مسائل کا مطالع کیا جائے تو ناظر خود یہ محسوس کرے گا کہ آپ قرآن وحدیث کے مطابق کتنا واضح جواب لکھتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ کبھی سائل کی زبان اردو ہے تو جواب بھی اردو میں ہے۔اور اگر سائل کی زبان عربی ہے تو جواب بھی عربی زبان میں ہے۔اور یہ خطوط اس بات کی بین دلیل ہیں کہ علمی حلقوں میں اور عام لوگوں میں آپ کی مدلل گفتگو کتنا گہرا اثر رکھتی ہے۔

مدلل گفتگو کا طلبہ پر اثر:

حافظ صاحب طلبہ سے مدلل گفتگو کرتے۔جس سے طلبہ بہت خوش ہوتے اور سوال کرتے کہ یہ دلائل آپ کو کہاں سے ملے؟ تو جواب دیتے ’’جو کچھ پایا یہاں کتابوں سے پایا اپنے ابا کے گھر سے کون لایا۔‘‘اس مدلل گفتگو کا اثر تھا کہ طلبہ کسی مسئلہ کے حق میں اور مخالفت میں دلائل جمع کرتے اور ان کو پیش کرنے کے لیے دو طالب علم فرضی مناظرہ کا منظر پیش کرتے تاکہ دلائل کو اچھی طرح ذہن نشین کیا جا سکے۔

استاذ محترم دوران تدریس طلبہ کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں:

دوران تدریس جب حافظ صاحب اس بات کو محسوس کر لیتے کہ پڑھتے پڑھتے یہ تھک گئے ہیں یا سبق نہ یاد کرنے کی وجہ سے کبھی ڈانٹ بھی پڑتی تھی۔تو جوں ہی موقع ملتا حافظ صاحب طلبہ کی حوصلہ افزائی بھی کرتے تھے۔اسی لیے طلبہ ان کی نرم و گرم ہر قسم کی بات سن لیتے تھے۔ایک دن جب حافظ صاحب

طلبہ کو امام بخاری کے حالات زندگی لکھوار ہے تھے کہ یہ عبارت لکھواتے ہیں "فأخذ القلم و أصلح كتابه و قال صدقت" تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اساتذہ لائق شاگردوں کی باتوں پر ناراض نہیں ہوتے بلکہ خوش ہوتے ہیں کیونکہ امام داخلی نے امام بخاری کو ڈانٹا نہیں بلکہ صدقت کہا ہے۔اور اپنی کتاب کی اصلاح کی ہے۔کسی نے امام بخاری سے پوچھا کہ جب آپ نے امام داخلی کی غلطی نکالی تو اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی تو امام بخاری نے جواب دیا گیارہ سال تھی۔اس طرح مختلف مواقع پر واقعات کے لحاظ سے حافظ صاحب طلبہ کی حوصلہ افزائی کرتے تھے تاکہ وہ اس علمی میدان میں مسلسل محنت کرتے رہیں۔یہی محنت کل ان کو فائدہ دے گی۔اسی طرح پہلے اساتذہ بھی اپنے طلبہ کو سمجھاتے تھے۔جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں یحییٰ بن ابی کثیر کا قول نقل کیا ہے

((لَا يُسْتَطَاعُ الْعِلْمُ بِرَاحَةِ الْجَسَدِ)) "بدن کی راحت سے علم کا حصول نہیں ہوسکتا"

صحيح مسلم، المساجد، باب اوقات الصلوات الخمس

حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ وزیر آبادی اور مدلل گفتگو:

راقم الحروف کو مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے چچا زاد بھائی حکیم عبدالمجید وزیر آبادی صاحب نے مولانا عمردین وزیر آبادی صاحب کے حالات زندگی لکھواتے ہوئے بتایا کہ ایک دن ایک آدمی نے آکر حافظ عبدلمنان وزیر آبادی صاحب سے ایک مسئلہ پوچھا تو حافظ صاحب نے سوال کا مختصر سا جواب دیا۔سائل نے تیسری مرتبہ اعتراض کرتے ہوئے سوال کو دہرایا تو پھر حافظ صاحب نے مدلل جواب دینے شروع کیئے یہاں تک کہ نماز کے لیے اذان کا وقت ہو گیا اور حافظ صاحب وزیر آبادی دلائل پیش کیئے جارہے ہیں۔اب وہی شخص روتے ہوئے حافظ صاحب سے عرض کررہا تھا کہ حافظ صاحب بس کیجئے حافظ صاحب بس کیجئے۔

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ اور مدلل گفتگو:

کسی آدمی نے ایک کتاب رنگیلا رسول کے نام سے لکھی تھی۔تو مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے اس کا جواب مقدس رسول کے نام سے لکھا تھا۔اب بھی یہ کتاب صرف ایک سو انیس صفحات پر مشتمل ہے۔

لیکن اس قدر مدلل ہے کہ دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ علماء سابقین کس طرح ناموس رسالت کا تحفظ کرتے تھے۔ جس کے بارے میں مہاراجہ سرکشن لکھتے ہیں۔ ''آپ نے واقعات کی تحقیق میں اپنی جس وسیع معلومات سے کام لیا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ آپ ہی کا کام تھا آپ نے اسلام کا وہ فرض ادا کیا ہے جس کی اشد ضرورت تھی۔ بلکہ مسلمانوں پر احسان کیا ہے۔ جواب کی خوبی تحریر کی متانت اور بیان کی خوش اسلوبی بیان سے بالا ہے۔'' ایسی مدلل گفتگو کو دیکھ کر اپنے تو اپنے غیر بھی پکار اٹھتے ہیں۔ دھرم پرکاش لاہور ۲۲ ستمبر ۱۹۲۴ء کے اخبار میں لکھتا ہے۔ ''مقدس رسول'' ایک کتاب کا نام۔ جو امرتسر کے مشہور مناظر مولوی ثناء اللہ صاحب نے رنگیلا رسول کے جواب میں لکھی ہے۔ ہاں وہی رنگیلا رسول جس کے خلاف مسلمان اخبارات نے اس قدر شور مچایا ہے کہ آخر گورنمنٹ کو اس کے پبلشر کے خلاف مقدمہ دائر کرنا پڑا اہم مولوی صاحب کی اس تصنیف کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ یہ ہے مذہبی میدان میں جوہر طبیعت دکھانے کا اصلی ڈھنگ یہ ہے اسلام کو دیگر مذاہب کے خلاف سچا ثابت کرنے کا طریقہ۔''

استاذ محترم حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ اپنے اساتذہ کی نظر میں:

غیب کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ وہی علام الغیوب ہے۔ اللہ کے سوا زمین و آسمان میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔ بعض دفعہ بڑے اپنے بچوں میں اچھی صفات دیکھ کر ان سے اچھی امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں تو بڑے ہو کر وہ بچے اپنے بڑوں کی امیدوں پر پانی نہیں پھیرتے بلکہ وابستہ امیدوں سے بڑھ کر وہ کام کرتے ہیں آیئے ہم اپنے استاذ حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب کو ان کے اساتذہ کی نظر میں دیکھتے ہیں۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی نظر میں:

جب حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب چوک نیائیں گوجرانوالہ کے مدرسہ میں داخل ہوئے تو ان کا نام خوشی محمد تھا۔ جو پیدائش کے وقت والدین نے رکھا تھا۔ تو ان کے استاذ مکرم مولانا محمد اسماعیل سلفی نے ان کا نام اپنے استاذ حافظ عبدالمنان وزیرآبادی کے نام پر عبدالمنان رکھ دیا۔ چنانچہ وہ آپ کو مخاطب

کر کے پیار و شفقت سے فرمایا کرتے تھے۔ ''میں نے اپنے شیخ کے نام پر تیرا نام رکھ دیا۔''

مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی نظر میں:

حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب نے ان سے چوک نیائیں اور دال بازار والی مسجد میں کچھ کتابیں پڑھی تھیں۔ جب جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ صحیح بخاری پڑھاتے ہوئے بیمار ہو گئے تو آپ کے تینوں معزز اساتذہ کرام کی نگاہیں آپ پر جم گئیں کہ وقت کے بہت بڑے محدث شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی کی جگہ ماہ اگست ۱۹۸۱ء سے آپ ہی جامعہ کے طلبہ کو بخاری پڑھائیں گے۔

آپ کے تینوں بزرگ اساتذہ کرام شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب، شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی اور صدر مدرس مولانا محمد عبدالحمید ہزاروی صاحب کا آپ کو کتاب بخاری پڑھانے کے لیے منتخب کرنا بہت بڑا اعزاز تھا۔ کیونکہ استاذ ہی کسی لائق شاگرد کی صلاحیت اور محنت کو دیکھ کر اس کے لیے میدان کا انتخاب کرتے ہیں۔

حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب کی نظر میں:

چنانچہ آپ نے اپنے اساتذہ کرام کے حکم کے مطابق اپنے آپ کو تدریس بخاری کے لیے تیار کر لیا۔ تو اگست ۱۹۸۱ء سے اپنے استاذ عبدالحمید ہزاروی کے زیر سایہ جامع محمدیہ میں طلبہ کو مکمل کتاب بخاری پڑھائی۔ صحیح بخاری پڑھانے سے قبل طلبہ کو ضروری باتیں تحریر کرائیں۔ جو بعد میں مرءۃ البخاری کے نام سے چھپ چکی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی صاحب کو صحت عطا فرمائی پھر اگلے سال یعنی شوال ۱۴۰۲ھ بمطابق اگست ۱۹۸۲ء پھر حافظ محمد گوندلوی صاحب ہی طلبہ کو بخاری پڑھاتے رہے۔

اب حافظ محمد گوندلوی بہت کمزور ہو چکے تھے۔ اور طلبہ ان کے گھر پر جا کر ان سے بخاری کا سبق پڑھتے تھے۔ زیادہ کمزور ہونے کی وجہ سے حافظ صاحب کی صحت اچھی نہیں رہی۔ لہٰذا ۱۹۸۴ء سے مستقل طور پر حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب ہی طلبہ کو بخاری پڑھاتے رہے۔

صدر مدرس مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب اور استاذ حافظ عبدالمنان نورپوری کے درمیان کمال محبت اور طلبہ پر شفقت:

جامعہ محمدیہ کے صدر مدرس مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب تھے۔ انھوں نے دوران تدریس یہ محسوس کرلیا تھا کہ آخری جماعت یعنی بخاری پڑھنے والوں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اور امام بخاری نے جس مجتہدانہ انداز میں بخاری لکھی ہے۔ حالات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں۔ کہ بخاری کی ایک جلد ایک استاذ کے پاس ہو۔ اور دوسری جلد دوسرا استاذ پڑھائے۔ اس طرح شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب طلبہ کو ایک سال جلد اول پڑھاتے ہیں اور استاذ حافظ عبدامنان صاحب نورپوری طلبہ کو دوسری جلد پڑھاتے ہیں۔ اس طرح طلبہ دونوں محنتی اور بزرگ اساتذہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ دونوں کی محنت کو قبول فرمائے۔ اور دونوں کو بہتر جزادے آمین یارب العالمین۔

استاذ محترم حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب اور لقب شیخ الحدیث:

حافظ عبدالمنان صاحب نے اپنے اساتذہ کرام کی امیدوں کو پورا کر دکھایا۔ طلبہ کو مکمل بخاری بھی پڑھائی۔ کبھی ایک جلد پڑھائی اور کبھی دوسری جلد پڑھائی۔ اور تکمیل بخاری کے موقع پر بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا۔ اور دوسرے کئی مقامات پر بھی درس حدیث کے لیے تشریف لے گئے۔ لیکن اپنے نام کے ساتھ شیخ الحدیث کا لفظ لگانا پسند نہ فرماتے تھے۔ بلکہ ایسے شواہد موجود ہیں کہ اگر کسی مقام پر جلسہ کا اشتہار لگا ہوا ہے اور استاذ حافظ عبدالمنان صاحب کے نام کے ساتھ شیخ الحدیث کا لقب بھی موجود ہے تو جلسہ گاہ کے قریب پہنچ کر بھی وہاں سے واپس لوٹ آتے تھے۔ اور جلسہ سے خطاب نہ فرماتے۔ سچا وعدہ ہے رب رحمان کا ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾ [القصص : ۸۳]

حافظ صاحب کا اپنے استاذ مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب کی انتہائی تعظیم کرنا:

حافظ صاحب اپنے استاذ مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب کا انتہائی احترام کرتے تھے۔ اگر کسی مسئلہ پر فتویٰ درکار ہوتا تو فتویٰ اپنے استاذ مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب سے لیتے تھے۔ اگر کوئی دوسرا شخص

بھی حافظ صاحب سے فتویٰ مانگتا تو اس کو مفتی وشیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب کے پاس بھیج دیتے تھے۔ احکام و مسائل کے خطوط اس بات کی بین دلیل ہیں کہ عام لوگ، علماء کرام اور طلبہ اندرون ملک اور بیرون ملک سے کس طرح مسائل کا حل پوچھتے ہیں۔ اور آپ کی علمی پختگی اور وسعت مطالعہ پر اعتماد کرتے ہیں۔ آپ تمام سائلین کے خطوط کا جواب لکھتے۔ لیکن فتویٰ صرف آپ کے استاذ مفتی جماعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی ہی دیتے۔ اگر کوئی شخص آپ سے مسئلہ پوچھتا۔ اور مولانا عبدالحمید صاحب وہاں موجود ہوتے تو حافظ صاحب اس شخص کو اپنے استاذ مولانا عبدالحمید صاحب کی طرف پھیر دیتے کہ ان سے مسئلہ پوچھ لو۔

حافظ صاحب کے لیے استاذ مولانا عبداللہ صاحب کی شفقت:

مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ جو آپ کے استاذ محترم تھے۔ آپ کی قوت تحریر اور انداز بیان دیکھ کر اپنی علالت کے دوران ہی جامع مسجد اہلحدیث نیائیں چوک گوجرانوالہ میں یہ ذمہ داری سونپی تھی کہ آپ فجر کی نماز کے بعد درس قرآن دیں گے۔ اور خطبہ جمعہ بھی ارشاد فرمائیں گے۔ اور تحریری میدان میں آپ اپنے استاذ المکرّم حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی فیض الباری کے نوٹ تحریر کر کے اس کی وضاحت کر رہے تھے۔ اور یہ کام انتہائی مشقت والا، کثرت مطالعہ والا اور نظر عمیق کا محتاج تھا۔ اور مولانا عبداللہ صاحب یہ سب کچھ سمجھتے تھے اس لیے انھوں نے جامعہ محمدیہ میں آپ کا تدریسی وقت اڑھائی گھنٹے کر دیا تاکہ آپ دلجمعی سے یہ کام کر سکیں۔

استاذ محترم حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ تصنیفی میدان میں:

اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کو قوی حافظہ، عمدہ طریق استدلال اور خوبصورت تحریری قوت سے نوازا تھا۔ معترض کے اعتراض کو سمجھنا اور نہایت متانت وسنجیدگی سے مدلل جواب دینا آپ کی عادت تھی۔ عربی اردو اور پنجابی تینوں زبانوں پر آپ کو عبور تھا اور اہل زبان کی طرح نہایت مؤثر انداز میں تینوں زبانوں میں مافی الضمیر کا اظہار کر سکتے تھے۔ بلکہ بوقت ضرورت اشعار سے بھی کام لیتے تھے۔ حافظ صاحب کی جملہ تصنیف کردہ کتابوں کی تعداد بیالیس ہے جن کے نام اور مختصر تعارف بستان حدیث

میں چھپ چکا ہے۔ میں یہاں ان کتابوں کے نام ذکر کروں گا۔

۱۔ارشادالقاری الی نقد فیض الباری ۲۔احکام ومسائل ۳۔مرأۃ البخاری ۴۔زبدۃ المقترح فی علم المصطلح ۵۔فصل الخطاب فی تفسیر خاتمۃ الکتاب ۶۔زبدۃ التفسیر لوجہ التفسیر ۷۔خطبات نورپوری ۸۔نخبۃ الاصول تلخیص ارشادالفحول ۹۔کیا مرزا قادیانی نبی ہے؟ ۱۰۔نماز میں ہاتھ اٹھانے اور باندھنے کی کیفیت ۱۱۔مسئلہ رفع الیدین ۱۲۔غنچہ نماز ۱۳۔نماز مترجم ۱۴۔مرأۃ التفسیر ۱۵۔حقیقت تقلید ۱۶۔کیا تقلید واجب ہے؟ ۱۶۔ردتقلید ۱۷۔تعداد تراویح ۱۹۔تحقیق التراویح ۲۰۔بیع التقسیط ۲۱۔حج وعمرہ ۲۲۔داڑھی ۲۳۔ائمہ اربعہ ۲۴۔اتفاق امت ۲۵۔ضعیف روایات ۲۶۔نکاح میں ولی کی حیثیت ۲۷۔سود کی حرمت ۲۸۔مسائل قربانی ۲۹۔تعداد رکعات ۳۰۔ایمان کی حقیقت ۳۱۔اطاعت رسول ۳۲۔شادی ۳۳۔ازدواجی زندگی ۳۴۔قرآن وسنت کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے؟ ۳۵۔قسطوں کی بیع ۳۶۔عقیقہ ۳۷۔خطبہ منگنی ۳۸۔حجیت حدیث ۳۹۔ختم نبوت ۴۰۔اثبات التوحید ۴۱۔اسلام کی دوسری کتاب ۴۲۔سفر نورستان۔

حافظ صاحب کے ساتھ تصنیفی میدان میں محنت کرنے والے ان کے چند شاگرد:

استاذ حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب نے جہاں طلبہ پر اس قدر محنت کی۔ عام لوگوں کی اصلاح کی کوشش کی۔ وہاں کچھ طلبہ کی ایسی رہنمائی فرمائی۔ جو کچھ نہ کچھ تحریر کرسکیں تو کچھ ایسے طلبہ تیار ہو گئے جو تحریری میدان میں کام کرسکیں۔ ان میں سے چند ایک کے نام ذکر کرتا ہوں جو میرے علم میں ہیں۔ اور کتنے ہی ایسے ہوں گے جو کام تو کر رہے ہوں گے لیکن میں ان کو نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام بھائیوں کو زیادہ قوت دے کہ اس میدان میں آگے بڑھتے جائیں۔

۱۔مولانا محمد مالک بھنڈر صاحب:

مولانا محمد مالک بھنڈر صاحب نے جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ سے تعلیم حاصل کی۔ اور فارغ ہونے کے بعد یہاں اسی جامعہ میں تدریسی فرائض سرانجام دینے شروع کیے۔ (جبکہ آج کل جامعہ اسلامیہ مسجد مکرم

ماڈل ٹاؤن میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں) استاذ محترم حافظ عبدالمنان صاحب سے لوگ بذریعہ خطوط سوال کرتے تھے حافظ صاحب اس کا تحریری جواب دیتے تھے۔ یہ مسائل لوگوں کو موجودہ دور میں پیش آنے والے واقعات کے متعلق تھے۔ اور عام طور پر اکثر لوگوں کو ایسے مسائل پیش آتے رہتے ہیں۔ حافظ صاحب جو بھی جواب تحریر فرماتے۔ اس کی ایک نقل اپنے پاس رکھتے تھے۔ مولانا مالک بھنڈر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا کہ انھوں نے تمام خطوط کو فقہی انداز میں ترتیب دیا۔ پھر جہاں صرف عربی عبارت تھی۔ اس کا اردو میں ترجمہ کر دیا۔ اور جہاں کوئی الجھن تھی اور عام آدمی کے سمجھنے میں مشکل تھی۔ اس کو آسان لفظوں میں بیان کر دیا۔ عام لوگوں کو قرآن وسنت کے مطابق روزمرہ مسائل جو پیش آتے ہیں اس کا مدلل جواب اس کتاب میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا محمد مالک بھنڈر صاحب کو اجر عظیم عطا فرمائے اور اپنی رحمت سے مزید قوت دے کہ وہ اسی میدان میں آگے بڑھتے جائیں۔ جنھوں نے مفاد عامہ کی خاطر اس قدر محنت کی کہ آج اکثر گھروں کے اندر کتاب وسنت کی روشنی میں موجودہ دور کے اہم ترین مسائل کا حل موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان سچا ہے۔ ((واللہ في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه)) (رواہ مسلم و مشکوٰۃ ص:۳۳)

مولانا محمد طیب محمدی صاحب:

استاذ محترم حافظ صاحب جامع مسجد اہلحدیث چوک نیائیں گوجرانوالہ میں خطبہ جمعہ دیتے تھے تو انھوں نے چالیس خطبات جمعہ مسائل جنازہ پر دیئے۔ جمعۃ المبارک کے ان خطبات کو آپ کے عظیم شاگرد طیب محمدی صاحب نے جمع کیا۔ اور ترتیب دے کر خطبات نورپوری کے نام سے شائع کیا۔ انھوں نے یہ کتاب اپنے ادارے دارالحسنٰی گوجرانوالہ کی طرف سے شائع کی ہے۔ اللہ تعالیٰ محمد طیب محمدی صاحب کی اس محنت کو قبول فرمائے محمد طیب محمدی صاحب حافظ صاحب کی دوسری تصانیف کو بھی شائع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مزید قوت دے کہ وہ اس کے بعد بھی آگے بڑھتے چلے جائیں۔ آمین یارب العالمین۔

مولانا محمد عظیم حاصل پوری صاحب:

مولانا محمد عظیم حاصلپوری جامعہ محمدیہ میں ہی تعلیم حاصل کرتے رہے۔استاذ محترم حافظ صاحب قرآن مجید کی تفسیر پڑھانے سے قبل اصول تفسیر کے متعلق طلبہ کو لکھواتے تھے۔مولانا محمد عظیم صاحب نے اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا۔ان اسباق کو جمع کیا پھر ترتیب دیا۔پھر طلبہ کے مفاد کی خاطر ان کو مرأۃ التفسیر کے نام سے شائع کیا۔مولانا محمد عظیم صاحب کا تصنیفی ذوق قابل قدر ہے۔وہ اس وقت تک بہت سی کتابیں تصنیف کر چکے ہیں۔جو اپنے موضوعات کے لحاظ سے بہت اہمیت کی حامل ہیں۔اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے اور اجر عظیم دے۔

محمد یونس عتیق:

اس بندہ فقیر إلی رحمۃ اللہ نے حافظ صاحب کے ان دروس کو جمع کر کے ترتیب دیا۔جو استاذ محترم نے صحیح بخاری پڑھانے سے قبل طلبہ کو لکھوائے تھے۔ترتیب دروس کے بعد ان کی تخریج کی۔اور مولانا محمد طیب صاحب کی کوششوں سے طباعت کے مراحل سے گزر کر مرآۃ البخاری کے نام سے چھپ چکی ہے۔

قاری گل ولی صاحب:

استاذ محترم حافظ عبدالمنان صاحب جامع مسجد اہلحدیث چوک نیائیں میں نماز فجر کے بعد درس قرآن ارشاد فرماتے۔درس قرآن مجید مدلل اور لوگوں کی قوت فہم کے مطابق ہوتا تھا۔اس درس قرآن کو قاری گل ولی صاحب ریکارڈ کرتے رہے پھر اس کو ترتیب دیا گیا۔

استاذ محترم حافظ عبدالمنان صاحب اور جامعہ محمدیہ کے دوسرے اساتذہ کرام:

طلبہ کی سیرت سازی میں، اخلاق سنوارنے میں، محنت پر ابھارنے میں، تقریری اور تحریری ذوق پیدا کرنے میں اور ان کی حوصلہ افزائی میں اکیلے حافظ عبدالمنان صاحب ہی نہیں بلکہ دوسرے اساتذہ کرام بھی برابر کے شریک ہیں۔اساتذہ کرام کا خلوص، محبت سے بھرپور جذبات، ناصحانہ اقوال اور پاکیزہ ماحول طلبہ کی کردار سازی میں انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے۔اس وقت جامعہ محمدیہ میں حافظ عبدالمنان صاحب کے ساتھ ان کے رفیق کار استاذ الاساتذہ صدر مدرس مولانا عبدالحمید ہزاروی

صاحب تھے۔اسی طرح استاذ محترم عبدالسلام بھٹوی صاحب تھے۔اسی طرح مولانا رفیق سلفی صاحب اور مولانا جمعہ خان صاحب کی یادیں اب بھی ہمارے ذہنوں میں تازہ ہیں۔ اسی طرح قاضی عبدالرزاق صاحب اور حافظ منظور صاحب بھی طلبہ کو بھرپور محنت کرواتے تھے۔ یہ تھے وہ اساتذہ کرام جو طلبہ کی تعلیم کے ساتھ ان کی بہترین تربیت بھی کرتے رہے اساتذہ کرام کی محنت، خلوص اور بھائی چارے کی وجہ سے جامعہ محمدیہ ترقی کے منازل طے کرتا گیا۔اور روز بروز ترقی کرتا گیا۔ جہاں اب ایک خوبصورت جامع مسجد، تدریسی و رہائشی کمرے اور وسیع لائبریری موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ اساتذہ کرام کو حفظ و امان میں رکھے۔ طلبہ کو مزید محنت کرنے کی قوت دے۔ اور اس کار خیر میں حصہ لینے والے مالی تعاون کرنے والے افراد کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ جو اس دینی ادارے کا انتظام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مال و دولت میں برکت دے تاکہ وہ مزید خرچ کر سکیں۔

استاذ محترم حافظ عبدالمنان صاحب اور استاذ محترم حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب کا گہرا تعلق:

دونوں اساتذہ کرام کا آپس میں بہت گہرا تعلق تھا۔ مسائل کی تحقیق میں، وسعت مطالعہ میں، بلند اخلاق میں، طلبہ کی تربیت میں، تقویٰ اور پرہیزگاری میں اور طلبہ پر شفقت کرنے میں دونوں کا مقام بہت بلند تھا۔ طلبہ دونوں کا بہت احترام کرتے تھے۔ سرفراز کالونی میں دونوں کے گھر قریب قریب تھے۔ جب استاذ محترم حافظ عبدالسلام صاحب بھٹوی جامعہ محمدیہ سے چلے گئے تب بھی ان کے تعلقات میں فرق نہ آیا۔ دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب تھے۔ جب حافظ عبدالمنان صاحب ایک دفعہ بیمار ہوئے تو میں نے دیکھا کہ حافظ عبدالسلام صاحب اپنے رفقاء سمیت حافظ عبدالمنان صاحب کی تیمارداری کے لیے تشریف لائے۔ اسی طرح جب حافظ عبدالمنان صاحب کا بیٹا حافظ عبدالرحمٰن تعلیم حاصل کر کے فارغ ہو جاتا ہے۔ تو حافظ عبدالسلام صاحب مریدکے میں اس کو اپنے ساتھ مدرس مقرر کر لیتے ہیں۔ اور کئی دفعہ مریدکے میں حافظ عبدالمنان صاحب تشریف لائے ہیں یہی تعلقات تاحیات قائم رہے۔

حافظ صاحب کی وفات اور وفات کے بعد جامعہ محمدیہ کی صورت حال:

استاذ نورپوری صاحب کی وفات کے وقت جامعہ محمدیہ کی صورت حال کچھ اس طرح ہے۔ کہ یہاں جامعہ میں دو شعبے ہیں ① شعبہ درس نظامی ② شعبہ حفظ

۱۔ شعبہ درس نظامی: اس وقت شعبہ درس نظامی میں طلبہ کی تعداد ایک سو پچھتر ہے۔ اور اس شعبہ میں اسباق پڑھانے والے اساتذہ کرام کی تعداد نو ہے۔ جو کہ درج ذیل ہے۔

۱۔ شیخ الحدیث وصدر مدرس استاذ المکرّم مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب ۲۔ استاذ محترم مولانا رفیق سلفی صاحب ۳۔ مولانا عبداللہ شرقپوری صاحب ۴۔ مولانا شاہد تبسم صاحب ۵۔ مولانا ابوسفیان سلفی صاحب ۶۔ مولانا عمر صدیق صاحب ۷۔ مولانا فیصل ہزاروی صاحب ۸۔ مولانا سعید ہزاروی صاحب ۹۔ مولانا عمران عریف صاحب۔

۲۔ شعبہ حفظ: شعبہ حفظ میں طلبہ کی تعداد ایک سو پچاس ہے۔ اور شعبہ حفظ پڑھانے والے اساتذہ کرام کی تعداد تین ہے۔ ۱۔ قاری تنویر احمد صاحب ۲۔ قاری دلاور ہزاروی صاحب ۳۔ قاری تیمور احمد حجازی صاحب۔

آخری بیماری تک حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب جو اسباق پڑھا رہے تھے:

حافظ صاحب نے بروز منگل ۱۴ فروری ۲۰۱۲ء کو دو سبق پڑھائے۔ ویسے وہ ہر روز تین اسباق پڑھاتے تھے۔

۱۔ صحیح بخاری: جلد دوم صفحہ ۹۰۱ **باب من لم یوجه الناس بالعتاب** سے سبق شروع کیا۔ اور صفحہ ۹۰۵ **باب حق الصنف** تک سبق پڑھایا۔

۲۔ تفسیر القرآن: تفسیر القرآن میں طلبہ کو سورۃ مریم کی آیت ۴۰ سبق پڑھایا۔

۳۔ الاتقان فی علوم القرآن: یہ سبق درجہ سادسہ کا ہے۔ اس کا آخری سبق جو حافظ صاحب نے پڑھایا۔ وہ کتاب کا صفحہ ۱۰۳ **یحتاج إلیه القاری کأحتیاج المحدث إلیٰ مثله من علم الحدیث** تک ہے۔ اس کے بعد حافظ صاحب شدید بیمار ہو گئے آخر اپنے دار الآخرۃ کی طرف روانہ ہو گئے۔ **أللهم اغفرله وارحمه و عافه واعف عنه و أکرم نزله و وسع مدخله.** آمین

جو بادہ کش تھے پرانے اٹھے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لے ساقی

حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ عالم باعمل تھے عام معنوں میں اللہ کے ولی یعنی نیک بزرگ تھے انہوں نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ دینی علمی اور عملی کاوشوں میں وقف کیا ان کی ہمہ وقت کوشش یہی ہوتی تھی کہ وہ دین کے کام میں مصروف رہیں۔ اور اسی کو انہوں نے اپنی زندگی کا شعار بنا رکھا تھا۔ دین کے معاملہ میں وہ کسی قسم کی لچک یا قیاس وغیرہ کا سہارا نہیں لیتے تھے بلکہ صحیح بات پر ڈٹ جاتے تھے۔ انہوں نے زندگی کو اسلام کا عملی جامہ پہنایا اور لوگوں کے لیے مثال بن گئے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

بلند رکھنا نگاہ اپنی خیال اپنا مقام اپنا
نہ ڈگمگائیں قدم کچھ ایسا رکھنا مزاج اپنا

میں اپنے آپ کو اس اعتبار سے خوش قسمت خیال کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حافظ صاحب کے گھرانے کا ایک فرد ہونے کا اعزاز عطا فرمایا ہے، میں جب بھی آپ کے گھر گیا آپ بہت ہی اچھے طریقے سے پیش آئے، محبت وشفقت کے ساتھ بٹھاتے اور حال واحوال اور گھر کی خیریت پوچھتے۔

آپ بہترین مہمان نواز تھے۔ جب بھی آپ کے گھر گئے مہمان نوازی میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑتے تھے۔ وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ برائی کو اچھائی کے ساتھ ختم کرو جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ

عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾ (حم السجدة:۳۴)

''اور بھلائی اور بُرائی برابر نہیں ہوسکتی تو (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے''

ساتھ میں وہ اپنا واقعہ بھی سنایا کرتے تھے کہ ہمارے گھر کے سامنے ایک بدعتی شخص رہتا تھا۔ میں جب بھی اسے دیکھتا تو سلام کرتا، لیکن وہ سلام کا جواب دینے کے بجائے ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' پڑھا کرتا تھا، اس کے باوجود میں ہمیشہ اسے سلام کرتا اور وہ ہر بار یہی ردعمل ظاہر کرتا۔ بالآخر میرے سلام کرنے سے وہ اس قدر بدل گیا کہ فوت ہونے سے پہلے اس نے وصیت کی کہ میرا جنازہ حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب پڑھائیں۔

حافظ صاحب برائی کے خلاف آواز اٹھانے میں بھی بڑے جرات مند تھے، والد صاحب نے بتایا کہ ایک دن جامع مسجد ابراھیم (جو ہماری رانا کالونی میں ہے) میں آپ کا درس تھا درس کے بعد محلے کا ایک آدمی سوال کرنے لگا اور ساتھ ہی کہنے لگا کہ میں چاہتا ہوں برائی کے خلاف آواز اٹھاؤں اور اس کو ختم کرنے کی کوشش کروں، میں نے فلاں فلاں مولانا صاحب سے کہا کہ میرے ساتھ چلیں تو انہوں نے چوں چراں کا سہارا لیا ہے آپ حضرت حافظ صاحب بازوں کا کپڑا اوپر کرتے ہوئے فرمانے لگے ''چلو بھائی میں آپ کے ساتھ ہوں برائی کو ختم کرنے کے لیے۔ چلو کہاں چلنا ہے۔'' تو وہ آدمی حیرانی سے بس آپ کو دیکھتا ہی رہ گیا۔

جیو تو اس طرح کے زندگی کو بھی رشک آئے
مرو تو اس طرح کے موت بھی کہے کون مرگیا

اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ جو خالص نیت سے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کا تابع ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں عزت وتکریم سے نوازتے ہیں اور آخرت میں بھی اس کے درجات بلند فرمائیں گے۔ اللہ ہمارے بزرگوں کی دینی کاوشوں کو قبول فرما کے ان کے درجات کو بلند فرمائے، ان کی قبر کو جنت کا باغیچہ بنائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ سے

دعا ہے کہ ہمیں بھی ان کی طرح باعمل بنائے اور ہمیں ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

آمین ثم آمین

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

مدائن کے گورنر کی اک بات

مراسلہ: محمد عمران حاصل پوری (درجہ ثالثہ)

سیدنا سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر تھے' ان دنوں بنو تیم قبیلے کا ایک آدمی مدائن آیا' اپنے ساتھ تجارت کے غرض سے یا کسی دوسرے مقصد سے انجیر کا ایک ڈھیر لایا تھا۔ سیدنا سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ اس وقت چوغہ زیب تن کیے کہیں جا رہے تھے کہ اس نے دیکھا اور سمجھا کہ شاید کوئی قلی ہے' ان کو بلا کر کہنے لگا:

''ادھر آؤ اور انجیر کا یہ گٹھا اٹھاؤ۔''

سیدنا سلیمان رضی اللہ عنہ نے وہ گٹھا اٹھا لیا۔ دوسرے لوگوں نے آپ کو دیکھا تو اس شخص کو سمجھانے لگے کہ ''ارے! یہ تو مدائن کے گورنر ہیں۔''

اب وہ آدمی پریشان ہو گیا اور کہنے لگا:

''کہ مجھے معاف کر دیجیے! گستاخی ہو گئی' میں آپ کو جانتا نہیں تھا۔''

سیدنا سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اب میں یہ سامان اس وقت تک نیچے نہیں اتاروں گا جب تک تجھے تیری منزل مقصود تک نہ پہنچا دوں۔ لہٰذا میں تیرے گھر پہنچنے سے پہلے اسے نیچے نہیں رکھوں گا۔''

الطبقات لابن سعد (٤/٦٤)

یوم الأربعاء(بدھ)۸ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ کو جامعہ اسلامیہ(مدینہ منورہ)میں متعلمین طلبہ کا جمعیت طلبہ سلفیہ کے زیر اہتمام ایک اجتماع منعقد کیا گیا تھا جس میں کچھ مفید موضوعات میں سے ایک موضوع سیرت حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ بھی تھا۔اس موضوع پر گفتگو کی ذمہ داری مولانا ابو ذکوان حفظہ اللہ(جو کہ مدینہ منورہ میں شعبہ دعوت وتبلیغ کے رکن ہیں اور شیخ نور پوری رحمہ اللہ کے اقرباء میں سے ہیں) کی تھی۔چنانچہ انہوں نے شیخ رحمہ اللہ کی سیرت کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور کہا کہ یہ سب باتیں وہ ہیں جو میں نے خود ان سے براہ راست سنی ہیں یا ان کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔جو باتیں انہوں نے بالواسطہ بیان کی ہیں وہاں راوی کا ذکر کردیا ہے۔چند باتیں ملاحظہ فرمائیں آئندہ جو بھی معلومات ہیں چونکہ شیخ ابو ذکوان حفظہ اللہ کی زبانی ہیں لہذا آپ اس کو کہہ سکتے ہیں کہ لمحات من سیرۃ عبدالمنان بروایۃ أبي ذکوان۔

زہد وورع

ایک دفعہ نور پوری صاحب رحمہ اللہ کسی قصاب کی دکان پر گئے۔قصاب نے کہا شیخ صاحب آپ نے مجھ سے کچھ ادھار گوشت لیا تھا اور اس کے پچاس روپے آپ نے ادا نہیں کیے تھے۔

شیخ صاحب نے کہا کہ بھائی اچھی طرح سوچ لو میں نے آپ کے روپے نہیں دینے ہیں وہ کوئی اور ہوگا ۔اس نے کہا شیخ آپ نے ہی روپے دینے ہیں۔شیخ نے کہا بھائی اچھی طرح یاد کرلو وہ کوئی اور ہوگا

آپ کو شاید غلط فہمی ہو رہی ہے۔قصاب نے مزید غور وفکر کیا اور سوچا تو اس کو یاد آ گیا کہ وہ کوئی اور شخص تھا جبکہ شیخ کا کوئی ادھار باقی نہیں۔ چنانچہ اس نے شیخ رحمہ اللہ سے معذرت کی اور کہا کہ مجھے غلطی لگی وہ کوئی اور شخص ہے آپ نہیں ہیں۔ شیخ نے کہا ٹھیک ہے۔لیکن ساتھ ہی اس کو پچاس روپے بھی دے دیئے اور کہا کہ چونکہ تمہیں شک ہے اس لیے اب یہ پیسے آپ کو رکھنے پڑیں گے۔ راوی (ابوذکوان) کہتے ہیں کہ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو بتانے لگے کہ یہاں شک دور کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ ممکن ہے کل کو یہ شخص کہتا کہ تم بڑے مولانا بنے پھرتے ہو تم نے تو میرے پچاس روپے نہیں دیے تھے۔ اور ساتھ ہی امام بخاری رحمہ اللہ کا وہ کشتی والا واقعہ سنایا جب انہوں نے اپنے پیسے دریا برد کر دیئے تھے۔ تا کہ عدالت (دیانتداری) پر کوئی حرف نہ آئے۔

اسی ضمن میں ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ شیخ رحمہ اللہ کسی جگہ جمعہ پڑھانے گئے واپسی پر انہوں نے بطور خدمت کے آپ کو ۲۰۰۰ روپے دیئے آپ نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ بھائی اتنے پیسوں کی کیا ضرورت ہے آنے کا خرچہ صرف پانچ روپے ہوا ہے اور جمعہ تو ویسے ہی میں نے پڑھنا (یا پڑھانا) تھا۔

عبادت وریاضت

ایام بیض کے روزوں کی پابندی کرتے تھے۔ قیام اللیل کی پابندی کرتے تھے۔ رمضان میں ۸ رکعات جماعت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ اور باقی چار رکعات دوبارہ پھر خود مسجد میں آ کر پڑھتے تھے اور چار رکعات میں دو اجزاء (پارے) کی تلاوت کرتے تھے۔ (یہ بات سن کر شعبہ دعوت و تبلیغ کے ایک اور رکن شیخ ابوتراب صاحب (شیخ کا بھتیجا) نے اس کی تصدیق کی اور کہا کہ میں نے خود نورپوری رحمہ اللہ کے ساتھ یہ رکعات ادا کی ہیں)

احترام علماء

شیخ ابوذکوان صاحب نے (دکتور عبدالباسط فہیم صاحب کے یاد دلانے پر) ایک اور واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ مسجد میں جلسے میں کوئی مولوی صاحب تقریر کر رہے تھے دوران گفتگو اس نے مولانا معین

الدین لکھوی رحمہ اللہ کے خلاف بولنا شروع کر دیا۔ حافظ نور پوری رحمہ اللہ اٹھے اور کہا کہ وہ ہماری جماعت کے ایک مقتدر عالم ہیں ان کیخلاف اس طرح گفتگو نہ کرو۔ مولوی صاحب نے تقریر جاری رکھی تو گفتگو کرتے کرتے پھر لکھوی صاحب کی غیبت کرنی شروع کر دی نور پوری صاحب نے پھر اس کو منع کیا مختصر یہ کہ جب تین دفعہ منع کر چکے اور اس مقرر نے چوتھی بار پھر وہی کام کرنا شروع کر دیا تو نور پوری صاحب کھڑے ہوئے اور اس کو بازو سے پکڑ کر نیچے اتار دیا اور کہا کہ میں تمہیں منع کر رہا ہوں کہ ان کی غیبت نہ کرو تم باز نہیں آ رہے تم اس مقام پر گفتگو کرنے کے لائق ہی نہیں ہو۔

حفظ القرآن اور شیخ عبدالمنان رحمہ اللہ

شیخ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے جب تمام علوم میں اہم اہم کتب یاد کر لیں تو ایک دن میرے ذہن میں خیال آیا کہ میں نے اور تو سب کچھ یاد کر لیا ہے لیکن قرآن جو کہ سب سے اعلیٰ کتاب ہے اس کو حفظ کرنے سے ابھی تک محروم ہوں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ میں نے حفظ قرآن شروع کر دیا رمضان میں چھ ماہ رہتے تھے کہتے ہیں کہ جب رمضان آیا تو میں نے الحمدللہ تراویح پڑھائیں اور اس میں تیس کے تیس پارے حفظ کر کے تلاوت کیے۔ والحمدللہ علی ذلک۔

اللہ کی قسم یہی بادشاہ ہے

ایک دفعہ ہارون الرشید اور اس کی بیوی ملکہ زبیدہ شہر میں موجود تھے اس شہر میں ایک بہت بڑے عالم دین حافظ الحدیث عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ آتے ہیں۔ ہوتا کیا ہے ...؟ جب شہر کے باسیوں کو پتہ چلتا ہے کہ آج ہمارے شہر میں ایک عالم آ رہے ہیں شہر والے اپنے گھروں سے نکلتے ہیں، استقبال کے لیے ٹولیوں میں، جوق در جوق لوگ نکل رہے ہیں ملکہ زبیدہ نے پوچھا آج کیا بات ہے ...؟ لوگ شہر سے باہر کیوں جا رہے ہیں ...؟ بتایا گیا آج اس شہر میں ایک عالم دین آ رہے ہیں لوگ ان کے استقبال کے لیے جا رہے ہیں اس وقت ملکہ زبیدہ نے کیا کہا تھا ...؟ ((هَذَا وَاللّٰهِ الْمَلِكُ))

”اللہ کی قسم! بادشاہ ھارون الرشید نہیں بادشاہ یہ عالم دین ہے۔“

تهذيب الكمال ٥/٨٤ (٣٥٤٧)، تاريخ بغداد (١٥٦/١٠) مراسلہ: محمد عثمان مدنی

حافظ صاحب رحمہ اللہ کا میرے گھر میں تشریف لانا اور مجھے پریشانی کے وقت قرآن وحدیث کے مطابق وظیفہ بتانا سعادت کی بات ہے۔واقعہ کچھ یوں ہوا کہ۲۰۰۳..۶..۳۰اور۲۰۰۳..۷..۱ کی درمیانی شب کو ہم تمام اہل خانہ اپنے گھر محلّہ فیض عالم کی چھت پر سوئے ہوئے تھے کہ اچانک چھت پر آہٹ محسوس ہوئی جو کہ دو آدمی منڈھیر سے چھلانگ کر میری طرف دوڑ رہے تھے کہ میں نے ان کو للکارا کہ تم کون ہو؟ تو پہلے سے میرے سرہانے دو آدمی کھڑے تھے مجھ پر حملہ آور ہوئے ان دونوں نے میری کنپٹیوں پر پسٹل کے بٹ مارنے شروع کر دیئے تو میرا سر چکرانے لگا اور میں چار پائی پر گر گیا ایک ڈاکو نے میرے دائیں جبڑے پر پسٹل کا بٹ مارا جس سے میرا جبڑا سن ہو گیا اور اس سے خون بہنے لگا جو ڈاڑھی کو تر کرتے ہوئے بستر پر جذب ہونے لگا اتنے میں تمام اہل خانہ بیدار ہو گئے اتفاق سے اس رات آئے ہوئے مہمان پھوپھی جان اور ان کا بیٹا بھی مزاحمت کرنے لگے۔ڈاکوؤں نے بولٹ چڑھاتے ہوئے کہا کہ اگر کسی نے مزاحمت کی کوشش کی تو تمام کو قتل کر دیں گے۔خاموشی سے چابیاں ہمارے حوالے کر دو اور اپنی چار پائیوں پر بیٹھے رہو۔ڈاکوؤں نے میری تلاشی لیتے ہوئے چابیاں جو میرے سرہانے کے نیچے تھیں پکڑ لیں اور میرے دونوں ہاتھوں کو میرے ہی رومال سے پیچھے کی طرف باندھ دیا۔تین ڈاکو چابیاں لے کر سیڑیوں سے نیچے اتر کر گھر میں داخل ہو گئے ۔خود تالے کھولتے رہے گھر کا سامان اٹھا کر قریب خالی پلاٹ میں رکھتے رہے۔پلاسٹک کے بڑے بڑے تھیلوں میں کپڑے سلے ان سلے ڈال کر لے گئے حتی کہ بچوں کے کھلونوں کو بھی نہ چھوڑا۔

ایک ڈاکو ہمارے سر پر اسلحہ تانے کھڑا رہا جب گھر کا سامان باہر رکھنے سے فارغ ہوئے

تو پھر میری لائبریری میں داخل ہوئے سیف کھولنے کی کوشش میں ناکامی پر ایک ڈاکو چھت پر آیا اور گن پوائنٹ پر مجھے نیچے لے گیا اور سیف کی چابیاں معلوم کرنے پر سیف کو کھول کر تین تولہ زیور ایک لائسینسی پیٹر گن اور لائسینسی پسٹل اٹھائیس ہزار سات سو روپے نقدی میرے ہی رومال میں باندھ کر لینے کے بعد پھر دینی کتابوں کو نکال کر بیڈ پر پھینکتے رہے۔ایک ڈاکو نے تفسیر کی کتب کو الٹ پلٹ کر کے زمین پر پھینکنا شروع کر دیا میں قرآن کی توہین کو برداشت نہ کر سکا اور میں نے کہا ظالمو! مجھے گولی مار دو لیکن قرآن کو پاؤں میں نہ پھینکو۔میری زبان سے ابھی یہ جملہ پورا نہیں ہوا تھا کہ پچھلی جانب سے ایک نقاب اوڑھے ظالم نے میری کمر پر اس زور سے پسٹل کا بٹ مارا کہ میرا چہرہ اوپر اٹھ گیا اور میری آنکھیں بند ہو گئیں۔قرآن کی توہین کرنے والے ظالم نے میرے چہرے پر بٹ مارنے شروع کر دیئے پیشانی سے بھی خون بہنے لگا ڈاڑھی پہلے ہی خون سے تر تھی۔ہاتھ بندھے ہوئے میں اسی حالت میں زمین پر بیٹھا ہوا اس ظالم کی طرف دیکھ رہا تھا۔وہ ڈاکو پھر بولا نظریں نیچے رکھ ،لوٹے ہوئے سامان کو ڈاکو نے باہر رکھنے کے بعد ڈاکوؤں کا چھت پر جو جوڑا تھا اس کو آواز دی کہ ان کو کہہ دو کہ اگر شور ڈالا تو ہم اس کو قتل کر دیں گے۔

ڈاکو گھر سے نکلتے ہوئے ٹیلی فون سیٹ توڑ گئے اور مجھے باہر لے گئے اور کہنے لگے کہ ہم نے تجھے قتل کرنا ہے دیوار کے ساتھ کھڑا کر کے کہنے لگے کہ کلمہ پڑھ لو پسٹل لوڈ کرنے کے بعد کہنے لگے کہ گولی ماردیں گے آواز نہیں آئے گی ۔ بالاخر دھمکیاں دیتے رہے مجھے گیٹ کے اندر دھکا دیا اور باہر سے تالا لگا دیا۔صبح ہوتے ہی پولیس کو اطلاع کر دی گئی ۔تھوڑی دیر بعد پولیس آئی موقع دیکھا اور چلی گئی ۔اہل محلّہ کے احتجاج پر تھانے میں چوری کی معمولی سی درخواست درج ہوئی۔اس کے اگلے روز جمعہ کا دن تھا حافظ اسعد محمود سلفی صاحب خطیب مسجد مکرم ماڈل ٹاؤن نے مجھ سے تصدیق کرنے کے بعد دوران خطبہ اپنے مخصوص انداز میں تبصرہ کرتے ہوئے انتظامیہ پر خوب برسے۔

بس پھر کیا تھا انتظامیہ حرکت میں آ گئی افسران بالا نے موقع پر پہنچ کر ایف آئی آر بھی درج کی اور بہت جلد مجرموں کو پکڑنے کے بعد کیفر کردار تک پہنچانے کی یقین دہانی کرائی۔ بڑے حافظ صاحب کو معلوم ہوا تو مولانا عبدالوحید ساجد صاحب کے ہمراہ میرے گھر تشریف لائے حافظ صاحب کو دیکھ کر میں

آبدیدہ ہوگیا حافظ صاحب میری حالت دیکھ کر فرمانے لگے ظالموں نے تجھ پر تشدد کیا اور قرآن پاک کی توہین کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ضرور آپ کی مدد کرے گا۔ وہ اپنے انجام کو پہنچیں گے، ذکی صاحب تم خود بھی اور گھر والوں کو کہہ دو یہ وظیفہ کثرت سے پڑھیں۔ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَاشِئْتَ

حافظ صاحب کے بتائے ہوئے وظیفہ کو ہم نے کثرت سے پڑھنا شروع کر دیا اس بات کو ابھی پانچ یا چھ دن ہی گزرے تھے کہ فجر کا وقت تھا مسجد میں اذان ہو رہی تھی آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی ایک دم گولیاں چلنے کی آواز سنائی دینے لگی بس پھر کیا تھا برسٹ پر برسٹ چلنے لگے۔ ہم خوفزدہ مسجد کی طرف جا رہے تھے کہ ہماری پچھلی جانب روڈ کی طرف سے دو ہوٹر والی پولیس کی گاڑیاں بڑی تیزی سے ہمارے پاس آ کر رک گئیں ہم سڑک کے ایک طرف کھڑے تھے پوچھنے لگے کہ ادھر بھاگتے ہوئے کوئی آدمی تو نہیں آئے میں نے کہا ہمیں تو کوئی نظر نہیں آئے ہم مسجد میں چلے گئے۔ نماز کے بعد مسجد کے قریب ہی کھیتوں میں لوگوں کا شور سن کر ہم بھی ادھر چلے گئے دیکھا گیا تو پولیس چاروں طرف سے جوار کے کھیت کو گھیرے ہوئے تھی۔ پولیس کسی کو آگے نہیں جانے دیتی تھی کچھ بارش کا موسم تھا میں گھر واپس آ گیا تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا کہ فجر کے وقت مہر پڑول پمپ پر ڈکیتی ہوئی ہے میں بھی وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ چار آدمی موٹر سائیکلوں پر آئے جو کہ جدید اسلحہ سے لیس تھے۔

آتے ہی گن مینوں سے اسلحہ چھین کر تمام عملہ کو یرغمال بنا کر اندر بند کر کے تمام رقم لے کر ایک کپڑے میں باندھ کر بھاگنے ہی والے تھے تو ایک گن مین جو کہ چھت پر تھا جونہی ڈاکو اس کے نشانے پر آئے تو اس نے فائر کھول دیا جو کہ ایک ڈاکو کی گردن سے پار ہو گیا۔ دوسرے ڈاکوؤں نے چاروں طرف گولیوں کی بارش کر دی۔ اب دو ڈاکو اس زخمی ڈاکو کو ایک موٹر سائیکل پر درمیان میں بٹھا کر بھاگنے لگے تو انہوں نے دیکھا کہ گولیوں کی آوازیں سن کر سیالکوٹ بائیپاس اور پنڈی بائیپاس کی طرف سے پولیس کی گاڑیاں موقع پر پہنچ گئی ہیں۔ تو ڈاکوؤں نے اپنی موٹر سائیکل کو پڑول پمپ کے سامنے کچے راستے پر اتار دیا تاکہ آبادی میں ہو کر نکل جائیں جونہی وہ کچے راستے پر اترے بارش میں کچھ تیزی آ گئی کیچڑ نے ان کی موٹر سائیکل کے ٹائروں کو پکڑ لیا جب ان کا چلنا مشکل ہوا تو انہوں نے اس زخمی

ڈاکو کو اٹھا کر کھیت کے درمیان میں رکھ کر اس کی قمیص اتار کر اس کے منہ کو باندھ دیا تا کہ آواز نہ نکلے اور موٹر سائیکل کو کھینچ کر کھیت میں کر دیا اور بھاگ گئے۔ جب میں مہر پڑول پمپ پر پہنچا تو اس وقت پولیس اور عوام الناس کا بہت بڑا ہجوم تھا۔ کچھ لوگ زخمی ڈاکو کو کھیت سے کھینچ کر لا رہے تھے سڑک پر ٹریفک جام ہو چکی تھی لوگ بسوں سے اتر کر زخمی ڈاکو کے ارد گرد جمع ہو رہے تھے جب میں نے ہجوم میں آگے بڑھ کر دیکھا تو میں فورا پہچان گیا کہ یہ وہی بے نقاب ڈاکو ہے جو قرآن پاک کی توہین کا مرتکب تھا اس وقت وہ موت وحیات کی کشمکش میں تھا میرا ہاتھ خود بخود بے ساختہ ہو کر اٹھ گیا اس وقت پتہ چلا جب اس کے منہ پر تھپڑ رسید ہو چکا تھا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں یا حقیقت میں بڑے حافظ صاحب ولی اللہ کی زبان سے نکلی ہوئی دعا اللہ رب العزت کی بارگاہ میں قبول ہو چکی ہے اور یہ گستاخ اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْد

تھپڑ مارنے کے فورا بعد پولیس مجھے اپنے تحویل میں لے کر افسران بالا کے پاس لے گئی تو انہوں نے فورا سوال کیا کہ ایسے موقع پر تم نے اس کے منہ پر تھپڑ کیوں مارا؟ میں نے کہا کہ اس ظالم نے قرآن پاک کی توہین کی تھی۔ میں نے سارا واقعہ سنا کر اپنے زخم دکھائے تو پولیس کا بڑا افسر ایک مسلمان آدمی تھا مجھے علیحدہ لے جا کر کہنے لگا اگر میں گوجرانوالہ میں رہا تو ان شاء اللہ ضرور آپ کے ساتھ انصاف کروں گا۔ چند دنوں کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ باقی ڈاکو ایک ہوٹل میں کھانا کھاتے پکڑے گئے تھے مگر کسی ایم، این، اے کے فون پر انکو چھوڑ دیا گیا تھا۔ بعد میں ایک ڈکیتی کے دوران وہ بھی اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

حقیقت یہی ہے کہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جن کی زبان سے نکلی ہوئی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ رد نہیں کرتے۔ حافظ صاحب بھی ان بندوں میں سے تھے۔ نبی ﷺ کی اس حدیث کا مصداق تھے جو کہ صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((اِنَّ مِنْ عِبَادَاللّٰهِ مَنْ لَوْاَقْسِمَ عَلَىٰ اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ))

”اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ضرور انکی قسم کو پورا کر دیتے ہیں۔“

اللھم اغفرلہ وارحمہ
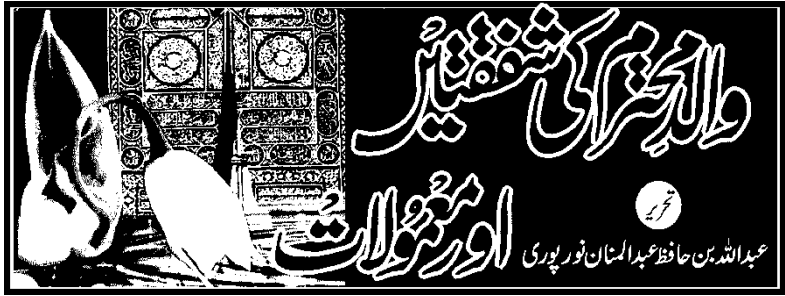
میرے والد محترم ہمارے لیے بڑے ہی مشفق، ہمدرد، مربی اور رحم دل تھے۔ایک عظیم مدرس با کمال مصنف وخطیب اور عالم با عمل تھے۔ان کے علم وفضل کا دائرہ بہت وسیع تھا وہ میرے حقیقی باپ ہونے کے ساتھ ساتھ روحانی باپ اور بڑے ہی محسن تھے۔میرے ساتھ ان کی شفقت ان کی محبت اور پیار بے حد تھا کہ اگر مجھے تھوڑی سی بھی تکلیف ہوتی تو بار بار مجھ سے حال دریافت کرتے کہ مجھے اپنی تکلیف کا احساس ہی نہ رہتا اور بار بار یہ جملہ بولتے (کوئی نہیں گھبرائی دا نہیں) اللہ فضل کرے گا اور دوسروں کو تسلی دیتے۔کہتے ماشاء اللہ قائم اے اور اگر گھر میں نہ ہوتے تو فون کر کے حال پوچھتے اور اسی طرح کسی کے بیمار ہونے کی خبر ملتی چاہے کوئی اپنا ہو یا غیر تو فوراً عیادت کے لیے جاتے ایسے ہی ہر کسی کے جنازے میں شرکت کرتے جیسا کہ حدیث میں ہے حق المسلم علی المسلم ست بالمعروف۔

میرے والد انتہائی سادہ تھے مگر انہوں نے باوقار زندگی بسر کی، یوں تو ہر باپ اپنی اولاد سے شفقت کرتا ہے لیکن میرے والد محترم نے ساری مصروفیات کے باوجود اپنے اہل وعیال کی تمام ضروریات نہ صرف پوری کیں بلکہ انہیں بڑے احسن انداز سے نبھایا اور وہ سب بہن بھائیوں سے بے پناہ محبت و شفقت سے پیش آتے لیکن میرے ساتھ ان کی خصوصی محبت تھی میری کسی بات کو نہیں ٹالتے تھے۔
ابتدائی تعلیم کا آغاز بھی میں نے گھر میں ابو جی سے کیا نورانی قاعدہ پڑھا اور انہوں نے مجھے نماز کا طریقہ بھی ساتھ کھڑے ہو کر سکھایا اور کچھ دعائیں بھی مجھے یاد کروائیں نورانی قاعدہ مکمل ہونے کے بعد مجھے قرآن کریم ناظرہ شروع کروا دیا کچھ پارے پڑھے تو پھر کہنے لگے کہ اب حفظ شروع کرو میں نے حفظ شروع کر دیا۔پانچ پارے مکمل ہوئے تو قدس مسجد میں قاری صاحب کے پاس داخل کروا دیا

اور مجھے روزانہ اپنے ساتھ درس فجر کے لیے بھی لے جایا کرتے اور کہتے کہ درس کے بعد تم اپنا سبق یاد کرلیا کروایسے ہی میرا قرآن کریم مکمل ہوا تو گھر میں میری منزل سنا کرتے اور مجھے کہا کرتے ہر نماز کے بعد ایک پارہ سنایا کروایسے ہی آپ کے بڑے بھائی عبدالرحمٰن ثانی صاحب بھی ایک پارے کو روزانہ ۱۰ بار دہراتے اور پھر سناتے اللہ تعالیٰ نے والد محترم کو بے شمار خوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ان کی خوبیاں اور کرامات تو بہت زیادہ ہیں بہت ہی متقی تھے میں جب بھی کوئی آیت یا حدیث پڑھتا ہوں تو خود بخود ذہن میں آتا ہے یہ عمل ابو جی میں تھا ابو جی بالکل ایسے کرتے تھے جب کبھی رات کو بیدار ہوتا تو میں نے ابو جی کو اکثر اوقات قرآن مجید کی تلاوت یا مطالعہ میں مصروف یا نفل پڑھتے یا اپنے رب سے دعا کرتے پایا یہی ولیوں کی خوبیاں ہوتی ہیں۔

والدگرامی کے روازنہ کے معمولات

والدگرامی فجر کی نماز سے ایک گھنٹہ قبل اٹھتے نماز تہجد ادا کرتے اس میں اپنی منزل میں سے ایک پارہ پڑھتے تھے بعض اوقات اس سے کم بھی پڑھ لیتے تھے۔فجر کی دو رکعتیں گھر میں ادا کر کے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں نماز فجر ادا کرتے اور درس قرآن ارشاد فرماتے۔اس کے بعد سوال و جواب کی مختصر نشست ہوتی۔اشراق کی نماز کا وقت ہو جاتا نماز اشراق ادا کرنے کے بعد گھر تشریف لاتے بسا اوقات مہمان ساتھ ہوتے ان کی مہمان نوازی کرتے جب مہمان نہ ہوتے تو مطالعہ فرماتے یا پھر تصنیف کا کام جاری رکھتے جب جامعہ میں اسباق کا وقت شروع ہوتا تو جامعہ میں تشریف لے جاتے دوران تدریس موبائل فون بند رکھتے اگر بند کرنا بھول جاتے تو فون اٹھاتے ہی کہتے مولانا میں سبق پڑھا رہا ہوں بعد میں کر لینا جامعہ سے گھر آ کر اہل خانہ سے پوچھتے کوئی چیز لانی ہے۔؟ لانی ہو تو لا دیتے وگرنہ ظہر کی نماز تک آرام کرتے نماز ظہر قدس مسجد میں پڑھاتے مسجد میں کوئی نہ کوئی سوال پوچھنے یا ملنے آیا ہوتا اس کے ساتھ بیٹھے رہتے پھر اس کو گھر لا کر اس کی تواضع کرتے اس کے جانے کے بعد کچھ دیر آرام یا تصنیف یا خطوط کا جواب دیتے نماز عصر بھی قدس مسجد میں ہی پڑھاتے اس وقت بھی کوئی نہ کوئی ملنے آیا ہوتا۔ان کے ساتھ بھی دیر تک بیٹھے رہتے فارغ ہونے کے بعد گھر

تشریف لاتے نماز مغرب کے بعد بھی ایسا ہی معمول ہوتا۔نماز عشاء سے قبل کھانا تناول فرماتے بعد از عشاء درس بخاری قدس مسجد میں ہی ارشاد فرماتے۔رمضان المبارک میں یہ درس بعد از نماز عصر ارشاد فرماتے۔

والد گرامی جمعہ پڑھانے کے لیے گیارہ ساڑھے گیارہ بجے گھر سے تشریف لے جاتے اور حسب توفیق رکعتیں پڑھتے خطبہ جمعۃ المبارک چوک نیائیں والی مسجد میں ارشاد فرماتے آپ نے اس مسجد میں کئی موضوعات پر نماز عصر کے بعد درس بھی دیا ہے جو کہ مقالات نور پوری کے نام سے کتاب چھپی ہوئی ہے۔

والد گرامی کا رمضان المبارک میں معمول:

والد صاحب بتا رہے تھے کہ جب میں نے قرآن مجید حفظ کیا اس وقت سے ہی تراویح پڑھانا شروع کر دی۔شیخ الحدیث مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے میری ڈیوٹی ایک مسجد میں لگائی کہ خطابت اور امامت آپ نے کرنی ہے۔مسجد والوں کو جب معلوم ہوا کہ میں حافظ ہوں تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ رمضان المبارک میں قرآن سناؤ گے میں نے کہا کہ سناؤں گا۔مولانا عبداللہ صاحب کو جب پتہ چلا تو انہوں نے کہا کہ میں نے کسی دوسرے لڑکے سے وعدہ کیا ہوا ہے قرآن سنانے کا تو میں نے کہا کہ وہی لڑکا سنائے میں پیچھے سنوں گا۔

جب رمضان المبارک شروع ہوا تو حسب وعدہ لڑکا آ گیا۔میں نے اس کے پیچھے تراویح پڑھی وتر ادا کیے بغیر گھر چلا گیا تہجد کے وقت مسجد میں آیا تو ایک بزرگ موجود تھے میں نے کہا بزرگو پارہ سنو گے بزرگ تیار ہو گئے۔دو رکعتوں میں ایک پارہ پڑھا ایک وتر پڑھا دیا اگلے روز بزرگ کے ساتھ اور لوگ بھی شامل ہو گئے اس طرح پورے رمضان میں میں نے پورا قرآن سنایا اس وقت سے میرا معمول رمضان المبارک میں پچھلی رات قرآن سنانے کا بن گیا۔مسجد قدس میں بھی آپ کا معمول پہلی رات تراویح پڑھتے اور پچھلی رات دو رکعتوں میں دو پارے پڑھتے اس طرح دو مرتبہ قرآن مجید مکمل سناتے۔

والد گرامی اور نفلی روزے:

جیسے ہی رمضان المبارک گزرتا ساتھ ہی نفلی روزے بھی شروع کر دیتے۔شوال کے چھ روزے رکھتے۔ہر ماہ کی قمری تاریخ ۱۳۔۱۴۔۱۵ ہر سوموار، جمعرات اور جمعۃ المبارک کو روزے رکھتے۔ذوالحجہ پہلے نو دن محرم الحرام اور اکثر شعبان کے بھی روزے رکھتے تھے۔

اسی طرح ایام گزرتے رہے حتی کہ فروری کی ۱۵ تاریخ آ گئی اسی روز والد گرامی میرے ساتھ ہی درس قرآن ارشاد فرمانے گئے واپس آ کر جامعہ میں چلے گئے۔ظہر کی نماز کے بعد سیالکوٹ کا وعدہ تھا وہاں چلے گئے۔آپ نے آخری سفر عبدالرزاق (گاڑی والے) کے ساتھ کیا اور آخری نماز مغرب مرکز ابن حنبل میں ادا کی۔نماز کے بعد گھر تشریف لائے خط کا جواب لکھتے ہوئے فالج کا اٹیک ہوا جب کہ وہ اپنی مسند تصنیف پر بیٹھے تھے۔

والد گرامی پر فالج کا جب اٹیک ہوا تو اس وقت نماز عشا کا وقت ہوا چاہتا تھا۔والد صاحب کو حافظ عبداللہ شرقپوری اور اکرم صاحب (بلال ایشیا والے) صفدر بلوچ کی گاڑی پر صدیق صادق ہسپتال لے گئے۔اہل محلّہ بھی جوق در جوق ہسپتال پہنچ گئے۔ہسپتال والوں نے کہا کہ انہیں لاہور لے جائیں۔ماموں جی عبدالوحید ساجد صاحب نے لاہور کے معروف ہسپتال شیخ زید کے پروفیسر ڈاکٹر نادر ظفر صاحب سے رابطہ کیا میں اپنے گھر آ گیا اور ماموں جی بھائی جان عبدالرحمٰن ثانی اکرم صاحب حافظ عبداللہ صاحب شرقپوری الدعوہ ایمبولینس پر والد صاحب کو لے کر چلے گئے۔وہاں رات ایک بجے تک چیک اپ کرنے کے بعد کمرہ میں منتقل کر دیا میں ۱۷ فروری بروز جمعۃ المبارک مغرب کے بعد ہسپتال کے کمرہ نمبر ۳۰۶ میں پہنچا۔جہاں وہ بستر علالت پر لیٹے ہوئے تھے۔کوئی بات نہ کر سکتے تھے صرف ہونٹ ہلتے دیکھ کر برداشت نہ ہوا بے ساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور میں دل میں دعائیں کرنے لگا۔"اے میرے اللہ میرے والد کو جلد از جلد شفایاب فرما" میں اس دن سے ماموں جی، بھائی جان اور زکریا جو کہ میرے چچا زاد بھائی ہیں ان کے ساتھ ہسپتال میں رہنے لگا۔رفتہ رفتہ ابو جی کی حالت کمزور ہوتی گئی۔

۱۸ فروری بروز ہفتہ دوپہر ڈاکٹر نادر نے چیک اپ کرنے کے بعد کہا کہ انہیں ICU میں شفٹ کرنا ہے میں اور بھائی بے ساختہ رو پڑے مجھے اور بھائی جان کو رفیق لکھوی (جو کہ میری ہمشیرہ کے سسر ہیں) نے دلاسہ دیا کچھ دیر بعد رفیق صاحب روانہ ہو گئے اور والد گرامی ICU میں شفٹ ہو گئے میں اور ماموں جی رات کو گھر آ گئے۔ گھر میں بڑی بے چینی رہی میں پھر دوسرے روز ہسپتال پہنچ گیا۔ ہسپتال میں لوگوں کا تانتا بندھا رہا والد صاحب کی تیمارداری کے لیے اسی طرح دن گزرتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب سے ملاقاتیں ہوتی رہیں کبھی تسلی دیتے اور کبھی کہتے کہ بس دعا کریں۔

۲۴ فروری کو ڈاکٹر نے بتایا کہ والد گرامی گہرے قومے میں چلے گئے ہیں زندگی کے سانس پورے کر رہے ہیں۔ ۲۵ فروری کو رات ۹:۰۰ بجے ICU سے پیغام ملا کہ والد صاحب کو مصنوعی سانس والی مشین لگائی ہے۔ ہم فیصلہ کر چکے تھے مشین نہیں لگوانی ہم نے ڈاکٹر کے مشورہ سے VIP روم میں والد گرامی کو منتقل کر دیا۔ رات ۱۲:۰۰ بجے کمرہ میں آئے اور ۲۶ فروری علی الصبح تہجد کے وقت ۲:۴۵ پر والد گرامی کا سانس ختم ہو گیا۔ بھائی جان پاس موجود تھے۔ میں اس وقت ہسپتال کے دوسرے کمرہ میں آرام کر رہا تھا۔ خبر ملتے ہی میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ یقین نہیں آرہا تھا۔ مجھے اور میرے بھائی جان کو حوصلہ دینے والوں میں زکریا بھائی اور میرے بہنوئی (نبیل) تھے۔ اور انہوں نے ہی والدہ ماجدہ کو والد صاحب کی وفات کی خبر دی جب ہم تھوڑا سا سنبھلے ادھر ہی جنازہ کا وقت متعین کر دیا کہ نماز عصر کے بعد ۴:۰۰ بجے ادا کیا جائے گا۔ زکریا بھائی نے فوری ایمبولینس والے کو فون کیا تقریباً پونے چار بجے ایمبولینس پہنچ گئی۔ بہنوئی نے مجھے بھائی جان اور والد گرامی کو ایمبولینس میں بٹھا کر روانہ کر دیا اور وہ اپنے گھر چلے گئے۔ ہم والد گرامی کی میت لے کر فجر کی نماز کے وقت اپنے گھر پہنچ گئے۔ جب میں گھر پہنچا تو ہر چیز ویران لگ رہی تھی۔ باہر چلا پھرا تو ایسے لگا کہ سارا محلّہ والد گرامی کی جدائی میں رو رہا ہے۔ جناح پارک (جہاں والد گرامی کی نماز جنازہ ادا ہونی تھی) دیکھا کہ صفوں کے لیے لائنیں لگ رہی ہیں اور والد گرامی کا آخری دیدار کروانے کے لیے بھی انتظامات ہو رہے تھے ادھر چارپائی کے ساتھ بانس لگائے جا رہے تھے تاکہ کندھا دینے والوں کو آسانی ہو۔

نماز ظہر کے بعد والد گرامی کو غسل دینے کا پروگرام تھا نماز کے بعد زکریا بھائی، نبیل بھائی اور

ماموں جی اور خالو جی میں اور بھائی جان نے غسل دیا۔ غسل کے بعد باہر لے جایا گیا عورتوں کے رش کی وجہ سے جلد ہی چار پائی کو جناح پارک میں لے گئے سیکورٹی والوں نے والد گرامی کا دیدار کروانا شروع کر دیا اسی دوران نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ میں بھائی جان اور ماموں جی نے اکٹھے نماز عصر مسجد بلال میں ادا کی۔ جیسے ہی نماز عصر سے فارغ ہوئے تو علاقے کی تمام مساجد سے والد گرامی کے جنازے کے اعلان ہونے لگ گئے۔ مولانا عبداللہ نثار صاحب اعلان کرنے لگے نہ کر سکے پھر ان کے بیٹے نے جلدی سے آگے بڑھ کر اعلان کیا۔

''حافظ عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ کا نماز جنازہ ۴ بجے جناح پارک میں ادا کیا جائے گا شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔''

جب ہم جناح پارک میں داخل ہوئے یک لخت خیال آیا کہ اسی پارک میں والد گرامی ہر سال نماز عیدین پڑھاتے تھے۔ آج ان کا نماز جنازہ پڑھا جائے گا۔ آس پاس نظر دوڑائی ایسا لگا کہ سارا گوجرانوالہ ادھر ہی جمع ہو گیا ہے۔ گھروں کی چھتوں پر عورتوں کا رش اور پارک فل باہر سڑک تک لوگ ہی لوگ نظر آ رہے تھے جو آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے موجود تھے۔ اور حیرانی سے دیکھ رہے تھے کہ کیسا عالم جلیل آج دنیا سے رخصت ہو گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ جو لوگ اللہ کے لیے اپنی ہر صلاحیت صرف کر دیتے ہیں دنیا کس طرح ان سے بے لوث محبت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ والد گرامی کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ (آمین)

والد گرامی کا جنازہ ان کے دیرینہ ساتھی حافظ عبدالسلام بن محمد بھٹوی حفظہ اللہ نے پڑھایا۔ جناح پارک میں تین مرتبہ نماز جنازہ ادا ہوئی کچھ دیر والد گرامی کا دیدار کروانے کے بعد تدفین کے لیے ہاشمی کالونی کے قبرستان میں لے گئے وہاں پر بھی لوگوں کا کافی ہجوم تھا۔ سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں والد گرامی کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ جب قبر تیار ہو گئی تو سلفی خاندان کے چشم و چراغ مکرم مسجد کے خطیب حافظ اسعد محمود سلفی صاحب نے رقت آمیز دعا منگوائی۔

آتی رہیں گی یاد ہمیشہ وہ صحبتیں
ڈھونڈا کریں گے ہم انہیں فصل بہار میں

تحریر......:
عثمان اسماعیل سلفی
(مدرس جامعہ ھذا)

فوت شدگان کے تذکرے میں ان کی خوبیاں بیان کرنا قرآن سے بھی ظاہر ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّه كَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اِنَّهٗ كَانَ مُخْلِصًا وَ كَانَ رَسُوْلاً نَبِيًّا اسی طرح تذکرہ اسماعیل علیہ السلام کے تحت اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ کا ارشاد ربانی ان انبیاء کے محاسن کی نشاندہی ہی تو ہے۔

بعینہٖ اسی طرح اہل علم پر مخفی نہیں کہ حضرت حافظ نورپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں للہ فی اللہ بیماروں کی تیمارداری، مہمان نوازی، قرب وجوار اور دور دراز کے علاقوں تک مسلمان بھائیوں کے جنازوں میں شرکت اور مزید یہ کہ آپ قائم باللیل وصائم بالنہار بھی تھے۔ اور انہی خوبیوں کے باعث آپ مرجع خلائق والعلماء تھے۔

مجھے یاد ہے ۲۰۰۴ء میں راقم فیصل آباد میں شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ تو شیخ فرمانے لگے کہ زیارت کا قصد کرنا تھا۔ تو گوجرانوالہ میں آپ کے پاس حضرت حافظ صاحب موجود تھے۔ جن کی زیارت کے لیے ہم بھی جاتے ہیں۔ آپ انہی کی زیارت کرتے۔

اسی طرح شیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ ایک مرتبہ ۲۰۰۹ء میں گوجرانوالہ کسی عزیز کی شادی پر تشریف لائے۔ ایک گھنٹہ کے بعد جب حضرت شیخ سے کوئی نصیحت مانگی تو شیخ فرمانے لگے کہ نصیحت کے لیے آپ کے پاس حافظ صاحب موجود ہیں۔ مسلمان بھائی کی زیارت وتیمارداری شیخ کا خاص وصف تھا۔

غالباً ۲۰۰۱ء کی بات ہے کہ صبح ساڑھے سات بجے حافظ صاحب مولانا خالد گرجاکھی رحمہ اللہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ میں نے اندر مسجد میں جا کر مولانا خالد صاحب کو حافظ صاحب کی آمد کی

اطلاع دی تو مولانا خالد صاحب بڑے خوش ہوئے۔ حافظ صاحب مولانا خالد صاحب کی لائبریری میں داخل ہوئے تو مولانا خالد گرجاکھی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر حافظ صاحب سے کہا کہ میری جگہ پر تشریف لائیے تو حافظ صاحب فرمانے لگے کہ میں بڑوں کی جگہ پر نہیں بیٹھوں گا۔ مولانا خالد صاحب نے آمد کا مقصد پوچھا تو فرمانے لگے کہ صرف حال احوال دریافت کرنے اور زیارت کرنے حاضر ہوا ہوں۔

ویسے تو حافظ صاحب ہر خاص و عام سے شفقت سے پیش آتے، پہلے بھی حافظ صاحب سے ملنے میں جایا کرتا تھا لیکن ٹاہلی والی مسجد گوجرانوالہ میں خطیب مقرر ہونے کے بعد جب حافظ صاحب کے پاس جاتا تو حافظ صاحب فرماتے کہ میرے استادوں کی جگہ ہے۔ جہاں اللہ نے آپ کو خطابت سے نوازا ہے اور پھر کہنے لگے کہ میں نے حضرت حافظ گوندلوی سے ارشاد الفحول پڑھی۔ ہمارے پاس جو نسخہ درسی تھا اس میں ایک لفظ کتابت کی غلطی سے غلط چھپ گیا گوندلوی صاحب ہمیں پڑھاتے پڑھاتے فرمانے لگے کہ یہ لفظ یوں ہے میں عبدالمنان نے کہا کہ استاد محترم کتاب میں تو یوں لکھا ہے حافظ گوندلوی فرمانے لگے کہ کتابت کی غلطی ہے۔

نورپوری صاحب فرماتے ہیں ۳۶ سال قبل استادوں کا بتایا ہوا وہ لفظ اب ارشاد الفحول (جو بیروت سے ۲ جلدوں میں طبع ہو کر آئی ہے)۔ اس میں صحیح ثابت ہو گیا ہے (اللہ استاد شاگرد دونوں پر رحمت فرمائے)

تاریخ جہاں اصحاب رسول ﷺ کے جنازوں کی روح پرور کیفیات احاطہ میں لیے ہوئے ہے۔ وہاں اہل اللہ کے جنازے بھی تاریخ کی روشنی میں اہل علم سے مخفی نہیں۔ دمشق کی تاریخ میں صلاح الدین ایوبی کے جنازے میں اہل دمشق کی خواتین نے جو آہ و بکا کی تھی کہ جس سے دمشق کی زمین کانپ اٹھی تھی۔

اسی طرح شیخ محدث عبدالرحمٰن مبارک پوری کے جنازے کی وہ عظمت کہ جو آج بھی اہل علم کے لیے باعث افتخار ہے۔

مولانا جعفر تھانیسری اور یحییٰ علی کے جنازوں کی کیفیت کہ جنہوں نے دیار غیر میں غیروں کو بھی رلا دیا

تھا۔

اسی طرح شیخ صالح اور شیخ ابن باز کے جنازوں کی کیفیت کہ جس پر اہل علم کے دل کس کس طرح نہیں تڑپے اور روئے۔

کس کس کا نام لیا جائے کہ ان میں سے جس کو بھی دیکھو وہ **رضینا بالقسمة الجبار فینا لنا علم وللجهال مال** کی عملی تصویر بنے اور اس دنیا کے اندر اپنے انمٹ نقوش چھوڑ کر چلا گیا۔

ان اہل اللہ کے جنازوں میں کہ جہاں آہوں سسکیوں کے ساتھ سماں ہی کچھ ایسا ہوتا ہے کہ جیسے زمین والے ہی نہیں بلکہ آسمان والے بھی قطار در قطار ان کے لیے استغفار کر رہے ہیں اور رب کریم کے قرآن کی وہ آیت یاد آجاتی ہے۔

﴿الَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْماً فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾

”وہ (فرشتے) جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اس کے اردگرد ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کیلئے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے، تو ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستے پر چلے اور انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا۔“ (المؤمن:۷)

ان ایمان والوں کے جنازے دیکھ کر سعد رضی اللہ عنہ کے جنازے کی عظمت کیوں نہ زندہ ہو ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا جنازہ کیوں نہ یاد آئے۔ جلیبیب رضی اللہ عنہ کی تدفین کا منظر آنکھوں میں کیوں نہ گھومے۔ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے الفاظ کہ ہمارے اور اہل دنیا کی عظمت کا فرق ان کے جنازوں سے ظاہر ہے کیوں نہ یاد آئیں۔ اور ہر ایک کی زبان پر عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرح یہ الفاظ کیوں نہ ہوں۔

اَنْ اَكُوْنَ اَنَا ذَالِكَ الْمَيِّت

کہ کاش یہ جنازہ میرا ہوتا

کبھی کبھی یہ بات ذہن میں آتی کہ ہر انسان کو موت تو ضرور آنی ہی ہے اور یہ وقت حافظ نور پوری پر بھی آنے والا ہے ان کے بعد کیا بنے گا کون ان کی جگہ پوری کرے گا۔ ان جیسا علم وعمل کا حسین امتزاج کہاں ملے گا۔؟ لیکن یہ تو معلوم ہی نہیں تھا یہ سارا منظر آناً فاناً قائم ہو جائے گا اور یہ سب کچھ نظروں کے سامنے ہو جائے گا۔ ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے اور وہ ہو ہی گیا۔ اس کے نتیجے میں ہر طرف آہ وبکا، سسکیاں بھرتے ہوئے پیر و جوان تھے ہر آنکھ اشک بار تھی ہر ایک اپنے آپ کو یتیم سمجھ رہا تھا، ایسے لوگ بھی موجود تھے جن کے سامنے اگر ان کے جوان بیٹے یکے بعد دیگرے فوت ہوتے جاتے تو ان کو اتنا دکھ نہ ہوتا جتنا دکھ حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ کی وفات کا ہوا۔

اور ایسے لوگ بھی سننے میں آئے جنہوں نے بیماری کے ایام میں یہاں تک کہہ دیا کہ علاج میں کمی نہیں ہونی چاہیے خواہ ہمارا مکان بیچنا پڑے۔ ہاں بات ایسے ہی ہے اگر علاج اور دعاؤں کے ذریعہ موت سے نجات مل سکتی تو عرب وعجم اور بیت اللہ میں بیٹھ کر دعائیں کرنے والوں کی کمی نہ تھی حافظ نور پوری دنیا کو داغ مفارقت نہ دیتے۔

میں یہاں ان کی معیت میں گزرے ہوئے کچھ لمحات ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ مسجد مکرم کے بالکل متصل ایک گھر میں پورے شہر کے علماء کی دعوت تھی جس میں حافظ صاحب بھی شریک تھے۔ بندہ ناچیز ایک عام مدرس کی حیثیت رکھتا ہے لیکن حافظ صاحب کی شفقت اور بزرگی قابل تعریف تھی۔ حافظ صاحب کی دائیں جانب فضیلۃ الشیخ قاری محمد سعید کلیروی حفظہ اللہ اور بائیں جانب فضیلۃ الشیخ فاروق احمد

راشدی صاحب حفظہ اللہ تشریف فرما تھے کسی غرض سے راشدی صاحب وہاں سے اٹھے اور دوسری جگہ جلوہ افروز ہوئے میں ایک جگہ سے اٹھ کر دوسری جگہ اپنے ہم مرتبہ ساتھیوں کے ساتھ بیٹھنے کی تلاش میں تھا کہ اچانک آواز آئی ''مولانا رحمت اللہ صاحب ادھر آجاؤ'' یہ الفاظ میرے لیے بیک وقت حیران کن اور باعث سعادت بھی تھے۔ آخر بزرگوں کے قرب کو سعادت خیال کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کی اور دل میں یہ خیال کیا کہ آج بزرگوں کی خدمت ہی کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ نے یہ نیت پوری کر دی ان کے خلاف طبع بندہ کو کھانے کی ٹیبل پر چیزیں قریب کرنے اور کھانا پلیٹ میں ڈالنے کا شرف حاصل ہوا اس شرف پر بہت خوشی ہوئی۔ اور اکثر مجالس میں اس سعادت کا تذکرہ بھی ہوتا رہتا ہے۔

اس کے علاوہ ایک دفعہ جامع مسجد کریمیہ میں ملاقات کا موقعہ ملا وہاں بھی معاملہ کچھ عجیب ہی ہوا۔ حافظ صاحب سنتیں ادا کر رہے تھے میں نے سوچا کہ جونہی حافظ صاحب فارغ ہوتے ہیں آگے بڑھ کر سلام کروں گا اسی اثناء میں کوئی ساتھ باتیں کرنے لگا میں مصروف ہو گیا۔ حافظ صاحب اپنی جگہ سے اٹھے اور میرے پاس آکر سلام میں پہل کر گئے اور فرمایا مولانا رحمت اللہ صاحب کی حال اے۔ میں دل ہی دل میں شرمندہ ہو رہا تھا کہ یہ کام تو مجھے کرنا چاہیے تھا لیکن عظیم لوگوں کی سوچ بھی عظیم ہی ہوا کرتی ہے کے مصداق حافظ صاحب نے عملی نمونہ پیش فرما دیا۔

ان دو مختصر ملاقاتوں کے علاوہ دو سفر بھی کرنے کا موقعہ ملا۔ انتہائی خوشگوار سفر رہے اور حافظ صاحب کا معروف مقولہ تھا۔ جس ساتھی کے ساتھ سفر کرتے کوئی بات ہوتی تو فرماتے۔ ''پچھے اس امام دے'' یعنی جیسا کہ یہ ساتھی کہیں گے ویسا ہی ہوگا۔

حضرت حافظ صاحب کی ذات تو خوبیوں کا مرقع تھی۔ ان میں چند ایک کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں۔

ا......توکل۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل تو بہت زیادہ تھا۔ اور'' وارض بما قسم اللہ لك تكن اغنی الناس'' کا مصداق تھے۔

۲......خودداری۔ اتنے خوددار کہ اپنا کام خود کرنے کو سعادت خیال کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کسی کو اپنا جوتا نہیں اٹھانے دیتے تھے۔

۳...... عاجزی وانکساری۔ اس حد تک تھی کہ ساری زندگی شیخ الحدیث استاذ الاساتذہ محدث العصر وغیرہ القاب نہ کسی کو کہنے دیتے اور نہ ہی اشتہار پر لکھنے دیتے اور اگر کسی نے ایسی غلطی کر لی۔ اعلان میں یا اشتہار میں تو وہاں درس ہی نہیں دیتے تھے۔

ایک مرتبہ میں نے جامعہ مسجد رحمانیہ اہل حدیث کامونکی کے لیے درس کا وقت لیا تو فرمایا کہ میرے نام کے ساتھ کچھ نہیں لکھنا میں نے کہا مجھے معلوم ہے تو فرمانے لگے ''پتے والے تے زیادہ خراب کردے نے، ہاں اک وار درس نہ دیئے تے فرصحیح سمجھ آجاندی اے۔''

۴...... کہتا ہوں وہی جسے سمجھتا ہوں حق۔ حق بات کو بیان کر کے پھر اس پر پکے ہو جاتے تھے۔ پھر دنیا کی کوئی طاقت ان کو ان کے اس موقف سے نہیں ہٹا سکتی تھی الا بدليل من الكتاب و السنة.

۵...... نصوص کا احترام۔ کتاب وسنت سے مسئلہ جب بیان فرما دیتے تو اس کے مقابلے میں کسی قول و تاویل کو سننا گوارہ نہیں کرتے تھے فرماتے نبی علیہ السلام نے یوں فرمایا ہے بس۔

اگر کوئی تکرار کرتا تو پھر ان کو غصہ بھی آ جاتا تھا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش کرتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ قال ابوبکر و عمر تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں آسمانوں سے تم پر پتھروں کی بارش نہ ہو۔

۶...... لا يخافون لومة لائم۔ حق بات کرنے میں کوئی لچک اور رعایت نہیں ہوتی تھی۔

۷...... الحب لله والبغض في الله۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں بڑے بڑے مصلحت کا شکار ہو جاتے ہیں مگر حضرت حافظ صاحب اس کی عملی تصویر تھے۔ امیر وغریب کے فرق کے بغیر ہر ایک سے محبت کرتے، ہر ملنے والا یہی سمجھتا تھا کہ حافظ صاحب مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں در حقیقت آپ ہر ایک سے ہی بہت محبت کیا کرتے تھے۔

۸...... مہمان نوازی۔ یہ انبیاء کا شیوہ ہے۔ اسلام نے اس کی ترغیب دی ہے۔ حضرت حافظ صاحب اس پر اس طرح کاربند تھے کہ ہر دروازے سے اندر آنے والے کو مہمان ہی تصور کرتے تھے۔ اور خالی چلا جائے ناممکن ہے ہمارے ایک بہت پیارے دوست مولانا بنیامین ازہر آف ملتان حضرت حافظ صاحب کے شاگردوں میں سے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں جب مدرسے سے کھانا نہ ملتا یا

کسی وجہ سے رہ جاتے تو حضرت حافظ صاحب کے پاس چلے جاتے ہمیں پتہ ہوتا تھا کہ کھانے کے وقت پر ہمیں ضرور کھانا مل جائے گا۔اور واقعی کھانا مل جاتا تھا پھر حضرت حافظ صاحب پوچھتے مولانا کیوں آئے سی۔تو ہم کہتے استاد جی ویسے دل کیتا سی کہ استاد جی نوں مل آیئے۔

یہ چند سطریں صرف سعادت کے لیے لکھیں ہیں تا کہ ہمارا نام بھی آپ کے مداحوں میں شامل ہو جاتے۔ یہ ایسی شخصیت ہے جس کا جنازہ پڑھنا اور پڑھانا اوران کی حیات کے متعلق کچھ لکھنا ہر ایک اسے سعادت سمجھتا ہے۔

اللهم اغفرله وارحمه وارفع درجته فی المهديين واخلف له فی عقبه فی الغابرين واغفرلنا وله يا رب العالمين اللهم وسع قبره ونور له فيه وادخله الجنة الفردوس

میں جنت کی ضمانت دیتا ہوں

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (تین بندوں کو میں جنت کی ضمانت دیتا ہوں) أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا

”میں ضمانت دیتا ہوں جو شخص حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے گا اسے جنت کے گردونواح میں گھر ملے گا۔“

وَبِبَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَإِنْ كَانَ مَازِحًا

”اور (میں ضمانت دیتا ہوں) جو مذاق کرتے وقت بھی جھوٹ کو چھوڑ دے گا اسے جنت کے وسط میں گھر ملے گا“

وَبِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ

”اور (میں ضمانت دیتا ہوں) جس شخص کا اخلاق اچھا ہوگا اسے جنت کے اوپر والے حصے میں گھر ملے گا“

ابوداؤد، الادب (٤٨٠٠) و صحیح الترغیب (١٣٩) مراسلہ: محمد قاسم گجر (گوجرانوالہ)

وہ آدمی بڑا ہی خوش قسمت ہے جس کو اچھا پڑوسی مل جائے۔ گویا میں اپنے آپ کو اس لحاظ سے بڑا ہی خوش قسمت تصور کرتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حافظ عبدالمنان نور پوریؒ جیسے فرشتہ صفت انسان کے پڑوس میں رہنے کا شرف بخشا۔ جن کو اگر میں بحر العلوم کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا۔ ان کی عملی زندگی کما امن الناس کی عملی تصویر اور اپنے آپ کو ساری زندگی ایک طالب علم سمجھنے والے عجز وانکساری کے مجسمہ تھے۔ یہ حقیقت پر مبنی الفاظ ان کی مستعار زندگی کے بعد لکھنے کی جرأت کر رہا ہوں ورنہ ان کی زندگی میں اگر کوئی ایسا ایک لفظ بھی میری زبان یا قلم سے نکل جاتا تو ہوسکتا تھا کہ پوری عمر نور پوری صاحب مجھ جیسے گستاخ سے کلام بھی نہ کرتے۔

ان کا علم

علم حدیث، علم فقہ، علم تفسیر، علم منقول و معقول یا ان کے تقویٰ پرہیز گاری کا تذکرہ کرنے کی ہمت ہے نہ جرأت اور نہ ہی مجھ میں یہ استعداد ہے کہ میں ان کی علمی اقلیم کا تذکرہ و احاطہ کر سکوں۔ مجھے اپنی جماعت کے قلمکاروں سے توقع ہے کہ وہ استاد العلماء حضرت حافظ نور پوریؒ کے علمی میدان میں کوہ پیمائی کی کوشش کریں گے۔ ان شاء اللہ

میں تو صرف پڑوسی ہونے کے ناطے آپ کے متعلق اپنے چند ایک مشاہدات کا تذکرہ کر کے اپنا نام ان کے مداحوں میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔ بقول شاعر

احب الصالحین ولست منهم

لعل الله یرزقنی صلاحا

یہ ہمت بھی اس لئے پیدا ہوئی کہ بقول شیخ سعدیؒ

من ہما خاکم کہ ہستم
ولیکن مدتے باگل نشستم

شیخنا الکریم حافظ عبدالمنان نورپوریؒ کی تاریخ پیدائش تین مقامات سے مختلف ملی ہے۔ تذکرہ علماء اہل حدیث از پروفیسر یوسف سجاد صاحب جلد دوم ص ۴۶۴، بمطابق ۱۳۶۳ھ، دبستان حدیث: از شیخ مورخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب، تذکرہ حافظ عبدالمنان نورپوری ۱۹۴۱ء بمطابق ۱۳۶۰ھ اور حضرت حافظ صاحب کے شناختی کارڈ پر آپ کی تاریخ پیدائش ۱۹۴۶ء لکھی ہے۔ تاہم حافظ صاحب کے اہل خانہ کی تصدیق ۱۹۴۱ء کے ساتھ ہے جس کے مطابق آپ کی عمر (۷۱) اکہتر سال بنتی ہے۔ جبکہ قمری حساب سے تہتر (۷۳) سال بنتی ہے۔

آپ ضلع گوجرانوالہ کے مشہور قصبہ قلعہ دیدارسنگھ کے قریب گاؤں نورپور چہل میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام عبدالحق بن عبدالوارث بن قائم دین نورپوری تھا۔ اسی آبائی نسبت سے آپ اپنے دستخط ابن عبدالحق لکھ کر کرتے تھے۔ والدین نے آپ کا نام خوشی محمد رکھا۔ مگر جب جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں آپ کو داخل کرایا گیا تو شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے اس ہونہار بچے کا نام تبدیل کر کے محدث پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان وزیرآبادیؒ کے نام پر رکھ دیا اور خصوصی شفقت فرماتے ہوئے فرمانے لگے کہ میں نے آپ کا نام اپنے شیخ کے نام پر رکھ دیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہ الفاظ الہامی تھے اور ان کا وجدان اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ یہ سادہ اور خاموش طبع بچہ آئندہ بحر بے کراں محدث بنے گا اور پھر ان کے دل کی سوچ سچ ثابت ہوئی اور اس کی گواہی ان کے جنازہ میں حاضرین کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دے رہا تھا کہ واقعی جو شخص آج اس دنیا سے اٹھا ہے، اس پائے کا عالم باعمل شاید اس وقت یہاں کوئی نہ ہو۔

راقم ۱۹۶۷ء میں جب گوجرانوالہ جامعہ محمدیہ چوک اہل حدیث میں پڑھنے کے لئے آیا تو حافظ عبدالمنان صاحب جامعہ شرعیہ جی ٹی روڈ میں استاد تھے۔ پھر الشیخ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ہم بھی نئے جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں بطور طالب علم آ گئے۔ میں نے

حضرت حافظ عبدالمنان صاحب سے باقاعدہ مدرسہ میں ایک کتاب سراجی کا کچھ حصہ پڑھا مگر عملی طور پر ان سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ میرے بڑے بھائی حافظ عبدالسلام بھٹوی اور حافظ عبدالمنان صاحب (شیخین) کی رہائش ایک ہی جگہ سرفراز کالونی میں تھی۔ پھر راقم کو بھی تقریبا **1984-85**ء میں دونوں بزرگوں کے پڑوس میں رہائش کے لئے اللہ نے جگہ دے دی۔ اور تب سے اب تک تقریبا **27-28** سال حافظ صاحب کے پڑوس میں گزارنے کا موقعہ ملا۔

علم کا سمندر

حافظ عبدالمنان نور پوریؒ نے زندگی بھر جو کہا وہ کیا اور جو کیا وہ کہا اور جو پڑھا اس پر عمل کیا۔ بندہ اپنے آپ کو عملی طور پر تہی دست سمجھتا ہے مگر حافظ عبدالمنان صاحب کے پڑوس میں رہنے کی وجہ سے خود کو علم کے قلعہ میں سمجھتا تھا۔ جوں ہی کوئی مسئلہ درپیش ہوا حضرت حافظ صاحب سے پوچھا اور پورے وثوق کے ساتھ بیان کر دیا اور پوچھنے والے کو بتا دیا۔ ایک دفعہ جامع مسجد تکبیر اہل حدیث پیپلز کالونی گوجرانوالہ میں دوران درس تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع الیدین کرنے کا مسئلہ درپیش تھا۔ کتاب الجنائز حضرت مولانا عبدالرحمان مبارک پوریؒ میں لکھا ہے کہ کسی مرفوع یا صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ جنازہ کی چار تکبیروں کے ساتھ رفع الیدین کیا جائے۔ علامہؒ البانی فرماتے ہیں کہ صرف پہلی تکبیر کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھائے، یہی بات شرعاً ثابت ہے۔ (احکام الجنائز ص ۱۵۶ اردو ترجمہ ابو عبدالرحمان شبیر بن نور) مولانا محمد اقبال کیلانی حفظہ اللہ صرف موقوف روایت بیان کرتے ہیں کہ

عبداللہ بن عمر کان یریدہ فی جمیع تکبیرات، الجنائز (نبحوالہ بخاری شریف جنازے کے مسائل از مولانا محمد اقبال کیلانی ص ۷۴ مسئلہ نمبر ۱۳۵)

میں نے محترم حافظ صاحب سے سوال کیا تو فرمانے لگے کہ ہاں کئی لوگوں کا یہ نظریہ ہے جو درست نہیں۔ کیونکہ ہر تکبیر جنازہ کے ساتھ رفع الیدین کرنے کی مرفوع اور صحیح حدیث ثابت ہے۔ فرمانے لگے کہ آپ میرے ساتھ گھر چلیں میں آپ کو حوالہ دکھا دوں گا، چنانچہ میں گھر گیا تو آپ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف نکال کر میرے سامنے رکھ دی۔ اس میں ہے کہ امام دارقطنی کتاب

العلل میں عمدہ سند کے ساتھ عبداللہؓ بن عمرؓ سے مرفوع بیان کرتے ہیں اوراس کا موقوف ہونا درست ہے' اس لئے کہ اس کو صرف عمر بن شبہ نے مرفوع بیان کیا ہے۔ یہاں ابن بازؒ فرماتے ہیں کہ علت اکیلے والی قابل التفات نہیں اس لئے کہ عمر بن شبہ ثقہ راوی ہے۔اس کا مرفوع بیان کرنا قبول کیا جائے گا۔اس لئے کہ ثقہ راوی کی زیادتی کی قبولیت راجح ہے۔

(فتح الباری ابن باز جلد نمبر ۳، ص ۱۹۰، باب سنة الصلاة علیا لجنائز وقال النبی ﷺ من صلی علی الجنازة)

سنت رسول پر عمل:

پیپلز کالونی گوجرانوالہ میں ایک بزرگ حاجی نذیر احمدؒ (چاول مرچنٹ) بہت نیک اور علماء سے محبت کرنے والے تھے۔ رمضان المبارک کے شروع میں مجھے کہنے لگے کہ میں نے حافظ عبدالمنان صاحب سے افطاری کے لئے وقت لیا ہے، آپ کو بھی دعوت ہے اور گھر سے آتے وقت حافظ صاحب کو ساتھ لیتے آنا۔مغرب کے قریب محترم حافظ صاحب کو ساتھ لیا اور حاجی صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ حافظ صاحب نے اندر قدم رکھا تو فوراً جلدی سے باہر نکل آئے اور فرمانے لگے کہ حاجی صاحب! اندر آپ نے بت لٹکا رکھے ہیں (یعنی تصویریں لٹکائی ہوئی ہیں) نبی علیہ السلام تصویروں والے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ حاجی صاحب نے تمام تصویریں اتار کر پھینک دیں تب حافظ صاحب اندر تشریف لے گئے۔ ہے کوئی عالم جو کسی کی دعوت پر ان کے گھر جا کر اتنی جرأت کرے کہ یہاں تصویریں ہیں میں دعوت نہیں کھاؤں گا۔الا ماشاءاللہ۔

اور میں نے کبھی بھی حافظ صاحب کو کھڑے ہو کر جوتا پہنتے نہیں دیکھا۔ اس لئے کہ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا ہے۔اسی طرح دو رکعت پڑھے بغیر مسجد میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ حافظ صاحب جب بھی اور جس مسجد میں بھی تشریف لے جاتے جب تک دو رکعت ادا نہ کر لیتے نہ بیٹھتے تھے، خواہ کچھ بھی ہو جائے۔

مہمان نوازی:

مہمان نوازی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر مہمان (فرشتے) آئے تو بچھڑا بھون کر پُر تکلف کھانا بغیر پوچھے لاکر انکے سامنے رکھ دیا، وہ کھاتے نہیں تب پوچھا ﴿قال الا تاکلون﴾ (ذاریات: ٢٤) فرمایا کھاتے کیوں نہیں؟ پہلے نہیں پوچھا کہ کیا کھاؤ گے، گرم پیو گے یا ٹھنڈا؟ چلتے وقت کہا آپ نے کچھ کھایا پیا نہیں۔ حافظ صاحب کی عادت تھی کہ مہمان دور سے آیا یا محلّہ سے بیٹھک میں آکر بیٹھ گیا ہے۔ علیک سلیک کے بعد فوراً حافظ صاحب نے آواز دی، عبداللہ! (بیٹے کا نام) مہمان آئے ہیں۔ بس پھر چند لمحوں بعد ہی جو ہے وہ حاضر خدمت ہو جاتا، گویا سب کچھ پہلے ہی تیار تھا۔

جنازوں میں شرکت:

جنازہ فرض کفایہ ہے' مسلمان کا مسلمان کے ذمہ آخری حق ہے۔ اگر کچھ لوگ پڑھ لیں تو سب کی طرف سے فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔ اکثر لوگ شہر میں اپنے کسی عزیز واقارب ماں باپ کے جنازہ کے لئے حافظ صاحب کو بلانا ان سے جنازہ پڑھوانا، باعث سعادت سمجھتے تھے۔ اگر کسی نے پڑھانے کے لئے نہیں بھی کہا اور حافظ صاحب کو کسی واقف کی فوتگی کا پتہ چل گیا تو خود ہی جنازہ میں شرکت کے لئے تشریف لے جاتے۔

اکثر لوگ بلکہ بسا اوقات اپنے بھی ڈنڈی مار جاتے ہیں کہ ہمیں تو اطلاع ہی نہیں ملی تھی، مگر حافظ صاحب صرف اللہ کو راضی کرنے کے لئے اس طرح کرتے تھے۔ محلّہ میں اگر کوئی فوت ہو گیا تو جنازے کے بعد کم از کم دو دن حافظ صاحب تعزیت کے لئے ضرور ان کے پاس جاتے۔

بیمار پرسی:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو کسی مسلمان کی بیمار پرسی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس دن ستر ہزار فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو اس کے لئے سارا دن دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور جنت میں اس کے لئے ایک باغ لگ جاتا ہے۔ (ترمذی الجنائز، صحیح الترمذی: ٧٧٥) محلّہ میں کوئی شخص بیمار ہو جاتا اور حافظ صاحب کو پتہ چل جاتا تو یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ حافظ صاحب اس کی بیمار پرسی کرنے کے

لئے نہ گئے ہوں۔ اکثر احباب جماعت تو چھوٹی موٹی بیماری اور تکلیف کا حافظ صاحب کو علم ہی نہ ہونے دیتے کہ ایسے ہی آپ کو کیا تکلیف دینی ہے۔ بلکہ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ صرف بیمار پرسی نہیں کرتے تھے بلکہ کچھ نہ کچھ حسب استطاعت خدمت ضرور کر کے آتے، جس کو وہ مناسب سمجھتے۔

خطوط اور ان کے جوابات:

حافظ صاحب کی عادت تھی کہ جوں ہی کسی کا خط آیا فوراً اس کا جواب لکھا۔ اس سے کوئی غرض نہیں کہ کس قسم کا خط ہے اور پھر خط کا صرف جواب ہی نہیں بلکہ اس کی ایک نقل با قاعدہ فائل میں محفوظ کر لیتے۔ احکام ومسائل دو جلدیں چھپ چکی ہیں اور تیسری جلد کی تیاری آخری مراحل میں ہے۔ یہ کتاب تین جلدوں میں انہیں خطوط سے تیار شدہ ہے۔ اس کتاب میں بے شمار مسائل اور ان کا شرعی حل موجود ہے۔ بے شمار فتاویٰ جن میں بے شمار تفسیری نکات موجود ہیں۔ تاہم حافظ صاحب اپنے اساتذہ کے احترام کے پیش نظر جب کوئی فتویٰ لینے آتا تو کبھی فتویٰ نہ دیتے بلکہ فرماتے کہ مفتی صاحب ہمارے استاد محترم ہیں ان سے فتویٰ لیں۔ البتہ اگر کوئی خط کی صورت میں مسئلہ پوچھتا تو اس کو وضاحت سے لکھ دیتے۔

مستجاب الدعوات:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ اگر اللہ پر قسم ڈال دیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی قسم پوری کر دیتے ہیں۔ حافظ صاحب کے پاس بہت سے لوگ دعا کرانے کے لئے آتے تھے اور پانی دم کرا کے لے جاتے تھے۔ جو دعا کے لئے حافظ صاحب کو کہتا تو حافظ صاحب اسی وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگتے۔ اسی طرح جو پانی وغیرہ لے کر آتا فوراً دم کر دیتے، یہ نہ کہتے کہ فلاں دن یا فلاں وقت آنا اور پانی دم کرنے کا طریقہ بھی عام دم کرنے والوں سے الگ تھا۔ آپ پانی پر پھونک نہیں مارتے تھے کہ اللہ کے محبوب نے پانی یا کسی بھی پینے والی چیز میں پھونکنے سے منع فرمایا ہے۔ حافظ صاحب دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی پر لب لگاتے اور اس انگلی کو پانی وغیرہ میں ملا دیتے۔

حافظ صاحب نے ایک واقعہ خود سنایا کہ ایک آدمی آیا اور کہا کہ میرے گھر میں بچی یا بچہ ہونے والا

ہے۔ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اپریشن کے بغیر کوئی صورت نہیں۔ بیوی ہسپتال میں داخل ہو چکی ہے' دعا فرما دیں۔آپ نے دعا بھی کی اور ایک دعا پڑھنے کے لئے بھی بتائی، وہ یہ تھی: اللھم انك قلت ثم السبیل یسرہٗ، فیسر السبیل فرمایا کہ یہ دعا سب گھر والے کثرت سے پڑھو، اس شخص کی بیوی اپریشن تھیٹر میں پہنچ گئی۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اپریشن سے پہلے بغیر اپریشن کے بچہ عطا فرما دیا۔گمشدہ کے لئے دعا کرتے اور ساتھ دعا پڑھنے کے لئے بتاتے، کتنے ہی لوگوں کے لئے جب آپ نے دعا کی تو گمشدہ واپس آ گیا۔دعا یہ ہے:

((انا للہ و انا الیہ راجعون، اللھم اھد عبدك فلان و ائتنا بہ سالما فانك بكل شیء علیم، و علی كل شیء قدیر))

کثرت سے پڑھیں۔فلاں کی جگہ گم ہونے والے مرد، عورت، بچہ وغیرہ کا نام لیں۔گم شدہ اللہ کے فضل سے بہت جلد واپس آ جائے گا۔ان شاء اللہ

تصویر کشی سے گریز:

فتنوں کا دور شروع ہو چکا ہے، بڑے بڑے علماء، فضلاء اور اتقیاء میڈیا کے نام پر اس طوفان میں بے قابو ہو کر بہہ گئے، الا من رحم ربی ۔مگر حافظ عبدالمنان صاحب استقامت کا پہاڑ بن کر اس کے سامنے سینہ تان کر کھڑے رہے۔حافظ صاحب جب سے کیمرہ والے موبائل فون عام ہوئے ہیں، اپنی ہر تقریر اور درس وغیرہ سے پہلے یہ اعلان کرتے کہ کوئی شخص میری تصویر نہ بنائے ورنہ وہ خود ذمہ دار ہوگا، یعنی قیامت کو میں اس کو معاف نہیں کروں گا۔

جس مجلس میں ویڈیو، میوزک یا خلاف شرع کوئی بات ہوتی اس میں ایک منٹ بھی نہ ٹھہرتے۔ایک دفعہ ڈسکہ میں کوئی عقیدت مند لے گئے مگر وہاں کوئی غیر شرعی بات دیکھی تو بغیر بتلائے واپس آ گئے۔ گویا آپ کی ذات سرتاپا چلتی پھرتی خاموش مبلغ تھی کہ جو ایک دفعہ قریب ہوتا پھر وہ ان کا ہو کے رہ جاتا۔

نفلی روزے:

رمضان المبارک میں آپ ہمیشہ بخاری شریف کے کتاب الصیام کا درس دیا کرتے، جب جنت کے دروازوں میں سے باب الریان کا ذکر آتا تو فرمایا کرتے کہ صرف رمضان المبارک کے روزوں کے لئے یہ دروازہ نہیں کیونکہ وہ فرض ہیں جو ہر مسلمان رکھتا ہے۔ یہ دروازہ اس کے لئے ہے جو فرض کے علاوہ نفلی روزے کثرت سے رکھتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سوال کہ کوئی تمام دروازوں سے پکارا جائے گا اور آپ کا جواب کہ آپ ان میں سے ہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بات نوافل کی ہے ورنہ فرائض تو تمام مسلمان پورے کرتے ہیں۔ ابوبکرؓ کو یہ مقام نوافل کی وجہ سے حاصل تھا۔

حافظ عبدالمنانؒ نورپوری ہمیشہ سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے اور جب سے جامعہ محمدیہ چوک اہل حدیث میں جمعۃ المبارک کا خطبہ دینا شروع کیا تب سے (بوجوہ) جمعہ کا روزہ بھی ساتھ ملا لیا۔ اب آپ ہفتہ میں تین روزے جمعرات، جمعہ، سوموار اور ایام بیض تیرہ چودہ اور پندرہ ہر قمری ماہ کے اور محرم الحرام کے پورے، شعبان المعظم کے سوائے چند آخری ایام کے پورے، عشرہ ذوالحجہ کے ۹ روزے رکھا کرتے تھے۔ جس کا اثر یہ تھا کہ بہت سے لوگ آپ کے قریب بیٹھنے والے صرف آپ کو دیکھ کر یہ روزے رکھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ اندازہ کیجئے کہ شوگر کے مریض عام طور پر رمضان المبارک کے فرضی روزے بھی چھوڑ دیتے ہیں مگر حافظ صاحب موصوف ہائی درجہ کی شوگر کے پرانے مریض، بلڈ پریشر، ہارٹ کے مریض، انجیو پلاسٹی کرا چکے تھے مگر روزہ اور وہ بھی نفلی پر اتنی پابندی سے عمل پیرا تھے۔

حافظ صاحب کی ذات بظاہر سادہ لباس، سادہ جوتا، سر پر سادہ رومال باندھے ایک عام درویش معلوم ہوتے مگر دیکھنے والا ان کی شخصیت کو دیکھ کر پہچان جاتا کہ یہ کوئی اللہ کا ولی اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانثار ہے۔ ان سے متعلق بے شمار یادیں ہیں جنہیں احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی بشری لغزشیں معاف فرما کر انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے۔ آمین!

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

جولائی ۱۹۹۸ء کی بات ہے میں اور میرا دوست ہم دونوں جامعہ محمدیہ میں داخلے کے لیے آئے داخل ہوتے ہی حافظ عمران عریف صاحب (جو کہ جامعہ میں استاد تھے اور بڑے بھائی وسیم الدین کے ساتھ اسی جامعہ میں پڑھتے رہے) سے ملاقات ہوئی پھر ہم پانچویں کلاس میں بیٹھ گئے دوران تعلیم شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب سے بھی ملاقات ہوئی میں اکتوبر میں پڑھائی چھوڑ کر اپنے گھر آ گیا۔ ۲۰۰۱ء میں میرا داخلہ جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں ہو گیا جب میں چھٹی پر گھر آیا تو حافظ صاحب اور ان کی اہلیہ اور اہلیہ کے بھائی (مولانا عبدالوحید ساجد جو کہ اب مکرم مسجد میں شیخ الحدیث ہیں) رشتے کے سلسلے میں ہمارے گھر تشریف لائے یہ میری ان سے دوسری ملاقات تھی میں جلدی سے کوک کی بوتل ڈال کر لایا تو حافظ صاحب نے پینے سے انکار کر دیا میں نے پھر سپرائٹ کی بوتل پیش کی جو کہ انہوں نے پی لی کھانا کھانے کے بعد حافظ صاحب گھر چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد رشتہ طے ہو گیا میں دوبارہ سعودیہ چلا گیا اسی سال رمضان المبارک میں والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت حافظ صاحب بھی تشریف لائے، والدہ ماجدہ کا دو مرتبہ جنازہ ہوا دوسرا جنازہ حافظ صاحب نے پڑھایا جب والدہ ماجدہ کو دفنانے کے بعد سیمنٹ کی سلیں رکھنے لگے تو حافظ صاحب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پکی کرنے سے منع فرمایا ہے پھر جلدی سے لکڑی کے پھٹے لائے اور قبر تیار کی۔

۲۹ اپریل ۲۰۰۳ء کو جب میرا نکاح ہوا نکاح والے دن حافظ صاحب کے گھر آئے میرے ساتھ والدہ کی جگہ پر خالہ، بڑی ہمشیرہ اور بہنوئی شیخ نعیم صاحب وغیرہ تھے۔ ادھر حافظ صاحب کے گھر میں ان کے کوئی رشتہ دار نہ تھے حتی کہ بچوں کے ماموں وغیرہ بھی نہ تھے۔ نماز مغرب سے قبل ہی نکاح فارم

گھر میں بیٹھ کر پر کیا اور مغرب کی نماز قدس مسجد میں پڑھنے چلے گئے نماز حافظ صاحب نے پڑھائی اور ایک صاحب نے اعلان کیا سب بیٹھے رہیں نکاح ہوگا پھر حافظ صاحب نے خود نکاح پڑھایا مجھے حافظ صاحب کا داماد ثانی ہونے کا شرف حاصل ہوا شادی کے تین روز بعد جب میں حافظ صاحب کے گھر آیا کچھ دیر ان کی لائبریری میں بیٹھا پھر اہلیہ کی والدہ نے گھر اندر سے دکھایا اور بتایا کہ حافظ صاحب نے گھر کے چھوٹے چھوٹے کام حتی کہ وائرنگ بھی خود ہی کی ہے اور حافظ صاحب کے بارے میں بتایا وہ کپڑے بھی خود ہی سی لیتے ہیں اور بھی بہت کچھ ان کے بارے میں بتایا، زندگی کے ایام گزرتے رہے۔ طرفین کے گھر آنا جانا ہوا جب بھی میں حافظ صاحب کے گھر آتا تو حافظ صاحب اپنے کمرے میں محو مطالعہ یا تصنیف ہوتے یا پھر مہمانوں میں مصروف ہوتے اپنی جگہ سے اٹھ کر بڑی گرم جوشی سے ملتے بیٹھتے ہی حال احوال پوچھتے ساتھ ہی مہمان نوازی شروع کر دیتے اسی دوران لوگ مسائل پوچھنے آتے تو میرے علم میں بھی اضافہ ہوتا اور دل کہتا کہ مجلس لگی رہے اور بیٹھیں رہیں جب حافظ صاحب ہمارے پاس آتے تو بہت خوشی ہوتی اکثر ہم حافظ صاحب کو ساتھ لے کر قدس مسجد میں نماز پڑھتے جو کہ بڑی مسجد ہے لوگ بھی حافظ صاحب کو مل کر بڑا خوش ہوتے نمازیوں کے کہنے پر درس بھی ارشاد فرماتے ایک مرتبہ قاری صاحب نے القاب دے کر حافظ صاحب کا نام لیا تو حافظ صاحب کہنے لگے اپنے الفاظ واپس لو تو میں درس دوں گا۔ قاری صاحب اٹھے اور کہا کہ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں تو پھر حافظ صاحب نے درس دیا۔

اگست ۲۰۰۳ء میں میں دوبارہ سعودیہ چلا گیا اسی سال حافظ صاحب کو فالج کا اٹیک ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جلد ہی حافظ صاحب کو صحت یابی عطا فرمائی اسی سال رمضان المبارک میں میں پاکستان آ گیا اور اپنے بھائیوں کے ساتھ رہنے لگا۔

فروری ۲۰۰۴ء میں اللہ تعالیٰ نے بیٹی دی جو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئی نام رکھنے کے لیے کہا جو آپ کو اچھا لگے رکھ دیں اس کے بعد جب میں حافظ صاحب کے گھر آتا تو مجھے حافظ صاحب اپنے رشتے داروں کی طرف لے جاتے اگر کوئی بیمار ہوتا تو تیمارداری کے لیے بھی لے جاتے۔

فروری ۲۰۰۸ء میں پھر اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی دی جو چھ روز بعد ہی فوت ہوگئی اس کا جنازہ بھی

حافظ صاحب نے خود پڑھایا۔

جولائی ۲۰۰۹ء میں پھر اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا دیا وہ بھی حافظ صاحب کے ہاں گوجرانوالہ میں پیدا ہوا حافظ صاحب نے اتنی شفقت ومحبت دی کہ مجھے اپنے والد کی کمی کا احساس ختم ہو گیا جو کہ ۱۹۷۸ء میں وفات پا گئے تھے اور ان کا گھر مجھے اپنا گھر محسوس ہونے لگا جب ہم حافظ صاحب کے گھر آئے ہوتے رات کو لیٹ ہو جاتے تو حضرت حافظ صاحب کہتے کہ صبح چلے جانا ہم ادھر ہی ٹھہر جاتے یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ حافظ صاحب کہیں اور ہم انکار کریں سعادت سمجھ کر رک جاتے۔تعلق اتنا گہرا ہو گیا کہ حافظ صاحب اپنی بچیوں کا رشتہ دیکھنے کے لیے گئے تو ساتھ مجھے بھی لے گئے۔

میری شادی سے قبل حافظ صاحب کے دو بچوں کی شادی ہو چکی تھی۔بڑے بیٹے حافظ عبدالرحمٰن ثانی کی شادی یوسف پھلوکی والے جو کہ اب قلعہ دیدار سنگھ میں رہتے ہیں کے ہاں ہوئی بڑی بیٹی کی شادی جس خوش نصیب سے ہوئی وہ حافظ صاحب کے شاگرد عبدالرؤف بن فضل کریم فاضل مدینہ یونیورسٹی ساکن احمد نگر تحصیل وزیر آباد ۲۰۱۰ء میں حافظ صاحب نے اپنی تیسری بیٹی کی شادی کی جس خوش نصیب سے ہوئی اس کا نام جہانگیر عباس بن حاجی نذیر احمد ساکن رانا کالونی گوجرانوالہ ہے۔ اس کے بعد چوتھی اور پانچویں بچیوں کی شادی تاریخ طے ہوئی تو زیورات بنوانے کے لیے مجھے خدمت کا موقع دیا مارچ ۲۰۱۱ء چوتھی بیٹی کی شادی جس خوش نصیب لڑکے سے ہوئی وہ لکھوی خاندان کے چشم و چراغ عثمان بن رفیق الرحمٰن لکھوی ساکن رینالہ خورد (حال دبئی) ہیں۔اپریل ۲۰۱۱ء میں پانچویں بیٹی کی شادی جس خوش نصیب سے ہوئی وہ خاور رشید (جو کہ حافظ صاحب کے شاگرد ہیں) کے بھائی ارمغان شفیق سے ہوئی جو کہ لاہور کے رہنے والے ہیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی غیر شادی شدہ ہیں۔

۸ فروری ۲۰۱۲ء کو مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک اور بیٹی دی یہ بھی گوجرانوالہ میں ہی پیدا ہوئی پھر ۱۴ فروری کو بچی کے عقیقے والے دن میں گوجرانوالہ آیا تو حافظ صاحب کے ساتھ کافی دیر تک بیٹھے رہنے کا موقع ملا۔عصر کے وقت حافظ صاحب کہنے لگے کہ پروفیسر ارشد صاحب کی تیمارداری کرنے جانا ہے آپ بھی چلیں، میں نے سعادت سمجھتے ہوئے کہا کہ حافظ صاحب ضرور چلتے ہیں۔ میں حافظ

صاحب، عبدالرحمٰن ثانی، عبداللہ بھائی اوران کے ماموں شیخ الحدیث عبدالوحید ساجد صاحب کو لے کر پروفیسر صاحب کے گھر چلا گیا جب ہم ان کے گھر گئے تو وہ بہت خوش ہوئے۔ تیمارداری کے بعد ہم نے نماز مغرب شہداء مسجد اتفاق کالونی میں ادا کی اوراپنے گھر سرفراز کالونی میں آ گئے۔

رات گیارہ بجے تک بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ رات ۲ بجے کے قریب حافظ صاحب کا سانس خراب ہوگیا میں نے کہا ہسپتال لے جاتا ہوں حافظ صاحب کہنے لگے کہ ابھی دوائی کھائی ہے ٹھیک ہو جائے گا۔ معمولی پریشر ہائی ہوا ہے۔ ڈیڑھ گھنٹہ اسی تکلیف میں رہنے کے بعد کچھ افاقہ ہوا تو تھوڑی دیر کے لیے سو گئے پھر اپنے معمول کے مطابق نماز تہجد ادا کی میں ان کے کمرے میں ہی سو رہا تھا حافظ صاحب نے آواز دی کہ میری طبیعت ٹھیک ہے نماز پڑھنی ہی ہے تو آپ مجھے چوک نیائیں جامعہ محمدیہ لے جائیں ہم دوسری رکعت میں جا ملے عبدالرحمٰن بھائی اور عبداللہ بھائی بھی ساتھ تھے۔ حافظ صاحب نے سورہ الفاطر کی پہلی آیات سے درس دیا، بڑا ہی عمدہ درس دیا کس کو معلوم تھا کہ یہ درس حافظ صاحب کا اس مسجد میں آخری درس ہے درس کے فوری بعد ہم گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ گھر داخل ہوتے ہی حافظ صاحب مسند تصنیف پر بیٹھ کر لکھنے لگے کچھ دیر بعد جامعہ کا ٹائم ہوا تو حافظ صاحب جامعہ میں پڑھانے چلے گئے میں نے کہا رات بھر صحیح آرام نہیں ہوا تو آپ نہ جائیں۔ تو کہنے لگے میں ٹھیک ہوں حافظ صاحب جامعہ میں چلے گئے اور میں اپنے گھر لاہور چلا گیا۔

عشاء کے قریب بھائی جان عبدالرحمٰن ثانی سے میری فون پر بات ہو رہی تھی فون بند ہوتے ہی اچانک دوسرے ہی فون پر گھر سے فون آ گیا کہ ابو جی کو پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے بول نہیں رہے جسم بھی حرکت نہیں کر رہا۔ پھر میں نے بھائی جان کو فون کیا انہوں نے کہا میں گوجرانوالہ جا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا آپ وہیں رک جائیں شاید ابو جی کو لاہور لانا ہو پھر میں ان سے رابطے میں رہا میری ملاقات ان سے بدھ کے روز رات ساڑھے گیارہ بجے کے قریب شیخ زید ہسپتال میں ہوئی (حافظ صاحب کی بیماری کی خبر بڑی تیزی سے پھیل گئی وہاں پر عبدالرحمٰن بھائی، ماموں عبدالوحید ساجد صاحب، حافظ عبداللہ شرقپوری، اکرم صاحب حافظ صاحب کے داماد جہانگیر ارمغان وغیرہ سے ملاقات ہوئی۔ حافظ صاحب کو چیک اپ کرنے اور سٹی سکین کرنے کے بعد کمرے میں شفٹ کر دیا گیا اگلے روز ۱۶

فروری جمعرات تھی جیسے جیسے لوگوں تک خبر پہنچتی رہی ویسے ویسے ہی لوگ ہسپتال تیمارداری کے لیے پہنچنا شروع ہو گئے۔

زکریا بھائی جو کہ حافظ صاحب کے بھتیجے ہیں وہ بھی پہنچ گئے حافظ صاحب کی فزیوتھراپی کرتے رہے۔ حافظ صاحب تھوڑا تھوڑا محسوس کرتے اونچی آواز سے کوئی سلام کرتا جواب بھی دیتے اور پہچانتے جیسا کہ حافظ صاحب کے محلے کا آدمی عبدالرشید آیا اس نے سلام کیا اور پوچھا کہ میں کون ہوں تو حافظ صاحب نے کہا عبدالرشید۔ دن گزرتا رہا حافظ صاحب کی کمزوری بڑھتی رہی۔ ۷ افروری بروز جمعۃ المبارک کو حافظ صاحب کو قے آئی جس سے کمزوری اور بڑھ گئی اور رات کو دوبارہ سٹی سکین کروانے لے گئے رپورٹ میں پتہ چلا کہ فالج کا حملہ اتنا شدید تھا کہ دماغ کا آدھا حصہ بالکل سن ہو چکا ہے کمزوری میں مزید اضافہ ہوتا رہا اگلے روز ۱۸ فروری کو ڈاکٹروں نے کہا ان کو ICU میں منتقل کرنا ہے پھر اسی روز ICU میں منتقل کر دیا گیا، بڑی بے چینی سے دن گزر رہے میں صبح گھر سے ہسپتال آتا اور رات ۱۱ بجے تک ادھر ہی رہتا کبھی عبدالرحمٰن بھائی اور کبھی عبداللہ بھائی کو اپنے ساتھ گھر لے جاتا تاکہ نیند اچھی طرح پوری کر لیں صبح تازہ دم ہو کر ہسپتال آئیں گے لیکن گھر بھی صحیح طرح نیند نہ آتی ہر ہر لمحہ فون کر کے حافظ صاحب کی طبیعت دریافت کرتے اور ڈھیروں دعائیں دیتے۔

بھائی عبدالرحمٰن اور ماموں جان عبدالوحید ساجد صاحب کے فون ہر وقت مصروف رہے ان کے فون کی بیل استغفر اللہ استغفر اللہ والی لگی ہوئی تھی جو کہ دل میں کھبنے والی آواز تھی۔ اب بھی ان کے فون کی بیل سنتا ہوں تو ہسپتال والا منظر یاد آ جاتا ہے اسی طرح دن گزرتے رہے دل بے چین رہتا گھر بھی سکون نہ ہوتا ہسپتال جاتے تو وہاں بے چینی سے وقت گزرتا حتی کہ ۲۳ فروری بروز جمعرات ڈاکٹر نے بتایا کہ حافظ صاحب زندگی کے سانس پورے کر رہے ہیں۔ بے چینی اور بڑھ گئی اب کیا ہوگا ۲۵ فروری کو رات حافظ صاحب کے سانس لینے کی کیفیت تبدیل ہو گئی تو ۲۶ فروری کو جب حافظ صاحب کا وقت موعود آیا تو اس وقت میں ادھر ہی موجود تھا۔ جلدی سے ایمبولینس بلائی اور بھائی جان اور دوسرے لوگوں کو روانہ کر کے میں اپنے گھر جو ہر ٹاؤن میں چلا گیا بچوں کے ساتھ نماز فجر کے بعد اپنے گھر سے گوجرانوالہ کی طرف روانہ ہوا جب ہم مرکز ابن عباس والی گلی میں داخل ہوئے تو عجیب

سماں تھا ہر طرف لوگ ہی لوگ مصروف نظر آ رہے تھے کوئی سیکورٹی کا انتظام کوئی پارک میں صفوں کی لائنیں لگا رہا تھا تو کوئی چارپائی کو بانس باندھ رہا تھا لوگ دور دور سے جامعہ محمدیہ میں پہنچ رہے تھے جب حافظ صاحب کو غسل دے کر باہر لایا گیا تو اسی وقت چارپائی کو جناح پارک لے گئے تاکہ لوگ حافظ صاحب کا دیدار کریں جیسے ہی جنازہ کا وقت ہوا تو ایک دم جناح پارک جو کہ بڑا وسیع ہے لوگوں سے کھچا کھچ بھر گیا صفیں سیدھی ہوئیں پارک کے آس پاس والے گھروں کی چھتیں بالکونیاں عورتوں سے بھر گئیں ایسا دل کش منظر تھا کہ اسلاف کے جنازوں کی یاد تازہ ہوگئی پورے چار بجے جنازہ کا اعلان ہوا حافظ صاحب کے ساتھ ایک عورت کی میت تھی (جو کہ آصف صاحب ایشیا مسجد والے کی والدہ کی تھی) جس نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ حافظ صاحب پڑھائیں ان کو کیا معلوم تھا کہ دونوں کا جنازہ اکٹھا ہوگا دونوں کا جنازہ حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب نے بڑی دل سوز آواز میں پڑھایا زیادہ رش ہونے کی وجہ سے حافظ صاحب کا دیدار تمام لوگ نہ کر سکے جب رش زیادہ ہوا تو چارپائی کو جلدی اٹھایا اور قبرستان کی طرف روانہ ہو گئے قبرستان بھی لوگوں سے بھرا ہوا تھا ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں حافظ صاحب کو سپرد خاک کر دیا گیا اس طرح علم وعمل کا یہ سورج ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔

میں اب بھی کئی دفعہ آپ کے گھر جا چکا ہوں لیکن جب بھی جاتا ہوں وہ نظر نہیں آتے تو دل کو دھچکا لگتا ہے لیکن ان کی لائبریری میں بیٹھ کر سکون محسوس کرتا ہوں ان کی خوشبو محسوس کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔آمین۔

مولانا عبدالمنان نورپوری پرائمری پاس کرنے کے بعد جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں داخل ہوئے۔ والدین نے آپ کا نام خوشی محمد رکھا تھا۔ مگر جب مولانا چراغدین نورپوی نے آپ کو اس جامعہ میں داخل کرایا تو کچھ عرصہ کے بعد حضرت مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے آپ کے نام خوشی محمد کو اپنے شیخ حضرت عبدالمنان وزیرآبادی کے نام سے تبدیل فرمادیا۔ چنانچہ شیخ سلفی آپ کو مخاطب کر کے ازراہ شفقت فرمایا کرتے تھے۔ ''میں نے اپنے شیخ کے نام پر تیرا نام رکھ دیا۔''

بہترین تفسیر ''تفسیر ابن کثیر''

عرصہ گیارہ بارہ سال سے میں ''جامع مسجد الفتح اہلحدیث'' پیپلز کالونی میں صبح کی نماز کے بعد درس قرآن دیتا ہوں۔ ابتداء میں جب میں نے درس شروع کیا تو میں نے شیخ سے درخواست کی کہ شیخ آپ کی نظر میں بہترین تفسیر کون سی ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ سب سے بہترین تفسیر ''تفسیر ابنِ کثیر'' ہے۔ اور شیخ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کی مختصر تفسیر ابن کثیر میں وہ بات نہیں جو اصل تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ تفسیر ابن کثیر کی جو اصل روح ہے وہ مختصر ابن کثیر میں نہیں ہے اور یہ بات شیخ کی بالکل درست تھی کہ تفسیر ابن کثیر میں تفسیر کا جو طریقہ کار اپنایا گیا ہے (قرآن مجید کی آیات کی تفسیر، سب سے پہلے قرآن مجید کی آیات سے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے اور اگر حدیث میں کوئی علت ہو اس کی طرف بھی اشارہ کر دیتے ہیں فقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال سے) وہ انتہائی اعلیٰ اور عمدہ ہے۔

احادیث سے مسائل استنباط کر کے لاؤ:

استاذ محترم سے میں نے متعدد کتابیں پڑھی ہیں ان میں صحیح ترمذی، صحیح بخاری، محیط الدائرہ اور امام شافعی کی کتاب ''کتاب الام'' کا کچھ حصہ اور بعض دیگر کتابیں شامل ہیں۔ شیخ کے پاس جو حدیث پڑھتا تھا اس کو شیخ فقیہ بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ شیخ فرمایا کرتے تھے کہ فلاں حدیث سے آپ نے مسائل استنباط کر کے لانے ہیں ہم خود بھی محنت کرتے اور ساتھی طلبہ سے بھی پوچھتے۔ اس کے باوجود جب ہم آٹھ آٹھ، دس دس مسائل استنباط کر کے لے جاتے تو ہمارے ذہن میں ہوتا کہ ہم نے جتنے مسائل استنباط کر لیے ہیں اس حدیث سے مزید مسائل استنباط نہیں ہو سکتے۔ اس کے باوجود استاذ محترم اسی حدیث سے کئی ایک مسائل استنباط کر لیتے اور جہاں ہماری کوئی غلطی ہوتی اصلاح فرما دیتے۔

عقیدہ واسطیہ:

میں نے اپنی تدریس کے دوران مختلف کتب پڑھائیں ہیں ان میں سے ایک ''عقیدہ واسطیہ'' ہے۔ جامعہ محمدیہ کے اساتذہ کو یہ ایک بڑی سہولت حاصل تھی کہ شیخ نورپوری رحمہ اللہ جیسی عظیم شخصیت رہنمائی کے لیے موجود تھی۔ اسباق پڑھانے کے دوران اگر کوئی مشکل پیش آ جاتی تو شیخ سے بلا جھجک رہنمائی لے لی جاتی تھی۔ شیخ انتہائی مخلص تھے، انھوں نے کبھی کسی استاذ کو Degrace کرنے کی کوشش نہیں کی جو کہ عام لوگوں میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے۔ اسی لیے اساتذہ کرام نے اگر کوئی بات پوچھنی ہوتی تو بلا جھجک آپ کے پاس تشریف لے آتے۔ میں نے جب پہلی دفعہ ''عقیدہ واسطیہ'' پڑھایا تو ایک موقع پر ایک عبارت سمجھنے میں مجھے مشکل پیش آئی میں جامعہ کے ایک بزرگ استاذ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ مجھے اس کا مطلب سمجھا دیں۔ لیکن ان کے ذہن میں اس وقت اس عبارت کا مفہوم نہ آ سکا۔ میں دوسرے دن بھی گیا پھر معاملہ اس طرح تھا تیسرے دن بھی یہی سلسلہ رہا سبق رکا ہوا تھا میں نے فیصلہ کیا کہ حضرت نورپوری رحمہ اللہ کے پاس چلتے ہیں میں شیخ کے پاس گیا وہی عبارت ان کے سامنے رکھی شیخ رحمہ اللہ نے ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر اس عبارت کا سارا مفہوم میرے سامنے رکھ دیا۔

مجھے پہلے بھی یقین تھا لیکن اس دن یقین میں مزید پختگی آ گئی کہ حضرت شیخ نورپوری رحمہ اللہ کو علوم پر جو دسترس حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں۔ وہ عبارت افادہ عام کے لیے تحریر کر رہا ہوں۔

و قال امام الحرمين في معنى الباء كما سبق:

شیخ رحمہ اللہ نے اس پر نوٹ لکھوایا کہ امام الحرمین دو ہیں ① عبدالملک ② ابومحمد عبداللہ بن یوسف۔ یہ دونوں آپس میں باپ بیٹا ہیں اور یہاں امام الحرمین سے مراد ''ابوالمعالی الجونی عبدالملک بن ابی محمد عبداللہ بن یوسف الفقیہ الشافعی المتوفی ۴۷۸ھ'' ہیں۔

سادگی اور ایک طرح کا لباس:

میں نے ساری زندگی شیخ رحمہ اللہ کو انتہائی سادہ زندگی گزارتے دیکھا ہے سادہ کرتہ شلوار، اوپر سادہ سے رومال کی پگڑی اور نیچے سادہ ربڑ کے جوتے۔ میں نے ساری زندگی آپ کو اوپر جرسی پہنے نہیں دیکھا آپ قمیض کے نیچے سادہ سی کوئی جرسی شاید زیب تن کرتے تھے۔ سخت سردی میں موٹی چادر (لوئی) اوڑھتے تھے۔ کالر اور کف والی قمیض بھی زیب تن نہیں کرتے تھے۔ عموماً بیٹھ کر جوتا پہنتے تھے یا پھر آخری سالوں میں جھک کر جوتا پہنا کرتے تھے۔ آخری سالوں میں آپ کو چمڑے کا جوتا پہنے ہوئے بھی دیکھا ہے جو شاید آپ کو کسی نے بطور تحفہ دیا تھا۔ شیخ رحمہ اللہ اپنا ٹوٹا ہوا جوتا، اپنا لباس خود بھی سی لیا کرتے تھے۔ آپ اپنے گھر کے لیے گندم کا توڑا خود اپنے کندھے پر اٹھا کر پسوانے کے لیے جایا کرتے تھے۔ طلبہ سے کوئی بھی کام کروانا پسند نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ گھر کے لیے سبزی وغیرہ خود خریدتے تھے۔ اگر راستے میں کہیں ملاقات ہو جاتی تو لاکھ اصرار کے باوجود ہاتھ میں پکڑے ہوئے سامان کو اٹھانے نہ دیتے۔ دوکاندار کے پاس جا کر اپنی باری کا انتظار کرتے کبھی آگے بڑھ کر اپنے سے پہلے آنے والوں سے پہلے چیز لینے کی کوشش نہ کرتے۔ الا یہ کہ دوکاندار کی نظر پڑ جاتی تو وہ شیخ رحمہ اللہ کو پہلے فارغ کر دیتا۔ مختصر یہ کہ آپ نے انتہائی سادہ زندگی بسر کی۔

گھڑی:

استاذ محترم نے تقریباً ساری زندگی ایک ہی گھڑی پہن کر گزار دی وہ گھڑی آپ کے پاس تقریباً ۴۰،

۵۰ سال رہی اس سال میں حج پر گیا تو میرے انتہائی مہربان مرکزی جمعیت پنجاب کے ناظم اعلیٰ ''میاں محمود عباس حفظہ اللہ'' نے ایک گھڑی مجھے بطور تحفہ دی گھڑی اچھی تھی میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ کیونکہ استاذ محترم عرصہ دراز سے ایک ہی گھڑی پہنتے چلے آ رہے ہیں میں یہ گھڑی استاذ محترم کو بطور تحفہ دوں گا۔ کیونکہ شیخ رحمہ اللہ میرے بھی اور میاں محمود عباس حفظہ اللہ کے بھی استاذ محترم ہیں۔ میں نے جب شیخ کو گھڑی پیش کی کہنے لگے میں نے چند دن پہلے ہی ساجد صاحب سے (یعنی شیخ الحدیث مولانا عبدالوحید ساجد مکرم مسجد والے) جو کہ شیخ کے Brother in law تھے۔ یہ نئی گھڑی منگوائی ہے کیونکہ پہلی گھڑی اب ٹھیک نہیں ہو رہی تھی۔ لہٰذا اب مجھے گھڑی کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن میں نے اصرار کیا تو شیخ نے وہ گھڑی رکھ لی شیخ کی یہ عادت تھی کہ ہر کسی سے وہ تحفہ نہیں لیا کرتے تھے شاید ان کے ذہن میں یہ بات ہوتی کہ اس کی آمدن صحیح ذرائع سے ہے یا نہیں۔

القابات سے اجتناب:

شیخ محترم القاب بالکل پسند نہیں کرتے تھے اگر کوئی شخص ان کو شیخ الحدیث وغیرہ جیسے القابات سے پکارتا یا لکھتا تو آپ اس پروگرام میں قطعاً شریک نہیں ہوتے تھے۔

ایسا متعدد بار ہوا کہ شیخ کسی مقام پر خطبہ جمعہ کے لیے یا درس کے لیے تشریف لے گئے ہیں اور وہاں جا کر اشتہار پر نظر پڑ گئی ہے جس میں ان کو مختلف القابات سے نوازا گیا ہوتا تو آپ وہاں نماز پڑھتے مگر درس ارشاد نہیں فرماتے تھے۔ جس سال میں فارغ ہوا میرے فارغ ہونے سے پہلے شیخ گوندلوی رحمہ اللہ وفات پا چکے تھے۔ میں نے حضرت نورپوری صاحب کے پاس بخاری پڑھی ہے۔ گوندلوی صاحب رحمہ اللہ کے بعد جامعہ میں درس بخاری میرے والد محترم شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبداللہ رحمہ اللہ دیا کرتے تھے جس سال میں فارغ ہوا اس سال درس بخاری تو والد محترم نے دیا لیکن سیرت امام بخاری یا فقاہت امام بخاری حضرت نورپوری رحمہ اللہ نے بیان فرمائی تھی۔ اشتہار پر ان کے نام کے ساتھ فاضل جلیل لکھ دیا گیا۔ ہم طلبہ حضرت کو دعوت دینے کے لیے ان کے پاس گئے۔ اشتہار دیکھ کر کہنے لگے مولانا میں تو فاضل جلیل نہیں ہوں جو فاضل جلیل ہے اسے اپنے ساتھ لے جائیں۔

میں نے والد محترم سے بھی بات کی کہ شیخ اس وجہ سے تقریب بخاری میں شریک ہونے سے انکاری ہیں والد محترم اپنے شاگرد کے مزاج کو سمجھتے تھے فرمانے لگے کہ رہنے دیں وہ اس تقریب میں شریک نہیں ہوں گے۔

تیمارداری:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جو کسی مسلمان کی بیمار پرسی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس دن ستر ہزار فرشتے مقرر کر دیتے ہیں جو سارا دن اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔“

ترمذی، الجنائز، باب ما جاء فی عیادة المریض (۹۶۹)

حضرت شیخ رحمہ اللہ اس حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی بھی مسلمان بھائی کی بیماری کا علم ہونے پر تیمارداری سے پیچھے نہیں رہتے تھے۔ آپ اس عمل میں اتنے آگے تھے کہ آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اس کا اندازہ آپ اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں کہ ہمارے شہر کی بریلوی مسلک سے تعلق رکھنے والی ایک بہت بڑی شخصیت ”علامہ سعید احمد مجددی“ جن دنوں بیمار تھے ان کی تیمارداری کے لیے بھی حضرت شیخ چلے جایا کرتے تھے۔

میں خود ایک دفعہ بیمار ہوا۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ شیخ میری تیمارداری کے لیے میرے گھر تشریف لائے ہاتھ میں سیب، کھجوریں اور ایک دو چیز اور بھی تھی۔ آپ کچھ دیر میرے پاس بیٹھے، صحت کے لیے دعا کی۔ میں نے گزارش کی کہ آپ نے یہ تکلف کیوں کیا تو شیخ فرمانے لگے کوئی بات نہیں یہ میرا فرض تھا۔

مستجاب الدعوات:

حضرت شیخ بڑے مستجاب الدعوات تھے لوگ دور دور سے ان کے پاس دعا کروانے کے لیے حاضر ہوتے۔ ہماری جماعت کے ایک اہم رکن ”محترم جناب طلعت راٹھور بن عبدالحمید راٹھور“ نے واقعہ سنایا کہ میری والدہ سخت بیمار تھیں۔ بے ہوشی کی کیفیت تھی میں اس وقت حضرت شیخ کے پاس دعا کے

لیے حاضر ہوا کہ میری والدہ محترمہ کے لیے صحت کی دعا کر دیں میں دعا کروانے کے بعد ہسپتال میں والدہ محترمہ کے پاس گیا تو میرے جانے سے پہلے وہ ہوش میں آ چکی تھیں اور اٹھ کر بیٹھی ہوئیں تھیں۔ گھر کی عورتیں ان کو کنگھی وغیرہ کر رہی تھیں۔

ڈرائیور اور دوست احباب کو اپنے رنگ میں رنگ لیتے:

شیخ رحمہ اللہ کی عادت مبارکہ تھی کہ کثرت سے روزے رکھتے، تہجد کی نماز کی پابندی کرتے تھے اور جو ڈرائیور آپ کے ساتھ ہوتا شیخ اس کو اتنی دعوت و تبلیغ کرتے کہ وہ بھی شیخ مرحوم کی طرح ہی روزے رکھنے شروع کر دیتا اور تہجد کی نماز پڑھنی شروع کر دیتا اگر کوئی ڈرائیور باریش نہ ہوتا تو حضرت کی صحبت میں رہ کر وہ بھی داڑھی رکھ لیتا جس طرح ایک ڈرائیور ''اعجاز احمد'' تھا اور ''محمد نوید'' آپ اپنے ڈرائیور کو بھی اکثر اپنے ساتھ اپنے گھر میں کھانا کھلاتے تھے۔ رمضان المبارک میں اپنے ساتھ گھر میں سحری کرواتے تھے۔

تصویر پر مضبوط موقف:

حضرت شیخ رحمہ اللہ تصویر اور ویڈیو فلم کے سخت خلاف تھے۔ کسی صورت میں بھی تصویر بنانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اپنے دروس سے پہلے اعلان فرمایا کرتے کہ کوئی شخص میری تصویر نہ بنائے اگر کسی نے میری تصویر بنائی تو قیامت کے دن میرا ہاتھ اور اس کا گریبان ہوگا۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے صرف شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کے لیے (حج کی غرض سے) تصویر بنوائی۔

شیخ تصویر بنانے اور بنوانے والوں کے سخت خلاف تھے۔ ایک دن میں ان سے ملاقات کے لیے ان کے گھر حاضر ہوا تو فرمانے لگے کہ آپ کو پتہ چلا ہے کہ جو یہودی مبلغ کو سنگسار کرتے تھے وہ اپنے گھر میں یہودی مبلغ لے آئے میں نے درخواست کی کہ استاذ محترم سمجھ نہیں آئی فرمانے لگے کہ وہ مرکز والے نہیں جو یہودی مبلغ کو سنگسار کرنے کے اشتہار چھاپتے تھے وہ اپنے مرکز مرید کے میں کمپیوٹر لے آئے ہیں۔ آجکل تو وہ مرکز والوں کی آئے دن اخبار میں چھپنے والی تصاویر پر افسوس کا اظہار فرماتے تھے۔

نکاح پڑھانے کے لیے وعدہ:

ہماری مرکزی جمعیت کے سرپرست ''مولانا حافظ عبدالشکور صاحب'' نے میرے سپرد ایک کام کیا کہ میں استاذ محترم حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب رحمہ اللہ سے ایک نکاح پڑھانے کا وعدہ لوں جو کہ حافظ عبدالشکور صاحب کے Brother in law کا تھا۔ میں نے استاذ محترم کی بیماری سے تقریباً تین دن پہلے اس سلسلے میں اس سے رابطہ کیا مگر استاذ محترم نے میرے بار بار اصرار کرنے کے باوجود اس وجہ سے وعدہ دینے سے انکار کر دیا کہ اس طرح کے Functian میں غیر اسلامی رسومات اور دیگر غیر شرعی کام ہوتے ہیں ان کا اشارہ تصویر اور ویڈیو کی طرف تھا۔ ایک دن شیخ نہ مانے تو دوسرے دن دوبارہ میں نے اس سلسلے میں ان سے بات کی۔ دوسرے دن میں نے شیخ سے درخواست کی کہ جس لڑکے کا نکاح پڑھانا ہے وہ باریش اور صوم وصلاۃ کا پابند ہے اور وہاں کوئی تصویر یا ویڈیو کا پروگرام نہیں ہے اور نہ ہی بارات آئے گی۔ مسجد میں نکاح پڑھوانا چاہتے ہیں۔ شیخ فرمانے لگے کہ وہ یہاں تو تصویر ویڈیو نہیں بنائیں گے مگر گھر جا کر یہ سارے کام کریں گے اس لیے آپ رہنے دیں۔

اس کے باوجود میں نے اصرار کیا تو پھر اس حد تک مانے کہ لڑکے والے جامعہ محمدیہ چوک اہلحدیث میں نماز جمعہ ادا کریں اور پھر نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد میں وہیں نکاح پڑھا دوں گا۔ استاذ محترم غیر شرعی معاملات سے اس قدر اجتناب کرتے تھے۔

مہمان نوازی:

حضرت شیخ مہمان نوازی میں مثالی حیثیت رکھتے تھے آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان: ((من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلیکرم ضیفہ)) کی عملی تصویر تھے۔ ان کے گھر میں اگر ساتھ پڑوس سے بھی کوئی ملاقات کے لیے حاضر ہوتا تو آپ اس کی بھی ضیافت ضرور فرماتے میں شیخ کے محلے کا رہنے والا ہوں۔ اگر کسی کام کی غرض سے شیخ رحمہ اللہ کے گھر جانے کا اتفاق ہوتا تو کبھی بھی ضیافت کے بغیر واپس نہیں آنے دیتے تھے۔ اسی وجہ سے بعض اوقات ضرورت پڑنے کے باوجود میں شیخ رحمہ اللہ کے گھر جانے سے اجتناب کرتا کہ آپ کو میرے جانے سے ضیافت کا اہتمام کرنا پڑے گا اور فون پر ہی

کوشش کر کے مسئلہ حل کر لیتا۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی آواز اب بھی میرے کانوں میں گونجتی ہے کہ آپ جب بھی کوئی مہمان جاتا تو آپ عموماً اپنے چھوٹے بیٹے کو آواز دیتے (عبداللہ) بس اتنی آواز دینا ہوتی تھی کہ چند لمحوں کے بعد کوئی نہ کوئی چیز موسم کے مطابق ضیافت کے لیے موجود ہوتی تھی۔

الشیخ فاروق احمد راشدی:

الشیخ فاروق احمد راشدی ہمارے شہر کے علمی حلقوں میں معتبر ترین شخصیت ہیں۔ میری اپنے جماعتی احباب اور امیر سٹی ''مولانا محمد صادق عتیق'' کی معیت میں اکثر ان سے ملاقات ہوتی رہتی ہے شیخ راشدی کی علمی گفتگو سے ہم قیمتی موتی چنتے رہتے ہیں۔ شیخ اپنی مجلس میں علماء کا بھی تذکرہ کرتے رہتے ہیں ایک دفعہ حضرت شیخ نورپوری رحمہ اللہ صاحب کا تذکرہ ہوا تو فرمانے لگے شیخ نورپوری کے متعلق تم صحیح طور پر نہیں جانتے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں کن کن صلاحیتوں سے نواز رکھا ہے۔ وہ فرماتے کہ نورپوری رحمہ اللہ وقت کے ''امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ'' ہیں تمام علوم وفنون پر ان کو مکمل دسترس حاصل ہے۔

شیخ راشدی حفظہ اللہ کی یہ بات ١٠٠% صحیح اور درست تھی۔ حضرت نورپوری رحمہ اللہ واقعتاً حقیقتاً تمام علوم پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ بلکہ آپ کو یہ ملکہ حاصل تھا کہ آپ ماہرین علوم کی بھی غلطیاں نوٹ فرماتے تھے کہ فلاں جگہ پر فلاں کو غلطی لگ گئی۔ حضرت نورپوری منطق، فلسفہ، علمِ کلام، علمِ معانی، علمِ عروض، علمِ فقہ، اصولِ فقہ، علم تفسیر، اصولِ تفسیر، نحو صرف اور دیگر تمام علوم میں مکمل مہارت رکھتے تھے۔ آپ عربی بولنے، لکھنے میں بھی کسی قسم کی دقت محسوس نہیں کرتے تھے۔ جس طرح آپ نے ان کی کتاب ''ارشاد القاری'' جو کہ علامہ انور شاہ کشمیری کی کتاب ''فیض الباری'' پر نقد ہے دیکھ سکتے ہیں۔

حسد، بغض، عناد اور تکبر سے پاک:

شیخ نورپوری رحمہ اللہ اپنے ہم عصر یا سابقہ علماء ومحدثین کا انتہائی زیادہ احترام کرتے تھے۔ اور ان کی علمی باتیں عام مجالس میں بیان کرتے رہتے تھے۔ آپ اپنی گفتگو میں ہمیشہ اپنے آپ کو ہم عصر علماء اور

سابقہ محدثین سے کم تر سمجھتے تھے۔

ان کے دل میں کسی کے خلاف بھی حسد، بغض یا عناد نہیں ہوتا تھا۔ آپ میں کسی قسم کا کوئی تکبر نہیں پایا جاتا تھا۔ آپ اپنے اساتذہ کا انتہا سے زیادہ احترام کرتے تھے۔ خاصا میرے والد محترم ''شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ رحمہ اللہ'' کا اکثر مجالس میں تذکرہ کرتے اور ان کی خدمات کا اعتراف کرتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ''جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ'' کی بنیادوں سے لے کر اب تک تمام تر انکی کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے اور میں ان کے حکم کی وجہ سے ہی یہاں درس و تدریس اور چوک اہلحدیث میں خطبہ جمعہ کے فرائض سرانجام دیتا رہا ہوں۔

اولاد کی اعلیٰ تربیت:

شیخ نورپوری رحمہ اللہ کے ساتھ رہنے والا شخص ان کے رنگ میں رنگا جاتا تھا۔ شیخ کا تقویٰ اور پرہیزگاری دیکھ کر۔ جس طرح کہ ان کے ڈرائیور کے متعلق ہو چکا ہے۔ پھر آپ کی اولاد آپ کے رنگ میں کیوں نہ رنگی جاتی۔ شیخ رحمہ اللہ کے گھر کا ماحول انتہائی سادہ ہے، بچیاں صوم وصلوۃ اور پردے کی پابند ہیں ان کی اہلیہ اور ان کی بچیوں کا خاص موقعوں پر ہمارے گھر آنا ہوتا۔

وہ انتہائی باپردہ ہو کر گھر سے نکلتیں اور مجلسوں میں عورتوں کے ساتھ انتہائی مذہبی گفتگو کرتیں۔ میری اہلیہ کا بھی خاص موقعوں پر ان کے گھر جانا ہوتا۔ اہلیہ کے ذریعے ان کے گھر کے سادہ اور مذہبی ماحول سے آگاہی ہوتی۔ شیخ رحمہ اللہ کے دو بیٹے ہیں۔

حدیث کے مطابق اللہ کے پسندیدہ ناموں میں دو نام (عبداللہ اور عبدالرحمٰن) شیخ کے بیٹوں کے نام ہیں۔ دونوں بیٹے ہمارے شاگرد ہیں۔ خاص طور پر بڑے بیٹے حافظ عبدالرحمٰن ثانی سے میرا خاص تعلق ہے۔ دونوں بیٹوں کی تربیت انتہائی اعلیٰ انداز میں ہوئی ہے۔ دونوں صوم وصلوۃ کے پابند ہیں۔ بڑے بیٹے عبدالرحمٰن مریدکے میں مرکز طیبہ کے اندر سینئیر استاذ ہیں۔ دونوں بیٹے حافظ قرآن ہیں۔ چھوٹا بیٹا پہلے جامعہ محمدیہ میں اور اب جامعہ مسجد مکرم میں دینی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے انتہائی فیاضی والی طبیعت پائی تھی۔ اکثر اپنی طاقت سے بڑھ کر صدقہ خیرات کرتے تھے۔ اسی وجہ سے

اولاد میں بھی یہ خصوصیت پائی جاتی ہے۔آگے لکھی جانے والی بات عبدالرحمن ثانی صاحب کے منع کرنے کے باوجود لکھ رہا ہوں اس ارادے اور نیت کے ساتھ کہ ہوسکتا ہے کہ اس بات سے دوسرے لوگوں کو بھی فائدہ حاصل ہو۔حضرت نورپوری رحمہ اللہ کی بیماری کے دوران آپ کے گھر والوں کی طرف سے ۵ ہزار روپیہ جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں بطور صدقہ دیا گیا اور شیخ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد شیخ رحمہ اللہ کے گھر والوں کی طرف سے ڈیڑھ لاکھ روپے کی رسید جامعہ محمدیہ میں کٹوائی گئی۔ یہ تو میرے علم میں ہے اس کے علاوہ جو میرے علم میں نہیں وہ شیخ رحمہ اللہ کے گھر والے ہی جانتے ہیں۔اس موقع پر ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ اللہ کے رستے میں خرچ کرنا ایک بڑی رقم ہے۔لیکن شیخ مرحوم نے شاید اہل خانہ کی تربیت ہی ایسی کی تھی کہ ان کے لیے یہ رقم کوئی بڑی نہیں تھی کیونکہ ان کا اس بات پر ایمان کامل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے بدلے میں حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کو اور ان کے اہل خانہ کو بہترین بدلہ عطا فرمائیں گے۔

جامع مسجد قدس میں درسِ حدیث:

شیخ نورپوری رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ روزانہ نماز عشاء کے بعد جامع مسجد قدس سرفراز کالونی میں عشاء کی نماز کے بعد درس بخاری ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ یہ درس انتہائی مختصر لیکن جامع ہوتا تھا شیخ روزانہ بخاری شریف کی ایک حدیث بمع سند پڑھتے اس کا ترجمہ کرتے اور بعض اوقات انتہائی اہم نکات بیان فرمادیتے تمام نمازی پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ آپ کا درس سماعت فرماتے۔شیخ رحمہ اللہ کا مخصوص انداز ہوتا تھا آپ یہ الفاظ دہراتے (امام بخاری رحمہ اللہ الباری) فرماتے ہیں: حدیث بیان کی ہمیں حمیدی عبداللہ بن زبیر نے !وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہمیں سفیان نے وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہمیں یحییٰ بن سعید انصاری نے !وہ فرماتے ہیں خبر دی مجھے محمد بن ابراہیم تیمی نے انھوں نے سنا علقمہ بن وقاص لیثی کو رحمۃ اللہ علیہم وہ فرماتے ہیں سنا میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ آپ کا مخصوص انداز ہوتا تھا۔

جامعہ میں بیماری سے پہلے آخری دن:

شیخ نورپوری رحمہ اللہ کی منگل اور بدھ کی درمیانی رات ۲ بجے طبیعت خراب ہوئی۔آپ کو تیز تیز سانس آ

رہا تھا جس کی وجہ سے گلے سے آواز نکل رہی تھی۔ پاس سوئے ہوئے بڑے بیٹے عبدالرحمٰن آواز سن کر جاگ گئے اور پوچھا کہ کیا طبیعت خراب ہے؟ شیخ رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ رات دوائی نہیں کھائی تھی اب میں دوا کھا لیتا ہوں۔ گھر میں بنائی ہوئی دوا اور ڈاکٹر کی دوا کھائی۔ بلڈ پریشر چیک کیا تو وہ ۲۰۰ سے اوپر تھا۔ آہستہ آہستہ کچھ طبیعت بہتر ہوئی۔ بیماری کے باوجود حسب معمول صبح اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھی پھر درس کے لیے تیار ہو گئے گھر والوں کے اصرار کے باوجود کہ آپ کی طبیعت خراب ہے درس کے لیے نہ جائیں آپ درس کے لیے تشریف لے گئے دونوں بیٹے بھی احتیاطاً ساتھ چلے گئے واپس آ کر ناشتہ نہ کیا یہ کہہ کر میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور جامعہ میں پڑھانے کے لیے چلے گئے۔ شیخ رحمہ اللہ ۸ سے ۱۰:۳۰ تک پڑھاتے تھے۔ بعض اساتذہ کرام اس وقت ان کی ملاقات کے منتظر ہوتے تھے اس وقت راقم الحروف اور مولانا عمر صدیق بھی شیخ کے منتظر تھے۔ جہاد باللسان اور جہاد بالقتال کے متعلق بات ہوئی تو شیخ نے اپنے مخصوص انداز میں قرآن مجید کی آیت پڑھ کر سنائی ﴿يَآيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ﴾

کہ اس آیت کریمہ میں واضح طور پر نبی کریم ﷺ کو کفار اور منافقین سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ کفار سے تو جہاد بالقتال کیا اور منافقین سے جہاد باللسان کیا۔ دوسرا ایک وراثت کا مسئلہ شیخ عبدالحمید ہزاروی اور شیخ رفیق سلفی حفظہما اللہ کے درمیان زیر بحث تھا اس مسئلے کے متعلق شیخ نورپوری رحمہ اللہ سے رہنمائی لی گئی حضرت شیخ نے مسئلے کے متعلق اپنی رائے کا اظہار فرمایا اور گھر روانہ ہو گئے: ظہر کے بعد سیالکوٹ درس کے لیے تشریف لے گئے اور مغرب کے وقت واپس آئے۔ نماز کے بعد خطوط کا جواب لکھنا شروع کیا، مگر مکمل نہ کر سکے۔

شیخ نے اپنی زندگی کے دوران ۴۰ سے زیادہ کتب تحریر فرمائیں جن میں سے اہم ترین کتاب "ارشاد القاری إلیٰ نقد فیض الباری" ہے

جب ۱۹۹۵ء میں اس کتاب کی پہلی جلد چھپی تو شیخ نورپوری صاحب نے کتاب کا ایک نسخہ میرے والد محترم کو پیش فرمایا جس نسخے پر تحریر تھا۔

إهداء إلى الشيخ المعظم المفخم شيخ الحديث والتفسير رئيس الجامعة

المحمدية حفظه الله تبارك وتعالىٰ و عافاه معافاة كاملة عاجلة. من تلميذ الصغير عبدالمنان النورفوري. ابن عبدالحق بقلمه ٢٠/٧/١٤١٧ھ

ہسپتال میں تیمارداری کے موقع پر ملاقات:

مورخہ ۱۵ فروری بروز بدھ مغرب اور عشاء کے درمیان استاذ محترم پر فالج کا حملہ ہوا۔ اس وقت میں شہر میں میلاد النبی کے موقع پر اہلحدیث بریلوی حضرات کے درمیان ہونے والے جھگڑے کے سلسلے میں صلح کے لیے ہونے والی ایک میٹنگ میں موجود تھا۔ وہاں مجھے الشیخ رفیق طاہر آف ملتان جو کہ اس دن گوجرانوالہ ہی تشریف لائے ہوئے تھے نے فون پر اطلاع دی کہ شیخ نورپوری صاحب پر فالج کا حملہ ہوا ہے شیخ کو پہلے ''صدیق صادق'' ہسپتال لے جایا گیا وہاں سے لاہور شیخ زید ہسپتال لے گئے۔ جمعرات ظہر کے بعد میں لاہور اپنے رفقاء کے ساتھ شیخ محترم کی تیمارداری کے لیے گیا۔ اس وقت تک شیخ کچھ ہوش میں تھے اور آنے والے کو پہچانتے تھے، بات سمجھتے تھے۔ میں نے شیخ سے کہا شیخ یہ والا بازو نہیں دوسرا بازو اٹھائیں لیکن شیخ نے پھر دایاں بازو ہی اوپر اٹھالیا کیونکہ بایاں بازو فالج کی وجہ سے کام نہیں کر رہا تھا۔ میں نے شیخ کے پاؤں دبائے، ٹانگ کو اوپر نیچے کرنے لگا ورزش کے انداز میں کیونکہ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ ان کو ورزش کروائیں۔ شیخ نے مجھے اشارے سے روک دیا غالباً ٹانگ کے اوپر نیچے کرنے سے ان کو لگی ہوئی پیشاب کی نالی حرکت کرتی تھی اس لیے شیخ نے مجھے روک دیا۔

رب کے حضور حاضری

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:　　　　مراسلہ: عرفان محمدی (درجہ رابعہ)

((اَنَّهُ اِذَا تَوَضَّاءَ يَاْخُذُ الْمِسْكَ فَيُذِيْفُهُ فِيْ يَدِهِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِ لِحْيَتَهُ))

''سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ جب وضوء کرتے تو کستوری کی خوشبو اپنے ہاتھ کو لگاتے اور پھر اپنی داڑھی کو لگاتے (گویا اللہ کے سامنے پیش ہونے سے قبل معطر ہوتے)''

مجمع الزوائد (٢٤٠/١) رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله الصحيح

یہ مضمون میں اس لیے لکھ رہا ہوں کہ صالح نیک متقی عالم عابد زاہد کی زندگی کے عملی پہلو ہمارے سامنے آئیں اور پھر ہم انہیں مشعل راہ بنا کر منزل مقصود حاصل کریں یقیناً کسی نیک آدمی کے عمل کو دیکھ سن کر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ نمونہ سامنے ہو تو کام آسان ہو جاتا ہے کتابوں میں تو لکھا ہوا ہی ہے کہ محرم کے روزے رمضان کے روزوں کے بعد افضل روزے ہیں۔ لیکن یہ روزے رکھتے کسی کو نہیں دیکھا تھا تو شعور اسی حد تک محدود تھا کہ بس یہ افضل ہیں۔ لیکن جب نورپوری رحمہ اللہ کو سارا مہینہ محرم کے روزہ رکھتے دیکھا تو شعور بیدار ہو گیا اور اسکی حد وسیع ہو گئی۔ افضلیت روزے رکھنے سے ہی حاصل ہو گی اسی طرح جمعرات اور سوموار کا روزہ شعبان کے تقریباً سارے روزے بیمار کی عیادت اور فوت شدگان کی نماز ے جنازہ کی اتباع وغیرہ وغیرہ اعمال حافظ صاحب کی سیرت ہی میں دیکھنے سے ملے۔ حافظ صاحب کے متعلقہ مضامین لکھنے اور پڑھنے والوں کو امتثال بالا وامر اجتناب عن النواہی والی خوبی نمایاں نظر آئے گی۔ ہر کوئی یہی سمجھے اور جانے گا کہ حافظ صاحب ایک عملی نمونہ تھے۔ آدمی کا اخلاص اللہ جانتا ہے اور اس کا اخلاق لوگ جانتے ہیں۔ مخلص آدمی کا اخلاص اس کے اخلاق سے ظاہر ہوتا ہے۔ حافظ نورپوری کے مخلص نیک اور سچے ہونے کی گواہی ان کے جنازے پر ملی، کوئی کہہ رہا تھا کہ یہ واقعتاً اللہ کے ولی تھے کوئی کہہ رہا تھا کہ کاش یہ جنازہ میرا ہوتا اور اتنے لوگ میرا جنازہ پڑھتے کوئی کہہ رہا تھا کہ گوجرانوالہ کی تاریخ میں اتنا بڑا جنازہ کسی کا نہیں ہوا۔ پاکستان بننے سے پہلے جو حیثیت عبد المنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کی تھی وہی صورت حال اب یہاں نظر آرہی تھی۔ ہر شخص اس طرح رو رہا تھا

کہ گویا کہ اس کا حقیقی باپ فوت ہو گیا ہے۔ایک شخص کو میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا حافظ صاحب نفع میں رہے ہیں اس دنیا سے خیر و بھلائی ہی لے کر گئے ہیں حافظ صاحب ان شاءاللہ جنتی ہیں ۔یہ تمام باتیں حافظ صاحب کے نیک ولی اللہ ہونے کی شہادتیں ہیں جنہیں سن کر ہم بھی کہتے ہیں کہ حافظ صاحب کو اللہ تعالی اعلی مقام عطا کریں گے نبیوں صدیقوں شہیدوں اور صالحین کا ساتھ نصیب فرمائیں گے۔

سب سے بہترین اسلام:

کسی بھی انسان کو پرکھنے کے لیے ہمارے پاس معیار رسول اللہ کی احادیث ہیں۔ہم نے حافظ نورپوری میں دوخوبیاں درجہ کمال تک دیکھی ہیں ہر کوئی یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ حافظ صاحب کی بیٹھک میں دسترخوان ہر وقت موجود ہوتا جو کوئی بھی آتا آپ دسترخوان بچھا دیتے اور عبداللہ کو آواز دیتے کہ مہمان آئے ہیں کچھ لاؤ۔گرمیوں میں ٹھنڈا مشروب اور سردیوں میں چائے کے ساتھ کوئی میٹھی چیز ہوتی۔حافظ صاحب کا یہ عمل ہر آدمی کے ساتھ یکساں تھا۔باغبان پورہ ایک بزرگ ہیں نہایت نیک انسان ہیں حافظ صاحب سے بہت عقیدت رکھتے ہیں حافظ صاحب کی مسجد میں خدمت سرانجام دینے کے لیے تشریف لے گئے مسجد کے خادم مقرر ہو گئے ارادہ یہ تھا کہ حافظ صاحب کو قریب سے دیکھوں گا بالآخر رمضان المبارک کا مہینہ آیا رمضان کا پہلا دن تھا حافظ صاحب رات کے پچھلے پہر نماز پڑھا کر گھر چلے گئے مجھے کسی نے نہ سحری کھلائی اور نہ ہی کسی نے پوچھا اور وقت ختم ہونے کے قریب ہو گیا میں نے سوچا کہ یہاں اور تو کوئی جاننے والا نہیں حافظ صاحب کے گھر ہی چلتا ہوں گھر کے قریب پہنچا حافظ صاحب گاڑی پر بیٹھ کر درس کے لیے روانہ ہو رہے تھے میں جلدی سے حافظ صاحب کو جا ملا خود ہی پوچھنے لگے کہ کیسے آنا ہوا۔؟ ہوا میں نے کہا سحری کھانی ہے کسی نے روٹی کا نہیں پوچھا۔حافظ صاحب یہ بات سن کر فوراً گاڑی سے اترے اور بزرگوں کو گھر لے گئے بیٹھک میں بٹھایا، اور خود کھانا لا کے دیا اور فرمایا کہ تسلی سے کھائیں کھانا کھانے کے بعد چلے جانا۔اب میں درس کے لیے جا رہا ہوں میں نے جب یہ واقعہ سنا تو زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ نکلا۔شاید یہی وجہ تھی کہ حافظ صاحب کو ہر کوئی عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔

یہ بزرگ اب مجھے ملے تو رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے میں نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ نور پوری صاحب پڑھائیں کیا خبر تھی کہ میری یہ خواہش خواہش ہی رہ جائے گی اور پوری نہ ہو سکے گی۔ حافظ صاحب میں اتباع سنت کا لزوم بڑی شدت سے پایا جاتا تھا ان کے اس وصف کی وجہ سے ہر کوئی ان سے محبت کرتا تھا۔

افشاء السلام:

بہترین مسلمان کی نشانی نبی اکرم ﷺ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ہر اس کو سلام کہو جس کو تم جانتے ہو یا نہیں جانتے۔ کسی بھی مسلمان کے بہترین اور خیر خواہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ بہت زیادہ سلام کہنے والا ہو۔ چھوٹوں کو سلام کہے اور بڑوں کو کہے، بیٹھوں کو کہے، گھر میں داخل ہو تو سلام کہے۔ یہ اسلام کا شعار ہے جو آج مسلمانوں میں ختم ہو چکا ہے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ سلام کہنا مسلمانوں کو معیوب لگتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے سلام کی ابتدا کرنے والا تکبر سے بری ہے۔ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ سنت نبویہ کے مطابق ہر واقف اور ناواقف شخص کو سلام کرنے میں پہل کیا کرتے تھے۔ معروف مبلغ دین مولانا عبداللہ نثار صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں پندرہ سال کے قریب حافظ صاحب رحمہ اللہ کے محلے میں رہا ہوں، میری یہ خواہش ہی رہی ہے کہ کبھی میں حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کو سلام میں پہل کر سکوں، لیکن مجھے کبھی ایسا موقع نہیں مل سکا، میں جب آپ کو دیکھتا تو آپ سلام کرنے میں سبقت لے جایا کرتے تھے۔

حافظ صاحب کے ساتھ میں گاڑی میں بیٹھا ہوتا تو دوران سفر دیکھتا کہ آپ بار بار ہاتھ اٹھا کر سلام کہتے۔ مولانا عبدالدیان اثری نے ایک دفعہ مجھے بتایا کہ میں حافظ صاحب کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھا کہ میں نے دوران سفر دیکھا کہ حافظ صاحب بار بار ہاتھ اٹھاتے اور سلام کہتے۔

تیمارداری:

مسلمان بھائی کی عیادت کرنا مسلمان پر مسلمان کا حق ہے۔ بیمار کی عیادت کرنے والا وصف بھی آپ

میں کمال درجہ کا تھا جب بھی کسی کے بیمار ہونے کی خبر ملتی تو اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے جامعہ محمدیہ میں فجر کا درس دینے کے بعد اکثر تیمارداری کے لیے جایا کرتے آپ کے ساتھ گاڑی میں شیخ یوسف بان سوتر والے بھی ہوتے انہیں بھی ساتھ جانا پڑتا ایک دفعہ شیخ یوسف نے ازراہ تفنن کہا ''حافظ جی آپ کو پتا چلے کہ فلاں آدمی کا گدھا بیمار ہے آپ اس کی بھی تیمارداری کے لیے چلے جائیں گے۔''

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کو جب کسی کے بیمار ہونے کی خبر ملتی تو آپ اس کی تیمارداری کے لیے ضرور جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے بتایا کہ جب میں مولانا عبدالرحمٰن واصل رحمہ اللہ کی عیادت کرنے گیا تو مجھے ملنے کے بعد وہ کہنے لگے: ''تم اس شہر (گوجرانولہ) کے واحد عالم ہو جو میری تیمارداری کرنے آئے ہو۔''

آپ جب یہ واقعہ بیان کرتے تو پاس بیٹھے ہوؤں کو رغبت دلاتے کے تیمارداری کے لیے جایا کرو مولانا عبدالوحید ساجد صاحب نے بتایا کے جس دن آپ پر فالج کا حملہ ہوا اس سے ایک دو دن پہلے آپ میرے گھر آئے میں نے انکو بتایا کہ حافظ ارشد صاحب بیمار ہیں ادھر ہی سے انکی عیادت کے لیے چل پڑے۔

اتباع جنازہ:

جنازے میں شرکت کرنا ہر مسلمان کا حق ہے راقم نے شاید ہی کوئی جنازہ پڑھا ہو جس میں حضرت حافظ صاحب موجود نہ ہوں بلکہ اکثر علماء اور عامۃ الناس وصیت کر جایا کرتے تھے کہ میرا جنازہ حافظ صاحب پڑھائیں۔ یہ آپ کی زندگی میں لوگوں کی آپ کے حق میں آپ کی ولایت کی واضح دلیل ہے ۔مولانا محمد حسین شیخوپوری صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ حافظ صاحب کی موجودگی میں کسی کو نماز جنازہ نہیں پڑھانی چاہیے۔

کتاب وسنت میں اولیاء اللہ کے جو اوصاف پائے جاتے ہیں وہ حافظ صاحب میں موجود تھے۔ میں نے ان اوصاف کا مشاہدہ کیا ہے جس وجہ سے میں ہی نہیں سب آپ سے محبت

کرتے ہیں۔حافظ صاحب کے ان اوصاف کا تذکرہ تفصیلی مضمون لکھنے کی ضرورت ہے جسمیں آپ کے نوافل کا اہتمام ،نفلی روزے کثرت سے رکھنا،قرآن کی تلاوت کرنا اپنے بیٹے اور بیٹیوں سے خود قرآن سننا،گھر میں ہی بچیوں کو قرآن حفظ کرانے کا اہتمام کرنا،سخاوت کرنا،سفیروں کو چندہ دینا جامعہ محمدیہ میں ماہانہ پرچی لگوانا،حق بات ڈنکے کی چوٹ کہنا فراخ دلی کا مظاہرہ کرنا،غیبت سے نفرت کرنا،توکل علیٰ اللہ کے دامن کو نہ چھوڑنا،نیکی کے کاموں میں سفارش کرنا،قناعت پسندی اختیار کرنا کی صفات کا تذکرہ کیا جائے۔ان شاءاللہ حافظ صاحب کی عادات واخلاق،شمائل وفضائل کو ایک کتابی شکل میں جمع کیا جائے گا جس سے حافظ صاحب کی زندگی کے روشن پہلوؤں کو محفوظ کیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین!

ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اور شوق عبادت

جناب عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک چڑیا اڑی اور اس نے چکر لگانا شروع کردیے وہ وہاں سے نکلنے کا راستہ تلاش کر رہی تھی، مگر اسے راستہ نہ مل رہا تھا، چڑیا کے اس عمل نے جناب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو تعجب میں ڈال دیا اور آپ تھوڑی دیر اس چڑیا کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر نماز میں مشغول ہوگئے، جس کی وجہ سے انھیں پڑھی ہوئیں رکعات کی تعداد یاد نہ رہی وہ ازخود پریشان ہوئے اور کہا: میرے مال نے مجھے فتنہ میں مبتلا کردیا، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نماز میں پیش آنے والے واقعہ کا تذکرہ کرنے کے بعد عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرا وہ باغ صدقہ ہے، آپ جہاں چاہیں، اسے صرف فرمالیں۔

بعض روایات میں ہے کہ یہ واقعہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں پیش آیا اور اس میں چڑیا کے پھڑکنے کی بجائے باغ کے پکے ہوئے پھل دیکھ کر رکعات بھول جانے کا ذکر ہے، اس میں مزید یہ ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس باغ کو پچاس ہزار میں فروخت کردیا اور اس باغ کا نام خمسین یعنی پچاسیہ رکھا گیا۔ حیاۃ الصحابہ(٣/ ١١٤)(٣/ ١١٣)

مراسلہ: فہد اللہ محمدی (درجہ خامسہ)

جنگل میں اتنی خاموشی پہلے تو کبھی نہ تھی

اے کارواں ٹھہر ،کوئی ساتھی بچھڑا گیا شاید

گلشن میں کچھ پھول ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی خوشبو مرجھانے کے بعد بھی رہتی ہے ایسے ہی ہمارے استاد محترم تھے اگرچہ اس گلشن حیات کو چھوڑ کر چل دیئے لیکن ان کی یادیں اور باتیں انہیں ہمارے درمیان ہمیشہ زندہ وتابندہ رکھیں گی،آپ ہر ایک سے پیار ومحبت اور حسن اخلاق سے پیش آتے،بات دوٹوک اور لہجہ رعب دار ہوتا،کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو قرآن کی آیت یا حدیث پیش کرتے،پوچھنے والا چوں چراں کرتا تو پھر وہی آیت یا حدیث پڑھ دیتے۔ہمیشہ ان کے چہرے سے کشادگی ٹپکتی تھی، غصے سے ہمیشہ دور رہنے والے،خندہ پیشانی کے ساتھ ہر ایک سے ملاقات ان کا شیوہ تھا۔

آہ کل تک جو تھا رونق محفل

آج شہر خموشاں کی زینت بنا

موت کو لبیک کہہ کے وہ چل دیا

جیتے جی جو کسی سے خفا نہ ہوا

آپ کے پاس جانے کا اتفاق ہوتا یا آپ کسی محفل میں براجمان ہوتے تو محفل بارونق رہتی،ہر مجلس میں بیٹھنے والا آپ کی باتوں سے محظوظ ہوتا اور آپ کی ہر بات علم وتقویٰ سے خالی نہ ہوتی تھی گویا آپ کی مثال ایسی تھی جیسی رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی تھی۔

((مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ فَحَامِلُ

الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً))

''نیک اور اچھے ہم نشین اور برے ہم نشین کی مثال کستوری اٹھانے والے اور لکڑیاں جلانے والے کی طرح ہے کستوری اٹھانے والا یا تو تجھے خوشبو ہبہ کردے گا یا تو اس سے خریدے گا اور اگر خریدے گا نہیں تو تجھے اس سے خوشبو آتی رہے گی اور لکڑیاں جلانے والا یا تو تیرے کپڑے جلادے گا یا تو اس سے برا دھواں یا بری خوشبو پائے گا'' بخاری (٥٥٣٤)

فارسی کا شاعر ترجمانی کرتا ہے کہ:

صحبت نیکاں اگر یک ساعت است

بہتر است صد سالہ زہد وطاعت است

''نیکوں کی صحبت اگر ایک گھڑی بھی میسر ہو جائے تو سو سالہ زہد واطاعت سے بہتر ہے کیونکہ نیک صحبت کی وجہ سے ایمان میں پختگی آتی ہے۔''

صحبت صالح تیرا صالح کند

صحبت طالح تیرا طالح کند

''نیک آدمی کی صحبت تم کو نیک بنا دیگی اسی طرح بد بخت کی صحبت بد بخت بنا دیتی ہے''

[خیر الاعمال ص ٤٥]

راقم نے اوڈانوالہ سے اسلامی تعلیم کا آغاز کیا اسی دوران ۱۹۹۴ء میں حافظ عبدالمنان نورپوری کا نام سنا تو دل میں ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کی جستجو بیدار ہوئی اسی سال جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں داخلہ لے لیا تاکہ علم حدیث کے اس چشمہ صافی سے سیراب ہوسکوں۔ جس کو لوگ حافظ عبدالمنان کے نام سے جانتے ہیں۔ میں نے ساتویں سال میں جامعہ کے اسباق کے ساتھ ساتھ تفسیر بیضاوی اور دیگر کتب کے ساتھ ارشاد الفحول اضافی وقت میں حافظ صاحب سے پڑھیں۔ حافظ صاحب مجھ پر انتہائی شفقت کیا کرتے تھے۔ گاہے بگاہے مجھے نصیحتیں فرماتے رہتے، جب کبھی آپ کو کوئی خطبہ جمعہ کے لیے کہتا تو آپ مجھ فقیر کو یاد رکھتے اور فرماتے مولانا فلاں جگہ جمعہ پڑھا کر

آئیں میں آپ کا حکم باعث سعادت سمجھتے ہوئے لبیک کہتا۔آخری سال جب بخاری شروع ہوئی تو حافظ صاحب نے محسوس کیا کہ میری عبارت کمزور ہے تو مجھ پر انتہائی شفقت کرتے ہوئے مجھ سے ایک ماہ مسلسل عبارت پڑھائی۔حافظ صاحب اچھے اور محنتی طالب علم کی بہت قدر کیا کرتے تھے حافظ صاحب علم کی وہ شمع تھے کہ جس کے گرد دور دراز سے ہونہار طلبہ پروانہ وار جمع ہوتے رہتے تھے

آپ جب بخاری کا درس دینے بیٹھتے تو علم کے موتی بکھیرتے اور مشکل سے مشکل مسائل کی گتھیاں انتہائی سہل انداز سے سلجھا دیتے اور دوران سبق حدیث رسول کے ادب میں حدیث کی کتاب پر ہاتھ یا بازو وغیرہ رکھنے سے منع فرماتے تھے۔اندرون ملک اور بیرون ملک عوام تو عوام علماء وشیوخ بھی مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

اللہ حضرت الاستاد کے درجات کو بلند فرمائے ان کی بشری لغزشوں سے درگزر فرما کر انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔آمین!

مطالعہ کے فائدے

* وسوسے اور رنج وتفکرات دور ہو جاتے ہیں۔
* گفتگو اور بات چیت کا طریقہ آ جاتا ہے،زبان صحیح ہو جاتی ہے اور غلطیاں دور ہو جاتی ہیں۔
* عقل بڑھتی ہے دل کی صفائی ہوتی ہے اور ذہن کھلتا ہے۔
* لوگوں کے تجربوں،حکیموں کی حکمت اور علماء کے استنباط سے فائدہ ہوتا ہے۔
* کتاب ذہن کو انتشار سے دل کو شکست وریخت سے اور وقت کو ضائع کرنے سے بچاتی ہے۔
* علم وافر ہوتا ہے فہم کو جلا ملتی ہے اور معلومات کا ذخیرہ بڑھ جاتا ہے۔
* باطل میں پڑنے سے آدمی بچتا ہے۔

مراسلہ:حافظ عبدالقدیر(درجہ رابعہ)

ما کنت احسب قبل موتک ان اریٰ
رضویٰ علی ایدی الرجال تسیر

۲۶ فروری بروز اتوار قبل از فجر تقریباً چار بجے یہ جانکاہ خبر ملی کہ محدث العصر حجۃ الاسلام، مجتہد زماں ولی وقت اور مجسم علم وعمل حضرت الاستاذ الحافظ عبدالمنان نورپوری رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ دارالفرور سے دارالخلو داور دارالفناء سے دارالبقاء کی طرف کوچ فرما گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

یہ وہ حقیقت ہے کہ جس سے کسی کو انکار اور مفر نہیں سچ فرمایا باری تعالیٰ نے أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ۔

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ راقم الحروف کا تقریباً ربع صدی پر مشتمل تعلق تھا۔ اس دوران حافظ صاحب رحمہ اللہ کو انتہائی قریب سے دیکھنے، جاننے اور سفر وحضر میں رفاقت اور مجالس درس وبیان میں معیت اور خوشی وغمی کے مواقع پر ساتھ حاضر رہنے کے مواقع نصیب ہوئے۔ ان مناسبتوں سے بیسیوں واقعات ان سطور کے عاجز وناچیز راقم کے دل پر مرتسم اور ذہن میں پیوست ہیں۔

مشت نمونہ از خروارے

سفر میر پور خاص:

راقم الحروف ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۷ء تک میر پور خاص سندھ جامعہ بحر العلوم السّلفیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتا رہا ہے بعض ناگزیر گھریلو مجبوریوں کی وجہ سے راقم نے جامعہ مذکور سے علیحدگی اختیار کی لیکن آج تک جامعہ کی جماعت کے ساتھ پیار و محبت اور عزت واحترام کا رشتہ قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اسے دوام بخشے۔ اللھم آمین۔

۲۰۰۸ء میں مذکورہ جامعہ کے ذمہ داران کی خواہش پر راقم الحروف نے حضرت حافظ صاحب سے بخاری شریف کی آخری حدیث پر درس کے لیے وقت لیا نیز بعد از نماز عشاء خطاب کے لیے حضرت مولانا محمد نواز چیمہ صاحب سے بھی وقت لیا۔لیکن چیمہ صاحب اپنی مصروفیت کی وجہ سے نہ جا سکے تو مناظر اسلام محقق عالم دین حضرت مولانا صفدر عثمانی صاحب حفظہ اللہ سے درخواست کی جنہوں نے شرف قبولیت بخشا اور طے شدہ پروگرام کے مطابق راقم الحروف اور حضرت حافظ صاحب لاہور ائرپورٹ سے بذریعہ جہاز کراچی پہنچے اور وہاں سے جامعہ کے استاذ محترم جناب قاری عبدالحمید صدیقی صاحب جو کہ ہمارے منتظر تھے ان کی معیت میں بذریعہ کار میرپور خاص پہنچے۔

نماز باجماعت کا اہتمام:

لاہور سے روانگی کا وقت رات ۹:۳۰ تھا تقریبا ساڑھے سات بجے لاہور ائرپورٹ پر پہنچے اور ضروری کاغذی کاروائی کے بعد راقم وضوء کر کے نماز کے لیے مخصوص کمرے میں جا کر نماز مغرب سے فارغ ہوا تھا کہ حضرت حافظ صاحب وضوء کر کے تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ نماز پڑھیں تو میں نے عرض کیا کہ میں تو نماز پڑھ چکا ہوں فرمایا اکیلے بغیر جماعت کے؟ عرض کیا جی ہاں یہاں تو باجماعت کے لیے معقول جگہ نہیں ہے ۔فرمایا بھلا بغیر جماعت کے نماز ہوتی ہے ۔؟ چلو جماعت کروائیں تو پھر راقم نے تکبیر کہی اور حافظ صاحب کی امامت میں پہلے مغرب اور پھر عشاء کی نماز ادا کی۔

مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نماز باجماعت کا کس قدر اہتمام کرتے تھے ۔طلبہ اور علماء میں اس حوالے سے سستی نظر آتی ہے لہذا ہمیں اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔

تہجد کا اہتمام:

اسی سفر میں کئی اور واقعات کا مشاہدہ بھی راقم کو ہوا ان میں تہجد کا اہتمام بھی ہے ۔اپنے اس سفر میں رات تقریبا تین بجے میرپور خاص پہنچے کھانا کھانے کے بعد میزبانوں نے ہمیں سونے کے لیے کمرے میں پہنچایا اور فرمایا کہ یہ آپ کے بستر ہیں یہاں آپ آرام فرمائیں ۔تو حضرت حافظ

صاحب فرماتے ہیں اب سونے کا ٹائم ہے کہ بیدار ہونے کا وقت ہے؟ آپ ہمیں مسجد کا راستہ بتائیں میزبان ہمیں مسجد میں لے گئے اور تالا کھول دیا۔اور حضرت حافظ صاحب اذان فجر تک نماز تہجد ادا کی ۔راقم بھی مسجد میں ہی رہا اور اپنی بساط کے مطابق عبادت کی ۔مذکورہ واقعہ سے حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی شب زندہ داری،عبادت وریاضت اور نوافل وفرائض کی پابندی اور اہتمام اور سفر وحضر کا فرق کیے بغیر تعلق باللہ میں استحکام میں کمی نہیں آنے دیتے اور نہ ہی کوتاہی وغفلت کا شکار ہوتے ۔شاعر نے کیا خوب کہا ہے ایسے شب زندہ داروں کے لیے۔

شب زندہ دار،زاہد وعباد صبح وشام
اور تشنگان علم کا دریائے فیض عام
اللہ اس پر عفو کا ہر باب وا کرے
اپنے کرم سے خلد کا گلشن عطاء کرے

قول أبی سلیمان الدارنی رحمہ اللہ

اُبوسلیمان الدارنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ (مراسلہ: حافظ مزمل بٹ (درجہ رابعہ))

((جُلَسَاءُ الرَّحْمٰنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ جَعَلَ فِيْ قَلْبِهِ خِصَالًا))

”اللہ تعالیٰ کے جلیس روز قیامت وہ ہوں گے جن میں یہ خصال پائی جائیں“

١. الْكَرَمُ ”فیاضی“ ٢. وَالسَّخَاءُ ”سخاوت“

٣. وَالْحِلْمُ ”بردباری“ ٤. وَالرَّأْفَةُ ”نرمی“

٥. وَالشُّكْرُ ”شکر“ ٦. وَالْبِرُّ ”نیکی“

٧. وَالصَّبْرُ ”صبر“

عدۃ الصابرین لابن قیم(ص/١٢٤)

غالبا 2003ء کی بات ہے کہ راقم جامعہ لاہور الاسلامیہ میں زیر تعلیم تھا اشتہار پڑھا کہ شیخ نور پوری رحمہ اللہ جامعہ محمدیہ لوکو ورکشاپ لاہور میں درس بخاری کے لئے تشریف لا رہے ہیں، کچھ ساتھیوں کے ہمراہ شیخ کے درس میں پہنچا۔ درس سنا کیا خوب انداز تھا، جب عربی پڑھتے تو ہر ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالتے اور آواز میں ایک رعب ہوتا ا، سامعین نے بہت غور سے شیخ رحمہ اللہ کا درس سنا۔ اور یہ راقم کی شیخ رحمہ اللہ سے پہلی ملاقات تھی ایک بارعب شخصیت اور عالم باعمل ،تقویٰ کا پہاڑ ،اپنے زمانے کے بہت بڑے محدث وفقیہ اور محقق کے سامنے بڑے بڑے شیوخ کو دوزانو دیکھ کر ان کا علمی رتبہ میرے دل میں گھر کر گیا۔ بس اسی دن سے شیخ رحمہ اللہ سے اللہ کے لئے محبت شروع ہوئی ۔اور اہل علم سے ان کا تذکرہ بغور سنتا رہا۔

راقم جامعہ لاہور الاسلامیہ کے بعد مرکز التربیۃ الاسلامیہ فیصل آباد تعلیم حاصل کرنے کے لئے گیا تو وہاں کلاس میں استاد محترم حافظ محمد شریف حفظہ اللہ گاہے بگاہے شیخ نور پوری رحمہ اللہ کا تذکرہ خیر کرتے رہتے ۔استاد گرامی حافظ محمد شریف حفظہ اللہ فرماتے : میں نے شیخ نور پوری رحمہ اللہ سے پڑھا ہے اور آٹھ سال پڑھا ہے وہ علوم وفنون میں انتہائی پختہ ہیں ان جیسا مجھے کوئی نظر نہیں آتا۔ ان کو ہر فن میں کوئی نہ کوئی کتاب ضرور یاد ہے۔ ان سے علم بحث کر کے لینا پڑتا ہے۔ اور میں ان سے بحث کیا کرتا تھا وہ کلاس میں کسی کو بولنے نہیں دیتے تھے لیکن میں ان کے سامنے علمی گفتگو کرتا تھا اور اعتراضات بھی کیا کرتا تھا پھر وہ غصہ میں آکر تحقیقات علمیہ کو بیان کرنا شروع کر دیتے۔ میں (حافظ

شریف حفظہ اللہ)اور میرے کلاس فیلو شیخ رمضان سلفی حفظہ اللہ (شیخ الحدیث جامعہ لاہوالاسلامیہ)دونوں نے ایک سال شیخ نورپوری رحمہ اللہ سے اضافی وقت لیا تو ہم دونوں نے بائیس کتب مختلف فنون پر ایک سال میں پڑھیں۔

مرکز التربیۃ الاسلامیہ میں شیخ اثری حفظہ اللہ پڑھا رہے تھے کہ کسی ساتھی نے شیخ نورپوری رحمہ اللہ کی تازہ طبع ہونے والی کتاب خطبات نورپوری (جو ساری نماز جنازہ کے موضوع پر تھی) شیخ اثری حفظہ اللہ کو دکھائی تو اثری صاحب نے دیکھ کر بے ساختہ کہا کہ ماشاءاللہ بہت اچھی قیمتی کتاب ہے حافظ صاحب نے منبر پر اسے زبانی بیان کیا ہے، پھر فرمانے لگے کہ میں نے استاد گرامی حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ جیسا قوی الحافظہ کوئی نہیں دیکھا ان کے حافظے کی جھلک مجھے شیخ نورپوری میں نظر آتی ہے ،سبحان اللہ۔

غالبا 2005ء کی بات ہے کہ راقم نے گوجرانوالہ کی طرف پہلا سفر کیا اس دوران شیخ نورپوری رحمہ اللہ سے بھی ملاقات کرنی تھی تو ساتھی مجھے شیخ کے گھر لے گئے دروازہ کھٹکھٹایا ایک بچہ باہر نکلا شیخ رحمہ اللہ کا پوچھا تو بتلایا گیا کہ وہ گھر میں موجود ہیں، آئیں بیٹھک میں بیٹھیں شیخ صاحب آتے ہیں ۔تھوڑی دیر بعد شیخ رحمہ اللہ تشریف لائے ملاقات کے بعد گھر واپس گئے اور اسی وقت دودھ اور کھجور پیش کیں اور بیٹھ گئے، کافی دیر علمی گفتگو ہوتی رہی، پھر اجازت لی اور واپس فیصل آباد پہنچا۔اگلے سال 2006ء میں دوبارہ گوجرانوالہ کا سفر کیا اس دفعہ جامعہ میں آخری سال کے امتحان دینے تھے،اس دفعہ مجھے ایک ماہ جامعہ محمدیہ میں ٹھہرنے کا موقع ملا۔اس دوران کئی بار نورپوری والی مسجد میں شیخ نورپوری رحمہ اللہ سے صحیح البخاری پڑھنے کا موقع ملا کیونکہ وہاں روزانہ عشاء کی نماز کے فورا بعد محترم صحیح البخاری پڑھایا کرتے تھے ۔(گویا مجھے شرف تلمذ حاصل ہوا ۔والحمدللہ درس کے بعد لوگ مختلف سوالات کرتے تو استاد محترم ان کے جوابات دیتے ، مجھے بھی سوالات کرنے کا موقع ملتا۔اسی دوران ایک دن شیخ رحمہ اللہ کے ہاں میں گیا اس دفعہ میرے ساتھ محترم مولانا نعیم حسینوی حفظہ اللہ بھی ساتھ تھے استاد محترم سے اجازۃ الروایۃ سند لی اور کچھ مشورے ہوئے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے نصیحت طلب کی تو شیخ رحمہ اللہ فرمانے لگے :اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ۔سبحان اللہ۔اس نصیحت سے بھی

شیخ رحمہ اللہ کے انتہاء درجہ متبع سنت ہونے کا علم ہوتا ہے۔اور ہر کسی کو یہی آیت کریمہ نصیحت کیا کرتے تھے۔

2010ء کی بات ہے راقم کی کتاب (شرعی احکام کا انسائیکلوپیڈیا) زیر طبع تھی اسی سلسلے میں کتاب کی سیٹنگ کا کام محترم حافظ شاہد محمود فاضل مدینہ یونیورسٹی مدیر ام القری پبلی کیشنز فتومنڈ روڑ گوجرانوالا اپنی نگرانی میں کررہے تھے،تو مجھے بھی اس دفعہ گوجرانوالا آنا پڑا۔جب کتاب پر سارا کام مکمل ہوگیا تو محترم حافظ شاہد محمود حفظہ اللہ نے کہا کہ اب میں آپ کی اہل علم سے ملاقات کرواتا ہوں ۔یہ سن کر میں بہت خوش ہوا،پہلے مجھے شیخ صفدر عثمانی حفظہ اللہ کی لائبریری میں لے گئے پھر شیخ نورپوری رحمہ اللہ کے گھر لے کر گئے ۔کافی دیر شیخ رحمہ اللہ کے پاس بیٹھنے کا موقع ملا۔،اس وقت میرے ہاتھ میں شرعی احکام کا انسائیکلو پیڈیا کا ایک پرنٹ موجود تھا میں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور کہا کہ حافظ صاحب یہ کتاب پکڑیں اور شیخ نورپوری رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ میرے پاس وقت نہیں ہے کہ میں نظر ثانی کروں۔میں نے کہا کہ استاد جی اس کو پکڑیں تو سہی۔انھوں نے اپنے ہاتھ میں پکڑ لی تو میں نے کہا اب دعاء کردیں اللہ تعالی میری اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے؟تو انھوں نے فرمایا:اللہ تعالی آپ کی کتاب کو قبول فرمائے اور اسے صدقہ جاریہ بنائے۔یہ میری آخری ملاقات تھی جس میں ان سے باتیں وغیرہ بھی ہوئیں۔

جب شیخ رحمہ اللہ شیخ زید ہسپتال لاہور میں زیر علاج تھے تو راقم لاہور پہنچا اور اپنے دوست قاری رحمت اللہ حفظہ اللہ کو ساتھ لے کر شیخ کی تیمارداری کے لئے ہسپتال پہنچا تقریبا صبح آٹھ بجنے کے قریب تھے باہر ہم نے شیخ عبدالرحمٰن ثانی حفظہ اللہ اور کچھ دیگر ساتھیوں کو دیکھا تو ان سے کہا کہ ہم نے شیخ کا دیدار کرنا ہے اس لئے ہمیں ضرور ملایا جائے۔

تو ثانی صاحب نے ایک ساتھی سے کہا کہ انھیں اندر کمرے میں لے جائیں،تو وہ ہمیں شیخ رحمہ اللہ کے پاس لے گئے شیخ رحمہ اللہ اس وقت شمالا جنوبا ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے سر قدرے اونچا تھا اور بے ہوش تھے مختلف نالیاں لگی ہوئی تھیں اور سانس لینے کے لئے بھی کچھ چیزیں شیخ رحمہ اللہ کے چہرے

پر نصب تھیں ۔ یہ حالت دیکھ کر میرے پاوں کے نیچے سے زمین نکل گئی ،کہ یہ وہ شخص ہے جس نے نصف صدی کے قریب قرآن وحدیث کا پرچار کیا اور کسی کی جرات نہیں تھی کہ آپ کے سامنے بولے اس قدر رعب کے مالک تھے ،سبحان اللہ۔آج وہ علم کا سمندر(جس کا چہار سوطوطی بولتا تھا،اور علماء آپ کے سامنے بچوں کی طرح سہم جاتے تھے ۔)موت وحیات کی کشمکش میں ہے ۔میں کچھ آگے بڑھا شیخ رحمہ اللہ کے قریب ہوا اور (اسال اللہ العظیم رب العرش الکریم ان یشفیك)سات مرتبہ پڑھ کر دم کیا ۔اور لرزتے ہوئے دل ،اور کانپتی ہوئی ٹانگوں،اور آنسوؤں سے تر آنکھوں کے ساتھ کمرے سے باہر آ گیا ۔ یہ میرا آخری دیدار تھا اس کے بعد مجھے شیخ کے چہرے کا دیدار نصیب نہیں ہوا ۔اب جنت میں ملاقات ہوگی ان شاء اللہ۔

مجھے شیخ خبیب احمد حفظہ اللہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ شیخ نورپوری رحمہ اللہ ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد میں تشریف لائے استاد محترم شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے انھیں اپنی مسند پر بٹھایا اور خود ان کے پاس طالب علموں کی طرح بیٹھ گئے ۔

آپ کے تقوی اور علمی قابلیت کا اعتراف آپ کے استاد محترم مولانا جمعۃ خاں صاحب بھی کیا کرتے تھے ۔۔مولانا جمعہ خاں صاحب حنفی المسلک سے تھے ۔۔۔اور ان کی اپنی مسجد بھی حضرت حافظ صاحب کی مسجد کے بالکل قریب ہی ہے ۔۔۔لیکن مولانا جمعہ خان صاحب نمازیں حضرت حافظ صاحب کے پیچھے ہی اکثر ادا کیا کرتے تھے ۔۔۔ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی کہ آخر آپ اپنی مسجد چھوڑ کر حضرت حافظ صاحب کے پیچھے کیوں آتے ہیں ۔۔۔تو فرمایا کہ جو نماز پڑھنے کا مزہ حافظ صاحب کے پیچھے آتا ہے کہیں اور نہیں آتا ہے ۔۔۔سبحان اللہ

محترم حافظ صاحب کی نفل ونوافل کی پابندی مشہور ہے مولانا عبداللہ نثار حفظہ اللہ فرمارہے تھے کہ : حضرت حافظ صاحب شب زندہ دار تھے کبھی تہجد نہیں چھوڑی اور نہ کبھی نماز اشراق میں کوتاہی کی ۔نفلی روزوں کا بہت زیادہ اہتمام کرتے تھے ۔کبھی ایام بیض کے روزے تو کبھی سوموار اور جمعرات کا روزہ۔

مجھے شیخ شفیق الرحمٰن فرخ حفظہ اللہ نے بیان کیا کہ 2009 میں عمرہ پر گئے تو ہمارے ساتھ

محترم حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ بھی تھے ہم نے تین ماہ قیام کیا تو محترم حافظ صاحب نے مسلسل تین ماہ کے نفلی روزے رکھے۔ سبحان اللہ۔

ہمیں مولانا منظور صاحب شیر پنجاب نے بتایا کہ نور پور گاوں ضلع گوجرانوالا میں کسی نے میرا جمعہ کے لئے ٹائم لیا میں جمعہ کے لئے حاضر ہوا، تو مسجد میں ایک بابا جی بیٹھے ہوئے تھے، تو میں نے اس سے جا کر کہا کہ بابا جی میں نے جمعہ پڑھانا ہے تو مجھے پانی اور کھانا وغیرہ لا کر دو۔ تو وہ بزرگ اٹھے اور کھانا گھر سے لا کر دیا۔ پھر میں نے جمعہ کا خطبہ دیا جمعہ کے بعد ایک ساتھی نے مجھے کہا کہ استاد محترم شیخ عبدالمنان نور پوری سے ملنا ہے آپ کی ملاقات کراوں تو میں نے کہا ضرور۔ وہ مجھے مسجد میں اسی بابا کے پاس لے جا کر کہتے ہیں کہ یہ حضرت نور پوری صاحب ہیں میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی کہ اُف! کہ حافظ صاحب میری خدمت کرتے رہے اور مجھے پتہ بھی نہیں چلا۔ پھر میں نے معذرت کی تو حافظ صاحب فرمانے لگے کہ معذرت کیوں آپ ہمارے مہمان تھے ہم پر مہمان نوازی فرض تھی میں نے کر دی ہے تو کیا ہوا۔ سبحان اللہ۔

حافظ صاحب علم وعمل کے پہاڑ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک غیر متنازعہ شخصیت بھی تھے۔۔۔ عام طور پر آج کل کے معاشرہ میں علماء کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ جب میں پڑھتا تھا تو ایک استاد محترم نے مجھے بینک میں کسی کام کے لئے بھیجا۔۔ وہاں پر لوگوں کی لائن لگی ہوئی تھی۔۔ اور ہر طبقہ کے لوگ یقیناً موجود تھے۔۔۔ اور لوگ آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔۔۔ اور علماء کے خلاف باتیں بھی کر رہے تھے۔۔ کہ ایک آدمی بول پڑا۔۔۔ وہ کہتا ہے۔۔ کہ میں ہوں شیعہ لیکن علماء کو برا کہتے ہوئے سوچا کریں وہابیوں کا عبدالمنان بھی عالم ہے۔۔ اور بے داغ ہے۔۔ واللہ۔ اس دن اس شیعہ کی زبان سے جب میں نے حضرت حافظ صاحب کی تعریف سنی تو مجھے انتہائی خوشی ہوئی۔۔ اور مجھے اپنے آپ پر فخر ہونے لگا کہ میں اس عظیم ہستی کا شاگرد ہوں جس کی اپنے تو اپنے بیگانے بھی تعریف کرتے ہیں۔۔۔ اللہ اس عظیم ہستی کو جس طرح کا عظیم مقام دنیا میں عطا کیا تھا۔۔۔ اس سے کہیں بڑھ کر دوسرے جہاں میں مقام عطا فرما۔ آمین ثم آمین

ہمیں یہ اطلاع دی کہ بعد نماز مغرب مسجد فرحان عباسیہ (کویت) میں تعزیتی نشست کے ساتھ

غائبانہ نماز جنازہ بھی ادا کی جائے گی ۔چنانچہ نماز مغرب کے بعد محترم مولانا عارف جاوید محمدی صاحب نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی، معا بعد تعزیتی نشست رکھی گئی جس میں مختلف سلفی علماء نے مرحوم کے تیئں اپنی عقیدت کا اظہار کیا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی ،حافظ ابو بکر صاحب نے فرمایا کہ آپ میرے اور والد محترم رحمہ اللہ دونوں کے استاد تھے،ہم نے آپ کو بڑا سادگی پسند اور بے تکلف زندگی گزارنے والا انسان پایا، آپ بڑے خاموش طبع انسان تھے،آپ کو علم کے ہر فن پر عبور حاصل تھا۔

مولانا عارف جاوید محمدی صاحب نے فرمایا کہ حافظ صاحب بڑے قناعت پسند انسان تھے،ایک بار اساتذہ کی تنخواہ بڑھانے کی بات چلی تو سب سے رائے لی گئی،حافظ صاحب سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے جتنی تنخواہ ملتی ہے وہ میرے لیے کافی ہے -مولانا محمد انور محمد قاسم سلفی صاحب نے فرمایا کہ میں نے مرحوم کو ان کی تالیفات کے ذریعہ جانا ہے کیونکہ انسان کی تحریر ہی اس کی شخصیت کی عکاس ہوتی ہے، آپ نے مزید فرمایا کہ مولانا کے فتوے بڑے علمی ہوتے تھے،بیع التقسیط کے تعلق سے ان کے فتوے نے میری ساری الجھن دور کردی،ان کی وفات سے علم کا جو نقصان ہوا ہے اللہ پاک اس کی تلافی فرمائے۔

راقم الحروف نے دیکھا کہ پورے پاکستان سے شیوخ الحدیث حافظ صاحب کے جنازے میں موجود تھے اور غمگین تھے۔ میں نے کرسی پر بیٹھے شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ کو پریشان کن حالت میں دیکھا وہ کچھ سوچ وفکر میں مصروف تھے۔حافظ صاحب کی جدائی کے صدمہ میں مبتلاء تھے۔ میں نے استاد محترم شیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کو دیکھا وہ بھی اپنے استاد محترم کے غم میں کافی پریشان تھے اور ان میں چلنے کی ہمت نہیں تھی بلکہ جامعہ امام بخاری سرگودھا کے طلباء کے سہارے چل رہے تھے۔میں نے محترم قاری ادریس ثاقب (مدیر جامعۃ الامام محمد بن اسماعیل البخاری گندھیاں اوتاڑ) کو دیکھا ان کے چہرے پر افسردگی چھائی ہوئی تھی ،اور کافی پریشان تھے، میں نے شیخ عبدالرحمٰن ضیاء شیخ الحدیث جامعہ شیخ الحدیث ابن تیمیہ لاہور کو دیکھا وہ وہ اپنی زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ رہے اور اپنے محبوب استاد کی جدائی میں غمگین تھے ساتھیوں نے بتایا کہ شیخ الحدیث عبداللہ امجد چھتوی حفظہ اللہ شیخ نورپوری رحمہ اللہ کا چہرہ دیکھنے کے لئے کوشش کر رہے تھے کافی ساتھی ان کے ارد گرد ان کی

حفاظت کے لئے بھی موجود تھے لیکن اس کے باوجود شیخ چھتوی حفظہ اللہ چہرہ کا آخری دیدار نہ کر سکے بلکہ رش اس قدر تھا کہ چھتوی صاحب کافی پریشان ہوگئے اور جلدی سے انھیں رش سے باہر نکالا گیا۔ راقم نے خود کوشش کی لیکن ناکام رہا، لوگوں کی کثرت کی وجہ سے۔ بعض طلباء نے مجھے بیان کیا کہ رش کی وجہ سے ہمارا سانس بند ہونے لگا تھا جب ہم شیخ رحمہ اللہ کے چہرے کا دیدار کرنے لگے۔ جن ساتھیوں نے شیخ نورپوری رحمہ اللہ کے چہرے کا آخری دیدار کیا وہ بتاتے ہیں شیخ رحمہ اللہ کا چہرہ بہت ہی خوبصورت بارونق اور ہشاش بشاش تھا جیسے وہ سکون واطمینان سے سوئے ہوئے ہوتے ہیں

اللهم ادخله جنة الفردوس آمين

گھر میں اللہ کے رسول ﷺ کی مصروفیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان سے دریافت کیا کہ: ''گھر میں اللہ کے رسول ﷺ کی مصروفیت کیسی ہوتی تھی۔؟''

تو انھوں نے فرمایا: ''آپ ﷺ بھی انسانوں میں سے ایک انسان تھے آپ ﷺ.....

۱.....گھر میں اپنی بیویوں کے ساتھ ان کا ہاتھ بٹاتے۔

۲.....اپنے گھر میں اپنے ہاتھ کے ساتھ مختلف امور انجام دیتے۔

۳.....بکری کا دودھ دوہ لیتے۔

۴.....جوتا سی لیتے۔

۵.....پانی کا مشکیزہ اٹھا لیتے۔

۶.....اپنے کپڑوں کو پیوند لگا لیتے۔

۷.....اپنے کام خود کر لیتے۔

۸.....کپڑے صاف کر لیتے۔

(مراسلہ: زبیر اسلم، درجہ سادسہ)

مسند احمد (٦/٢٥٦)(٦١٩٤٦)وابن حبان(٥٦٧٥) اسناده صحيح

بے شک ہمارے ابو جی اپنے عہد کی عظیم شخصیت تھے۔قدرت نے انہیں بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔آپ وہ انسانیت کی اعلیٰ ترین اقدار کے حامل تھے۔وہ صحیح معنوں میں عالم باعمل تھے۔کتاب و سنت کے شیدائی اور اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے دل و جان سے پابند تھے۔نیکی ان کا شعار تھا اور خیر ان کی پہچان، گمنامی کی صفوں سے اٹھے اور اپنی سعی و جستجو عمل پیہم ،خلوص مسلسل محنت، لیاقت و قابلیت اور علمی و عملی لگن سے شہرت کے آسمان تک گئے۔لوگوں سے ان کی وابستگی بھی اللہ کے لیے تھی اور ان سے انقطاع بھی اللہ کی خاطر تھا۔ابو جی نے زندگی کے ہر قدم میں دین کو دنیا پر ترجیح دی اور ہر معاملے میں رضائے الٰہی کو مقدم رکھا۔وہ اسی دنیا کے باشندے تھے اور اسی زمین کی مٹی سے ان کا ہیولا بنایا گیا تھا لیکن ان کی روحانیت کی پرواز بہت بلند تھی۔ابو جی کا علمی مقام بہت بلند تھا وہ گفتار کے ماحول میں رہتے تھے لیکن کردار کی فضا ان کا مسکن تھا۔وہ فرشتہ صفت انسان تھے اللہ اور رسول کی اطاعت گزاری ان کا ماحول تھا۔اللہ ان کی دعاؤں کو قبول اور ان کی التجاؤں کو شرف قبولیت بخشتا تھا۔ ابو جی کے پاس ایک صاحب آ گئے انہوں نے دعا کی درخواست کی کہ میری زمین پر کسی نے قبضہ کر لیا ہے آپ دعا کریں اور پڑھنے کے لیے دعا بتا دیں۔ابو جی نے انہیں دعا بتائی۔

”اللهم اغفرلنا واكفناهم بما شئت واصرف عنا كيدهم فانك بكل شيء عليم و علی كل شيء قدير“

انہوں نے بتایا کہ میں یہ دعا پڑھتا ہوا اپنی زمین پر گیا وہ سب لوگ ادھر بیٹھے ہوئے تھے اچانک بہت بڑا سانپ آ گیا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے قبضہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔

ہمارے ابو جی نے زندگی ایسے گزاری جیسے گزارنے کا حق ہے ایسے انسان صدیوں بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اللہ کے نیک بندے تو بہت ہیں مگر جو صفات اور خوبیاں ابو جی کے اندر تھیں وہ بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ ابو جی کی ہر خوبی ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ ان کی بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ ہر شخص یہ سمجھتا کہ وہ مجھ سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ اپنا ہو یا پرایا ہر کسی کو خندہ پیشانی اور خلوص سے ملتے تھے۔ رشتے داریوں کے متعلق "الذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل" کے مصداق تھے۔ ایک دفعہ ہمارے عزیزوں میں کسی بات پر ناراضگیاں ہو گئیں اور ان کے دو فریق بن گئے۔ دونوں فریقوں نے صلح کے لیے ابو جی کو بلایا تو ابو جی کی یہ عادت تھی۔ جس فریق کے پاس بیٹھتے اس کو ہی دباتے تو دوسرا فریق سمجھتا کہ اس کو نہیں کہتے مجھے ہی کہتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہوتا تھا تو ایک دن سب کا پروگرام بنا کہ ان کے پاس چلتے ہیں پہلے فریق کو مل آئے دوسرے کے پاس آئے تو اسے دکھ ہوا کہ پہلے اس کے پاس کیوں گئے ہیں میرے پاس کیوں نہیں آئے۔ ظاہر ہے کسی کے پاس تو پہلے جانا ہی تھا پتہ چلا کہ دوسرے فریق نے گھر بدل لیا ہے اس کا ایڈریس پوچھتے اس کی دکان پہ گئے اس نے ایڈریس بتانے سے انکار کر دیا اور کہا وہی آپ کے عزیز ہیں اس کے پاس جائیں ابو جی ہنسنے لگے اور کہا کہ ہم خود ہی ڈھونڈ لیں گے اور پھر ڈھونڈ لیا ان کے گھر گئے تو وہ سب حیران ہو گئے کہ کسی کو گھر کا پتہ ہی نہیں تھا تو یہ کیسے پہنچ گئے ہم تھوڑی دیر بیٹھے اور اپنے گھر آ گئے ہمیشہ یہ کہتے جو کہتا ہے کہ ہمارے گھر نہ آؤ اس کے گھر زیادہ جانا چاہیے یہی تو صلہ رحمی ہے ابو جی یہی کہتے کہ صلہ رحمی یہ نہیں جو صلہ رحمی کرے اس کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے صلہ رحمی تو یہ ہے جو قطعہ رحمی کرے اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

خطبہ جمعہ ہو یا کوئی درس ان کا انداز بیاں ایک ہی تھا لفظ کیا حرف حرف کی سمجھ آتی تھی کبھی کسی سے یہ نہیں سنا تھا کہ سمجھ نہیں آئی آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر بولتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی آواز سے نوازا تھا کہ جب بولتے تو سب خود بخود ہی خاموش ہو جاتے کس کو بھی غیر شرعی کام کرتے ہوئے

دیکھتے تو ضرور کہتے ساری زندگی قرآن وحدیث سے ہٹ کر نہ کوئی بات کی اور نہ کوئی کام کیا۔ پردے کے معاملے میں انہوں نے ہماری تربیت بہت اچھے طریقے سے کی امی کے بھتیجے بھانجے ابو جی کے بھتیجے ہمارے خالو بہنوئی سب غیر محرم بیٹھک میں بیٹھتے کوئی بھی اندر نہیں جا سکتا تھا۔ابو جی بہت کھلے دل کے مالک تھے جیسا کہ حدیث نبوی میں لیس الغنی من کثرۃ العرض ولکن الغنی غنی النفس کے مصداق تھے جب بھی ان سے کچھ مانگا کبھی انکار نہیں کیا اور نہ ہی اپنی جیب کی طرف دیکھا بس فوراً حاضر کر دیا ہم پیسے لیتے وقت ان سے پوچھتیں پیسے ہیں۔تو کہتے پیسے بڑے اور جتنے بھی ہوتے پکڑا دیتے۔

بچوں سے بے حد شفقت کرتے تھے بالکل بھی کسی کو رونے نہیں دیتے تھے کوئی بھی چیز کھانے سے پہلے بچوں کو دیتے پھر خود کھاتے تھے کبھی تو ساری چیز ہی بچوں کو دے دیتے اکثر تو آپ روزے سے ہوتے افطاری کے ٹائم بھی اگر ان کے پاس بچے ہوتے تو کھجوریں وغیرہ بچوں کو دے دیتے۔ بچوں کو بلا جھجک جتنے پیسے وہ مانگتے دے دیتے کبھی کسی کو ڈانٹتے نہیں تھے جب کبھی ہمارا زیادہ شور سنتے تو اونچی آواز میں کہتے امن کرو امن،اس کے بعد ہم سب چپ ہو جاتے کافی دیر تک کسی کی آواز تک نہیں نکلتی تھی ہم سب سے بے پناہ محبت کرتے تھے ہم میں سے کسی کو روتا ہوا دیکھ کر ساتھ ہی رو پڑتے دل بہت نرم تھا ہم سے کسی کو بیمار دیکھتے تو فوراً ڈاکٹر کے پاس لے جاتے اور بار بار خیریت دریافت کرتے اور کسی کو پریشان دیکھتے تو فوراً پوچھتے کیا ہوا پریشان کیوں ہو۔؟ ہم کہتیں کچھ بھی نہیں تو پھر امی سے کہتے یہ پریشان ہے مجھے تو بتاتی نہیں آپ پوچھیں کیا طبیعت تو ٹھیک ہے ہم میں سے کوئی کہتی کہ ابو جی سسرال میں دل نہیں لگتا دعا کریں تو بہت حوصلہ دیتے کہ کوئی نہیں پریشان نہ ہوا کریں ۱۰ سال کے بعد بیٹیاں اپنے گھر میں سیٹ ہوتی ہیں۔

گھر کے چھوٹے بڑے کام خود ہی کر لیتے تھے الیکٹریشن کا بہت باریکی والا کام بھی خود ہی کر لیتے تھے گھر کے کاموں میں امی کا ہاتھ بٹاتے جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یکون فی مھنۃ اھلہ فاذا سمع الاذان خرج اگر ہم ان سے کوئی ایسی چیز مانگتے جو ملتی نہیں تھی تو اس کو ذہن میں رکھتے ہم بھول جاتے لیکن وہ ڈھونڈ لاتے چاہے اس کو کئی دن لگ جاتے

پھر ہم نے کہا ابو جی اس کی ضرورت نہیں تھی تو کہتے اس دن ملی نہیں تھی آج مل گئی ہے لے آیا ہوں۔

گھر کا ماحول پاکیزہ سادہ اور اسلامی ہونے کے ساتھ ساتھ بہت صاف ستھرا بھی تھا ہمارے ابو جی بہت صفائی پسند اور نفاست پسند تھے ہر کام میں صفائی کو پسند کرتے تھے اگر کبھی برتن دھونے والے پڑے ہوتے تو ہمیں ڈرانے کے لیے کہتے برتن جمع نہیں کرتے ساتھ ساتھ دھو لیتے ہیں ورنہ برتن بددعائیں دیتے ہیں ہر کام میں ہماری تربیت کرتے بہت ہی سادگی پسند تھے ہمارے گھر میں فرنیچر اور ڈیکوریشن نام کی کوئی چیز نہیں زمین پر بیٹھنا، کھانا کھانا پسند کرتے، میز پہ بیٹھنے کو تکلف سمجھتے۔

ہم ماشاءاللہ چھ بہنیں ہیں کسی کو بھی سکول نہیں بھیجا، گھر میں یا مدرسے میں تعلیم دلوائی۔ امی جی نے کبھی کبھار کہہ دینا آپ نے بیٹیوں کو سکول نہیں بھیجا تو آگے سے یہی جواب دیتے کہ ہماری بیٹیاں سکول کی پڑھی ہوئی بچیوں سے اچھی ہیں اپنے کپڑے بھی خود ہی سلائی کیا کرتے اور اپنے والد صاحب کو بھی خود ہی کر دیتے ہم نے بھی ابو جی سے ہی سلائی سیکھی ہے۔

کیا کیا ہم ان کے ہجر میں صدمے اٹھائیں گے
اوصاف ان کے یاد کریں گے تمام عمر
روئیں گے اور جلیسوں کو بھی رلائیں گے
ڈھونڈیں گے زمانے میں سب ولی اللہ
ایسا نہ پائیں گے کوئی ایسا نہ پائیں گے
غم خواری کرنے والے تو دنیا سے اٹھ گئے
اب کس کو اپنے غم کی کہانی سنائیں گے
وقعت رہی اپنی نہ آبرو رہی
اے بے مزہ حیات فقط تو رہی

ابو جی کی یہ عادت تھی کہ کھانا ۲ ٹائم کھاتے تھے رات کا کھانا مغرب کے فوراً بعد کھا لیتے تھے ہم سب اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے تو پھر اپنے بچپن کی باتیں اور پڑھائی کے دور کی باتیں بتاتے ہم بہت غور سے سنتی تھیں ہنسی مذاق بھی کیا کرتے۔

اور ہمیں کہا کرتے قرآن نماز میں پڑھا کرو نماز میں پڑھنے سے بہت پکا ہوتا ہے اور کہتے تھے پریشان نہ ہوا کریں حفظ کرنے کے فوراً بعد قرآن پکا نہیں ہوتا تقریباً ۶ سال کے بعد پکا ہوتا ہے پھر ابو جی نے اپنا واقعہ سنایا کہ میں نے رمضان میں پہلی دفعہ قرآن سنانا شروع کیا اور اٹھارہواں انیسواں پارہ مجھے بالکل یاد نہیں تھا تو میں نے اسی دن شام تک وہ پارہ یاد کر لیا اور رات کو نماز تراویح میں سنا دیا ایسے ہی اگلے دن کیا تو کسی کو بھی پتہ بھی نہ چلا کہ میں نے آج یاد کیا ہے پھر ہم نے ابو جی سے پوچھا کہ آپ نے کتنی دیر میں قرآن مجید حفظ کیا تھا تو ابو جی نے بتایا پانچ ماہ میں کیا تھا۔ الحمد للہ۔ ان کا قرآن بہت پکا تھا کہ ہم ان کو سنا رہی ہوتیں تو ابو جی نیند میں ہوتے سو رہے ہوتے تو اٹک بھی آتی تو فوراً بول پڑتے ہم حیران رہ جاتیں کہ ابو جی کو نیند میں بھی غلطی کا پتہ چل جاتا ہے۔

ابو جی کی شخصیت انتہائی متاثر کن تھی آپ کی اولاد آپ کی ذات کردار سے بہت متاثر ہے ابو جی بیک وقت مدرس، مصنف، خطیب، معلم اور عالم باعمل تھے۔ ابو جی نے اپنے بچوں کی شادیاں انتہائی سادگی سے اور سنت کے مطابق کیں نہ کوئی رسم رواج نہ جہیز لیا نہ دیا نہ بارات آئی نہ گئی۔ امی جی، ابو جی اور بھائی جا کر بھابھی کو لے آئے ایسے ہی ہمارے نکاح سادگی کے ساتھ مسجد میں کیے ادھر سے بھی تین چار افراد سے زیادہ لوگ نہیں آئے گھر کے اندر بھی پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ آج شادی ہے ہم اپنے ابو جی کے بارے میں کیا کیا لکھیں ہمارے قلم ان الفاظ کی ترجمانی نہیں کر سکتے جن کے وہ حق دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنے نبی ﷺ کے امتی ہونے کے ساتھ ساتھ موحد گھرانے میں پیدا کیا اور ایک عالم باعمل ہمیں والد محترم کی صورت میں عطا کیا جنہیں ہم کیا لاکھوں موحدین بھلا نہ پائیں گے۔

یا رب وہ ہستیاں کس دیس میں بستی ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں
آتی رہیں گی یاد ہمیشہ وہ صحبتیں
ڈھونڈا کریں گے ہم انہیں فصل بہار میں

اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات کو شرف قبولیت بخشے اور ہمیں صبر جمیل عطا کرے۔ دعائیں تو بہت زیادہ

کیں اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملا عطا فرمائے لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا انا اريد وانت تريد والله يفعل ما يريد آخر کار وقت موعود آن ہی پہنچا علم وعمل کی روشنی کا یہ چمکتا ہوا ستارہ اپنی آب وتاب چاروں اطراف میں پھیلا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے رخصت ہو گیا زندگی اپنے انجام کو پہنچی اللہ کا حکم پورا ہوا کل نفس ذائقة الموت ۔۲۶ فروری نماز جنازہ میں لوگوں کا جم غفیر دیکھ کر یہ حدیث ذہن میں آئی۔

”جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے پیار (محبت) کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے پیار کرتا ہے تم بھی اس سے پیار کرو، چنانچہ جبریل علیہ السلام بھی اس سے پیار کرنے لگتے ہیں۔ پھر جبریل علیہ السلام تمام اہل آسمان کو پکار دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے پیار کرتا ہے تم سب لوگ اس سے پیار کرو، چنانچہ تمام آسمان والے اس سے پیار کرنے لگتے ہیں، اور پھر روئے زمین میں بھی اسے مقبول بنا دیا جاتا ہے۔“

مسلم(٢٦٣٧)

جنازے میں لوگوں کا جم غفیر دیکھ کر کسی نے کہا کہ امام بخاری کا دور یاد آ گیا جب لوگوں نے چھتوں پر چڑھ کر ان کا استقبال کیا تھا۔ بالکل ایسے ہی لوگ آج چھتوں پر چڑھے ہوئے ہیں ہر کوئی چہرہ دیکھنے کا مشتاق تھا لاکھوں پرنم آنکھوں اور دعا گو نفوس اور علماء کرام کی کثیر تعداد اور ان کے شاگردوں اور ان سے محبت کرنے والوں نے ابو جی کو اپنی موجودگی میں سپرد خاک کیا اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور محدثین کرام اور ائمہ عظام کے ساتھ اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ہمیں صبر جمیل عطا کرے اور ہمیں ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور ان کے بیٹوں پوتوں اور نواسوں کو ان کا جانشین بنائے۔

آمین

اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده

اپنے بے مثل و بے مثال اور لازوال زندگی میں بھی ہمارے ممدوح رحمہ اللہ اپنے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ القابات (جو کہ حقیقت کے آئینہ دار بھی ہوتے تھے) پسند نہیں فرماتے تھے۔ ہم آج ان کے روضۃ من ریاض الجنۃ جانے کے بعد بھی ان کو اسی نام کے ساتھ یاد کریں اور لکھیں گے۔ البتہ ان کے لیے دعاؤں کے ذخیرہ بڑھا کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

اے گل چمن اجل پر تجھے کیا نادانی ہوئی
پھول تو نے وہ توڑا جس سے پورے گلشن کی ویرانی ہوئی

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں علماء، صلحاء، خطباء، شیوخ الحدیث، واعظین، مدرسین، شاگردان لائق ترین، قراء کرام اور اساتذہ کرام بہت کچھ لکھیں گے کہیں تقویٰ، زہد، پرہیزگاری کا ذکر ہوگا، کہیں علوم قرآن وحدیث میں رسوخ کا تذکرہ ہوگا، کہیں طلباء کی تعلیم وتعلم اور تعمیر اخلاق میں ان کے عظیم کردار کو یاد کیا جائے گا۔ کہیں ان کے دروس الحدیث کے تذکرے ہوں گے۔ کہیں ان کے احسن ودل نشین بیانات کے حوالے دیئے جائیں گے۔ کہیں بحثیت استاذ، کہیں بحثیت شاگرد، کہیں بحثیت بھائی، کہیں بحثیت باپ، کہیں بحثیت دینی رہنماء تذکار خیر ہوں گے۔ اور پھر مدتوں ہوتے ہی رہے گے لیکن میں ایک ادنیٰ سا قرآن وقرأت کا خادم کیا لکھوں گا، کہ جسے بجا طور پر اپنی کم مائیگی کا ادراک اور اقرار بھی ہے۔ صرف چند سطور بعنوان کہ حضرت حافظ رحمہ اللہ کا مقام اپنے اساتذہ کی نظر میں کیا تھا؟ سبحان اللہ۔

وفات کے دن صبح کی نماز کے فوراً بعد گھر پہنچے تو کافی لوگ جمع ہو چکے تھے اتنے میں محترم پھوپھا جان شیخ

الحدیث حضرت مولانا عبدالحمید ہزاری صاحب حفظہ اللہ پہنچے تو ان کو انتہائی غمناک پایا میں نے زندگی میں کئی انتہائی پریشان کن لمحات میں بھی اتنا پریشان نہیں دیکھا جتنا اس دن حضرت پریشان تھے۔ایک دن فرمانے لگے اب میں اکیلا رہ گیا ہوں، پھر ایک دفعہ فرمانے لگے بس اب میں بھی جلدی جلدی پیچھے ہی جاؤں گا۔وفات سے پہلے ایک دن بات ہوئی حضرت ہزاروی صاحب فرمانے لگے کہ زندگی کے کئی سال میرے ساتھ گزارے ہیں میں نے اگر کسی وقت کوئی سخت لفظ بول بھی دیا ہے تو اس شخص نے کبھی ذرا برابر محسوس نہیں کیا۔اور کبھی بھی میرے احترام میں فرق نہیں ڈالا۔آج کے طلباء کے لیے یہ ایک سنہری سبق ہے۔ایک ساتھی نے یہ بھی بتایا کہ اگر کبھی حضرت ہزاروی صاحب نے ،حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کو بلایا ہے تو کئی دفعہ جلدی میں گئے ہیں تو جوتا پہنے بغیر ہی چلے گئے ہیں ۔اور جا کر خاموشی سے کھڑے ہو گئے ہیں۔

حضرات قارئین کرام! حضرت ہزاروی صاحب کی اہلیہ محترمہ میری سگی پھوپھی اور ساس بھی تھیں جب وہ فوت ہوئی ہیں ،جنازہ کا وقت آیا میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ جنازہ کون پڑھائے گا؟ تو چند لمحے توقف کرنے کے بعد فرمانے لگے کہ نورپوری صاحب سے کہو کہ وہ جنازہ پڑھائیں۔نیک آدمی ہیں اکثر جنازے وہی پڑھاتے ہیں یہ ہے استاذ کی نظر میں تقویٰ کا عالم۔

مجھے کسی نے بتایا کہ بعد میں حافظ صاحب نے اپنی مسجد میں خطبہ جمعہ کے بعد بھی دعاء کروائی اور پھر متصل ہی عید کے اجتماع میں بھی دعاء کروائی۔رحمة الله عليه رحمة واسعة

کچھ عرصہ بعد میں بمعہ اہل وعیال قبرستان گیا تو وہاں قریب ہی قبر بنائی جا رہی تھی پتہ چلا کہ اس میں آنے والی میت کا جنازہ حافظ عبدالمنان صاحب نے پڑھانا ہے اہلیہ کی خواہش پر میں نے قبر کھودوانے والے سے کہا کہ حافظ صاحب جب جنازہ پڑھانے کے لیے تشریف لائیں تو ان کو بتانا کہ یہ قبر ہزاروی صاحب کی اہلیہ کی ہے ادھر بھی دعا فرما دیں۔چنانچہ اس آدمی کی اطلاع پر حافظ صاحب نے قبر پر آ کر دعا کر دی۔جزاہ الله احسن الجزا

وفات کے بعد محترم ہزاروی صاحب سے ملاقات میں کافی باتیں ہوئیں فرمانے لگے کہ زمانہ طالب علمی میں حافظ صاحب نے کبھی بھی وقت ضائع نہیں کیا۔کبھی بھی آوارہ یا بدمحنت لڑکوں سے میل جول

نہیں رکھا۔متقی ، پرہیزگار،تہجد گزار،صوم وصلاۃ کے پابند تھے ۔طبعی طور پر شریف النفس اورانتہائی نیک سیرت، نبی علیہ السلام کی ہرادا پر مر مٹنے والے تھے۔شریعت پابند تھے۔

سرخیل اہل حدیث شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا اسماعیل سلفی صاحب رحمہ اللہ جب مجھے جامعہ محمدیہ میں بطور مدرس لے کر آئے تھے تو ابتدائی سالوں میں ایک ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب حفظہ اللہ اوریہ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے بڑی محنت سے اور سمجھ کر جتنی کتابیں مجھ سے پڑیں تھیں اتنی کسی اور نے نہیں پڑھیں ۔جب تک کوئی بات سمجھ نہ آتی آگے نہ چلتے تھے۔بڑے بلا کے ذہین تھے۔مزید فرمایا کہ درس نظامی میں جتنے علوم وفنون ہیں وہ سارے کے سارے حافظ صاحب نے حاصل کیے ہوئے تھے اوران میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔بلا تامل بغیر کسی خوف کے ان کو پڑھانے کی قدرت بھی رکھتے تھے۔ایک ایسی بات مجھے بتائی جو کہ عام معلوم نہیں ہے جس کو پڑھ کر آپ بھی میری طرح خوش ہوں گے ۔محترم حضرت ہزاروی صاحب فرماتے ہیں کہ اوڈانوالہ کے موجودہ شیخ الحدیث حضرت مولانا امین صاحب حفظہ اللہ اپنے والد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ سے مکمل درس نظامی کر کے آئے ۔یہاں آکرانہوں نے دوسال میں تقریبا دوسو کتابیں پڑھیں کچھ کتابیں مجھ سے اور کچھ مولانا جمعہ خان صاحب رحمہ اللہ سے پڑھیں اور تقریبا نوے کتابیں صرف حافظ صاحب رحمہ اللہ سے پڑھیں۔جو آپ رحمہ اللہ کی قابلیت اورفنون میں مہارت تامہ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

نور اللہ مرقدہ ووسعہ مدخلہ

محترم ہزاروی صاحب فرماتے ہیں اب مجھے باقی زندگی میں ہمیشہ قلق رہے گا میں ان کی زندگی میں بھی کہتا اور چاہتا تھا کہ دروس وغیرہ کی مصروفیت کم ہو اور حافظ صاحب کا علمی فیض زیادہ بڑھے تا کہ مزید کچھ اہل فن تیار ہو جائیں جو ہمارے بعد ادارے اور مسلک کی کما حقہ خدمت کا بیڑا اٹھا سکیں ۔میں جب بھی کبھی ادارے میں یا گھر میں حضرت حافظ رحمہ اللہ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوتا تو کمال درجہ شفقت ومحبت سے فرماتے ’’قاری صاحب کی حال چال اے،خیریت اے،ٹھیک او،بال بچے ٹھیک نے آؤ فرتہاڈی کوئی خدمت کریے‘‘ اف اللہ اب یہ میٹھے بول سننے کے لیے کان ترسیں گے مجلّہ المکرّم میں میرے قرأت کے بارے میں مضامین قسط وار شائع ہوئے میرے ایک مضمون

پر نقد کرتے ہوئے مجھے اپنے ہاتھ سے تین صفحات لکھ کر بھیجے جو ایک قیمتی سرمایہ اور یادگار کے طور پر میرے پاس رہے گا۔ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے ایک استاذ محترم ماسٹر حکیم نذیر احمد صدیقی صاحب جو کہ ۱۹۵۴ء میں گورنمنٹ پرائمری سکول نور پور میں استاذ تھے وہیں پر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ان سے پڑھا تھا۔ جواب جی منگولیا ٹاؤن میں رہائش پذیر ہیں کافی ضعیف ہیں۔ حضرت نور پوری رحمہ اللہ کو پر نور الفاظ سے یاد فرماتے ہوئے بہت دعائیں دے رہے تھے۔ اور بتایا کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے مجھے نماز کے موضوع پر ایک کتاب ''صلاۃ النبی'' شیخ البانی رحمہ اللہ کی دی اور اس کے اوپر اپنے دست مبارک سے اپنا اور میرا نام تحریر فرمایا۔ انہی ماسٹر صاحب کے بیٹے نے بتایا کہ ہمارا جماعتی اختلاف ہونے کے باوجود ہم دو دفعہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کو اپنے گھر لے کر آئے۔ کیونکہ ہمارے خاندان والے حافظ صاحب سے بہت متاثر تھے۔ ایک دفعہ تو حافظ صاحب رحمہ اللہ نے بھی خواہش کا اظہار فرمایا کہ میں اپنے استاذ جی (ماسٹر صاحب) سے ملنے کے لیے جانا چاہتا ہوں۔

حضرات قارئین کرام! یہ بزرگ ہستی ولی کامل رحمہ اللہ کے تذکرے کو ان الفاظ کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ!

کیسے کیسے لوگ گزر گئے
ہمیں بھی ایک دن جانا ہے
صرف اعمال جائیں گے ساتھ اپنے
جنہیں اگلے جہاں کام آنا ہے

اللھم اغفرله وارفع درجته فی العلیین . آمین!

تحریر......:ابوالانعام حکیم محمد صفدر عثمانی تلمیذ محدث نورپوری

موت ایک اٹل حقیقت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہی اس سے مستثنیٰ اور مبرأ ہے ابھی لکھوی رحمہ اللہ کی وفات کا غم تازہ ہی تھا کہ استاد محترم نورپوری رحمہ اللہ بھی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دین کی اشاعت اور سربلندی کے لیے اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے لوگوں میں حافظ نوپوری رحمہ اللہ کا شمار ہوتا ہے بیک وقت بے مثال محدث ،محقق ،مفسر،شیخ الحدیث ،شیخ الادب،مفتی ،مجتہد اور کامیاب مناظر بلکہ مناظر گر بھی تھے۔عرب وعجم کے اہل علم شیخ صاحب سے سند روایت لینے میں شرف سمجھتے تھے۔

ہر قسم کے آنے والے فرد کو پورا وقت دیتے سوالوں کے جواب بڑی تسلی سے دیتے ایک مرتبہ ایک شیعہ جو سابق دیوبندی تھا ظہر سے لے کر رات دس بجے تک گفتگو کرتا رہا صرف نمازوں کا وقت آتا تھا حضرت حافظ صاحب نے اسے لاجواب کردیا وہ شیعوں کے مدرسہ جامعہ جعفریہ کا مجتہد تھا۔حضرت حافظ صاحب دیکھنے میں تو ایک ہی فرد تھے لیکن حقیقت میں وہ ایک انجمن تھے تدریس،خطبہ جمعہ،فجر کی نماز کے بعد باقاعدہ نیائیں چوک میں درس،سوالوں کے جواب اور تصنیف کا ایک مستقل سلسلہ جاری تھا،گرمی اور سردی اور موسم کی خرابی اثر انداز نہ ہوتی تھی۔

شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ کے مدرسہ میں جو لاہور روڈ پر واقع ہے جلسہ تھا کہ وہاں استاد محترم تشریف لائے تو شیخ القرآن حضرت حافظ صاحب کا استقبال کرنے کے لیے آگے بڑھے اور فرمایا جانتے ہو یہ کون ہیں ۔؟ ہم نے عرض کی جی نہیں تو فرمانے لگے یہ علم کا سمندر حافظ عبدالمنان ہے انتہائی اصرار کے باوجود عوام میں بیٹھ کر جلسہ سننے لگے۔

قاری محمد طیب صاحب بھٹوی حفظہ اللہ جامع مسجد علی اہل حدیث (پیپلز کالونی،گوجرانوالہ) میں

خطیب تھے۔ جب وہ حج پر روانہ ہوئے تو اپنی مسجد میں خطبہ جمعہ کی ذمہ داری مجھے سونپ گئے۔ میں ان کی مسجد میں خطبہ دینے کے لیے گیا تو دیکھا کہ وہاں حضرت حافظ صاحب نورپوری رحمہ اللہ بھی مسجد میں نوافل پڑھنے میں مصروف ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ان کو بھی انتظامیہ مسجد میں سے کسی شخص نے خطبہ جمعہ دینے کا کہہ دیا تھا، اسی لیے حافظ صاحب رحمہ اللہ بھی وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ علیک سلیک کے بعد جب حقیقت حال منکشف ہوئی تو میں نے کہا: استادِ محترم! آج جمعہ آپ ہی پڑھائیں، لیکن حافظ صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ آپ کو مسجد کے خطیب اور امام نے کہا تھا، اس لیے خطبہ آپ ہی دیں گے۔ میں نے بہت اصرار کیا اور ان کی منت سماجت کی کہ آپ ہی خطبہ ارشاد فرمائیں، لیکن حافظ صاحب رحمہ اللہ اس پر راضی نہ ہوئے اور فرمانے لگے: اگر آپ اجازت دیتے ہیں تو میں یہاں جمعہ پڑھ لیتا ہوں، وگرنہ میں قریب ہی الفتح مسجد میں حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب کے پاس جمعہ پڑھنے چلا جاتا ہوں۔

میں نے پھر اصرار کیا اور کہا کہ استادِ محترم! آپ کی موجودگی میں مَیں کیسے جمعہ پڑھاؤں گا؟ حافظ صاحب رحمہ اللہ مسکرا کر فرمانے لگے کہ جیسے آپ اپنی مسجد میں جمعہ پڑھاتے ہیں۔ بالآخر ان کے انکار پر میں نے وہاں جمعہ پڑھایا اور آپ نے میری اقتدا میں جمعہ پڑھا۔

مناظر اسلام قاضی عبدالرشید صاحب فرماتے ہیں کہ جامعہ محمدیہ میں میرا اور خالد سیف گکھڑوی صاحب کا تربیتی مناظرہ تھا میں حنفی مذہب کی تائید میں تھا عرض کی کہ آپ میرے صدر بن جائیں فرمایا ناجائز اور غلط بات کی تائید نہیں کرسکتا تھوڑا تکرار کیا تو فرمانے لگے کہ اگر اسی حالت میں موت آگئی تو...؟

۲۷ فروری بروز سوموار ۲۰۱۲ء جامع مسجد عثمان بن عفان ماسٹر خالد صاحب والی میں ظہر کی نماز کے بعد حضرت مولانا فاروق احمد شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ فرمانے لگے کہ میں کئی مسائل حضرت حافظ صاحب سے حل کرواتا تھا اور ان کی موجودگی میں ہمیں بات کرتے ہوئے ڈر محسوس ہوتا تھا۔

معروف عالم دین اور حضرت حافظ صاحب کے رفیق سفر مولانا عبدالسلام بھٹوی حضرت حافظ صاحب کو کہہ رہے تھے کہ ارشاد الفحول کی فلاں عبارت سمجھ نہیں آرہی حل فرمادیں۔ اتنے بڑے جلیل

القدر بزرگوں کا جن کے سامنے یہ حال تھا ان کی جلالت علمی اور وسعت کا اندازہ آپ خود ہی لگا سکتے ہیں۔اتنی بڑی علمی شخصیت ہونے کے باوجود استاد کے احترام کا یہ حال تھا کہ اپنے ہر چھوٹے بڑے استاد کا نام بڑے ہی احترام سے لیتے تھے شاگردوں پر شفقت کا یہ عالم تھا کہ میں نے عرض کی جامع مسجد عرفات کے لیے چندے کی ضرورت ہے تو خود ہی جامع مسجد قدس سے چندہ جمع کر کے میرے گھر بھیج دیا۔

دوسری مثال میرا ایک دعاء کے موضوع پر رسالہ ہے اس کی خطبہ جمعہ میں اور احکام ومسائل میں اور دیگر مواقع پر بڑی تعریف فرماتے تھے۔کوئی پوچھتا کہ اس موضوع پر کون سی کتاب ہے تو اس رسالہ کے متعلق رہنمائی فرماتے۔میں جب بھی کوئی کتاب لکھ کر نظر ثانی کی گزارش کرتا تو فرماتے تم ٹھیک ہی لکھتے ہو چھپوا دیا کرو۔

وعدہ کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ وعدہ کر لیتے پھر اس میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو سکتی۔والد محترم کی وفات پر میری خواہش تھی کی جنازہ آپ پڑھائیں لیکن اس دن گجرات آپ کا پروگرام تھا تو جنازہ میں شریک نہ ہو سکے تو جمعہ میں خصوصی دعاء کروادی۔یہ بات میں حقیقت کہہ رہا ہوں کہ اپنے والد کی وفات سے کہیں زیادہ غم حضرت حافظ صاحب کی وفات کا تھا۔

تقوی کا یہ عالم تھا کہ بے نماز کا جنازہ اور ڈاڑھی منڈھے کا نکاح نہیں پڑھاتے تھے جہاں تصویر یا ویڈیو کا چکر ہوتا وہاں سے اٹھ جاتے۔

حضرت حافظ صاحب کی خوبیوں پر تو ہر کوئی قلم اٹھائے گا لیکن جس طرف میں قارئین کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں وہ حافظ صاحب کے اہل خانہ ہیں آپ کی نیک صفت اہلیہ اور بیٹیاں جو سارا دن اور رات کسی وقت بھی حضرت حافظ صاحب کے آرڈر کو سننے اور اس پر عمل کرنے کے لیے کمر بستہ رہتی تھیں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ کہ انکو سوائے مہمان نوازی کے کوئی اور کام نہیں ہوتا تھا حالانکہ گھر میں دیگر بہت سی مصروفیات ہوتی تھیں اور پھر حافظ صاحب کے لیے گرمی سردی میں سحری کا بندوبست کرنا کسی قربانی سے کم نہیں تھا۔میری دلی دعاء ہے میری روحانی ماں اور ان کی بیٹیوں کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطاء فرمائے۔ آمین یارب العالمین

تحریر......:مولانا عبدالرشید شاہد داماد مولانا محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ

جب انسان اس دنیا میں آتا ہے تو اس وقت کوئی نہیں جانتا کہ یہ آنے والا بچہ اپنے آنے والے کل میں کیا ہوگا، کیسا ہوگا۔ یہ اپنی جوانی کی رعنائیوں اور بڑھاپے کی پیرانہ سالی کی عمر کو لے کر گمراہی وضلالت کی تاریک راہوں کا راہی بنتے ہوئے دوسروں کیلئے گمراہی کا سبب بنے گا یا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی بتائی ہوئی راہ پر چلتے ہوئے ایک روشن اور درخشندہ مثال بن کر لوگوں کیلئے ہدایت وراہنمائی کا باعث بنے گا۔

شیخ الاسلام حافظ عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم انسان روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ زندگی سالہا سال کا دیر وحرم کا طواف کرتی ہے تب جا کر کوئی حافظ عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ جیسا کوئی انسان پیدا ہوتا ہے جو اپنی قوم اور اپنی آنے والی نسلوں کے لئے مینارہ نور بنتا ہے۔

کون جانتا تھا کہ 1940ء کو گوجرانوالہ کے ایک پسماندہ گاؤں نور پور چہل کے ایک آدمی عبدالحق کے گھر میں پیدا ہونے والا یہ بچہ مستقبل میں حافظ عبدالمنان نور پوری کے نام سے دینی دنیا کا ایک جگمگاتا ہوا ستارہ بن کر اپنی قوم ونسل کے لئے مشعل راہ ہوگا۔

شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ صاحب کو جس لباس میں دیکھا جائے وہ اسی میں مجسم رعنائی نظر آتے ہیں۔ایک عالم دین کی حیثیت سے نامور عالم دین، استاد کی حیثیت میں بے مثال استاد، علم قرآن کے حوالے سے بلند پایہ شیخ القرآن اور علم حدیث کے اعتبار سے ایک عظیم شیخ الحدیث۔ میں اگر یہ کہہ دوں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حیثیت ایک بحر العلوم کی سی تھی تو اس میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ عالی دماغ، حکمت عملی کے ماہر موقع محل کو بخوبی جاننے اور پہچاننے والے تھے۔

میرے شیخ کی خوبی کا ایک روشن پہلو یہ بھی تھا کہ جس بات کو حق سمجھا اسے کہنے میں کبھی دنیاوی خوف اور طمع کو آڑے نہ آنے دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بات کے پکے، قول کے سچے، طبیعت کے غنا، سرشت میں وفا، نفاست شعار، علم وفضل کے کوہسار، جدیدیت سے بیزار دینی روایات کے علمبردار تھے۔

مجھے اگر کوئی کہے کہ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شخصی خاکہ چند الفاظ میں بیان کرو تو میں بلا جھجک یہ کہوں گا "عِلم وعمل اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قاعدے میں ڈھلی ہوئی ایک متوازن شخصیت۔

قدم قدم پہ وہ راہ سنت اختیار کرتے تھے
شباب میں بھی رات ذکر اذکار کرتے تھے

محترم جناب حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اصولوں اور ضابطوں کی پاسدار رہی۔ پاسے کے سونے کی طرح کھرے اس شخص نے زندگی بھر جھوٹ، منافقت، فریب اور خوشامد سے شدید نفرت کی۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند پایہ محقق اور مصنف بھی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرز تحریر کی نمایاں خوبی سادگی، اختصار اور دوٹوک موقف ہے۔ اس خوبی پر انہیں اس حد تک قدرت کاملہ حاصل تھی کہ کسی مشکل ترین مسئلہ اور ادق ترین موضوع کو جب اپنے طرح دار قلم کی نوک سے گدگداتے تو آنکھ کی جھپکی میں اسے پانی کی طرح رواں دواں بنا کر رکھ دیتے۔ ان کی تحریر وتقریر کا ہر جملہ دیہاتی حسن کی طرح سادہ، لالہ صحرائی کی طرح برجستہ اور پہاڑی جھرنے کی طرح بے ساختہ ہوتا۔ اوس کے قطروں کی طرح شاداب اور مختصر ترین ان جملوں میں ایک قلزم معنی پوشیدہ ہوتا۔ میرے شیخ زندگی بھر دلوں اور دماغوں کی دھرتی میں توحید وسنت کے چراغ روشن کرتے رہے۔ انکی ہر تحریر، ہر تقریر اپنی جگہ روشنی کا ایک صد رنگ شجر ہے۔ وہ کچھ بھی لکھتے ان کا ہر جملہ دیپ مالا کی طرح جگمگانے لگتا۔ وہ ان عظیم لکھاریوں میں سے تھے کہ انگشت شہادت اور انگوٹھے کی بالائی پور کی گرفت میں ان کا قلم جب صفحہ قرطاس پر رواں ہوتا تو سطر سطر فکر وفن کی جنتوں کے زاویے سجنے لگتے۔ وہ بے تکان لکھتے، بے داغ لکھتے اور ایسا شفاف لکھتے کہ انکے قلم کی نوک کا بوسہ لیتے ہی ہر لفظ گلستان توحید ورسالت کا گلاب بن جاتا۔

آخر کار موت نے 26 فروری بروز اتوار 2012ء کو علم و عمل ، تقویٰ و پرہیزگاری ، امانت و دیانت کے اس مجسمے کو قانون الہٰی کے تحت اپنی آغوش میں لے کر ہم سے جدا کر دیا۔

اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنo

جس کا ڈر تھا بالآخر وہ گھڑی بھی آ گئی
خبر وہ آئی کہ بزم زندگی تھرا گئی

قحط الرجال کے اس دور میں آپ رحمۃ اللہ علیہ جب تک زندہ رہے مہر و ماہ کی طرح جگمگاتے رہے اور آج اپنے پیچھے اپنی تالیفات ، تعلیمات اور ہزاروں شاگردوں کی ایک کہکشاں چھوڑ گئے جو رہتی دنیا تک انکے لئے صدقہ جاریہ کی صورت میں جگمگاتی رہے گی انشاءاللہ۔

آخر میں یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی ہر لغزش کو نیکی میں بدل کر انکو علّیّین میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ان جیسی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم والی زندگی نصیب فرمائے۔۔۔آمین

جنت نوجوانوں کے سردار

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَنَّ هٰذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلِ الْاَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ اَنْ يُّسَلِّمَ عَلَيَّ وَيُبَشِّرَنِيْ بِاَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نَسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ))

”بیشک یہ فرشتہ اس رات سے قبل کبھی زمین پر نہیں آیا، اس نے اپنے رب سے اجازت چاہی کہ وہ مجھے سلام کرے اور مجھے خوشخبری دے کہ بیشک فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔“

جامع ترمذی، المناقب، باب ان الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنة (۳۷۸۱) السلسلة الصحيحة (۷۹۶) (مراسلہ: محمد عبداللہ صادق آباد)

بچھڑے کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی

ایک شیخ سارے شہرکوویران کرگیا

آج گوجرانولہ شہر پھرایک بار یتیم ہو چکا ہے کہ گوجرانوالہ اس کے علاقہ واقع نور پور براستہ عالم چوک کے پہلے اہل حدیث پورے گاؤں میں تن تنہا توحیدوسنت کا علم بلند کرنے والا فرد واحد مولوی چراغ دین والدمحترم قاری عصمت اللہ ظہیر آف قلعہ محمد یہ کی تحریک پر جناب عبدالحق صاحب کا ہونہار لخت جگر خوشی محمد رحمانی گوجرانوالہ کے مشہور ومعروف مدرسہ اہل حدیث جامعہ محمد یہ میں زیر تعلیم تھا کہ شیخ المشائخ سرخیل اہل حدیث حضرت مولا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی نظر انتخاب میں آچکا تھا تبھی تو حضرت سلفی رحمہ اللہ نے اپنے استاد محدث وزیر آبادی کے نام نامی اسم گرامی عبدالمنان کے نامہ مبارکہ کی نسبت سے اس ہونہارا طالب علم کا نام خوشی محمد سے تبدیل کر کے عبدالمنان رکھ دیا۔اور پھرایک وقت آیا جب دنیانے دیکھا کہ حضرت سلفی رحمہ اللہ کا فیصلہ بروقت برمحل تھا۔خوشی محمد نے فی الحقیقت اپنے شیخ اوراستاد کے خواب کوشرمندہ تعبیر کر کے دکھایا کہ جہاں علم کی دنیا میں حافظ عبدالمنان وزیرآبادی رحمہ اللہ کا نام لیا جاتا تھا وہاں پر حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کا نام لیا جانے لگا۔ذالك فضل الله يوتيه من يشاء

این سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

’’ایسے مراتب بزور باز وحاصل نہیں ہوتے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے۔‘‘

مقدور ہوتو خاک سے پوچھو اے لئیم تو نے وہ گنج گرامایہ کیا کیے

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے

اس چمکتے ہوئے ہیرے کو مزید چمکانے کے لیے مزید نکھارنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے شیخ الحدیث والتفسیر حضرت الامیر حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی عقابی نگاہوں کو جو ایک معمار قوم کی متلاشی تھیں اس جوہر پر لا کر ٹھہرا دیا اور پھر حضرت الامیر نے اس لعل وجوہر کو علمی اور عملی معراج کی اس منزل پر پہنچایا کہ طالب علم کندن بن کر وہ مقام حاصل کر گیا تھا کہ حضرت الامیر نے اپنے ہزاروں لائق وفائق شاگردوں کی موجودگی میں حضرت الاستاذ محدث نورپوری رحمہ اللہ کو جامعہ کا کامیاب اور لائق استاد متعارف کروایا اور زندگی کے آخری سالوں میں صحیح بخاری شریف کا درس ارشاد فرماتے ہوئے بے بانگ دہل اعلان فرمایا اب مجھے جامعہ محمدیہ کی کوئی فکر نہیں میں اپنے پیچھے ایک ایسے استاد کو چھوڑ کر جا رہا ہوں جو دنیا جہاں کی ہر درسی کتاب چاہے وہ کسی بھی فن سے تعلق رکھتی ہو پورے یقین کے ساتھ اور پورے وثوق کے ساتھ پڑھا بھی سکتا ہے اور سمجھا بھی سکتا ہے اس استاد کا نام حافظ عبدالمنان نورپوری ہے اس لعل گوہر استاد پر اپنے بڑے شیخ اور استاد محدث العصر حافظ الحدیث حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کا علمی عکس نظر آتا تھا۔

محدث نورپوری نے محدث العصر گوندلوی صاحب کے فوائد پر مشتمل عربی زبان میں لکھی کتاب ''ارشاد القاری الیٰ نقد فیض الباری'' لکھی جو کہ شرح صحیح بخاری کے نام سے معرض وجود میں آئی حضرت الاستاد محدث نورپوری نے ستائیس سال بخاری شریف پڑھائی جب کہ حافظ الحدیث حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے بہتر سال بخاری شریف کا درس دیا۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت الاستاد محدث نورپوری علم وعمل کی ایک چٹان تھے اپنے پورے علم پر پورا عمل کرنے کو حرز جان سمجھتے تھے۔ اپنا ایک ٹھوس اور با دلائل موقف رکھتے تھے اپنی رائے پر مکمل دلائل فراہم کرتے۔ چاہے وہ موقف ہم عصر علماء سے متضاد ہی کیوں نہ ہوتا۔ وہ امام ابن حزم کی طرح ایک مجتہد کا درجہ رکھتے تھے۔ ان کی رائے اکثر اہل حدیث عوام اور خواص کے درمیان حجت کی حیثیت رکھتی تھی۔ جس حدیث کے بارے میں حضرت الاستاد یہ کہہ دیتے یہ حدیث میرے علم میں نہیں کسی اور عالم سے پوچھ لو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ جس حدیث کا حضرت حافظ صاحب کو علم نہیں وہ حدیث صحیح ہی نہیں بلکہ ضعیف یا موضوع ہے۔ بلاشبہ

حضرت الاستاد تمام علماء فضلاء کے لیے خصوصا طلباء مدارس کے لیے اور جامعات کے اساتذہ کے لیے ایک رول ماڈل کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ حقیقت میں قال اللہ اور قال الرسول کی عملی تفسیر تھے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ، کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ وہ لا یخافون لومۃ لائم پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ اللہ ولی الذین آمنوا کی جھلک ان میں نمایاں تھیں۔ حضرت الاستاد کن فی الدنیا کانك غریب او عابر سبیل کے سچے عالم وعامل تھے۔

خودغرضی ، لالچ وطمع ،حرص وہوس ،نمود ونمائش ،شان وشوکت اور خودساختہ شہرت سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔ دنیا سے زیادہ اخروی زندگی کے لیے فکرمند تھے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کی سچی اور عملی تصویر تھے۔ فرمان الٰہی اور فرمان نبوی کے سامنے اپنی ذات کی اپنی شخصیت کی نفی کر چکے تھے انہوں نے کبھی نہیں کہا تھا کہ میں یوں کہتا ہوں لہذا اس پر عمل کرو بلکہ یوں فرماتے کہ کتاب وسنت میں لکھا ہے لہذا اس پر عمل کروگے نجات پاؤ گے ورنہ نہیں۔

حضرت الاستاد محدث نورپوری رحمہ اللہ فی الحقیقت ایک نورانی اور روحانی شخصیت تھے ان پر اپنے شیخ اور استاد صاحب کرامت بزرگ جو کہ حالت نماز میں بعد از خطبہ جمعہ تشہد کی حالت میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ میری مراد حضرت مولانا حافظ خواجہ محمد قاسم مرحوم رحمہ اللہ کی مکمل چھاپ آپ پر نظر آتی تھی انہوں نے حیی علی الصلاۃ ،قدقامت الصلاۃ ،معرکہ حق وباطل وغیرہ کتابیں لکھ کر احناف کا ناطقہ بند کر دیا۔ اور صلوا کما رائیتمونی اصلی کے عملی رنگ میں رنگے ہونے کا زندہ ثبوت فراہم کیا۔ خدا رحمت کنندہ ایں عاشقان پاک طینت را

بندہ عاجز کو حضرت الاستاذ محدث نورپوری رحمہ اللہ کا آخری دیدار کرنے کا موقع بڑی تگ ودو کے بعد ایک لمبی لائن گزرنے اور بار بار دھکے کھانے کے بعد بمشکل حاصل ہوا۔ حالانکہ یہ نماز عصر سے پہلے کا وقت تھا اور جنھوں نے عصر کے بعد جنازہ ہونے پر زیارت کی ہے انھیں تو کافی مشقت اٹھانی پڑی ہے۔ بلا مبالغہ جنازے میں لاکھوں لوگ شامل تھے۔ اور بلا تخصیص مسلک تمام مسالک کے علما وزعماء مذہبی وسیاسی سماجی اور معاشرتی طبقات کے لوگ پروانہ وار حضرت حافظ صاحب سے محبت کا اعلان کر رہے تھے۔ حضرت حافظ صاحب وفات سے پورا ایک ماہ پہلے آخری

ملاقات اس وقت ہوئی جب حضرت الاستاذ بندہ عاجز کے بڑے بھائی مولوی محمد سرور مرحوم کے جنازے میں تشریف لائے۔ان کا بنفس نفیس تشریف لانا اور بھائی جان کا جنازہ پڑھانا ہمارے لیے سعادت اور فخر کی بات تھی کیونکہ بھائی جان آخری دم تک جیل کی سلاخوں کے پیچھے بیماری سے نڈھال جن چند بزرگوں کو یاد کرتے تھے ان میں حضرت حافظ صاحب کا نام سرفہرست ہوتا تھا۔اس دن بھی حضرت صاحب کا چہرہ نیکی اور تقویٰ ،طہارت کی شعاؤں سے چمک رہا تھا اور جس دن فوت ہوئے اس دن بھی آپ کا چہرہ نورانی اور روحانی کرنوں سے چمک رہا تھا۔وجوہ یومئذ مسفرۃ ضاحکۃ مستبشرۃ ۔

حضرت کی وفات کے دو دن بعد بندہ عاجز کو خواب میں حافظ صاحب کی زیارت نصیب ہوئی اسی طرح ہشاش بشاش سفید ریش مبارک سر پر معمول کے مطابق سرخ رومال کی پگڑی پہنے ہوئے ایک ایسے کمرے میں نمایاں جگہ پر بیٹھے ہیں جہاں پر گوجرانوالہ شہر کے تمام محدثین بیٹھے ہیں جن میں حضرت کے تمام اساتذہ کرام بھی موجود ہیں ۔میں نے قریب بیٹھے ایک شیخ سے پوچھا کہ مجھے بتائیں کہ ان میں بڑے حافظ صاحب محدث گوندلوی کون سے ہیں میں نے انکو نہیں دیکھا (ایک مدت سے دل میں حسرت تھی جو پوری ہوئی الحمدللہ) اب ایک اور تڑپ ہے کہ مالک دو جہاں کہیں کسی طریقے سے امام المحد ثین شیخ العرب والعجم حضرت امام بخاری کی زیارت نصیب فرما دے آمین) وہ کہنے لگے یہ دیکھو مولانا محمد عبداللہ صاحب کے ساتھ تو مولانا محمد اسماعیل سلفی بیٹھے ہیں اور ان کے بالکل سامنے آیت من آیات اللہ حافظ الحدیث محدث العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کے والد نسبتی استادوں کے استاد حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمتہ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔وہاں پر میں نے دو چیزیں نوٹ کیں ایک تو یہ کہ کمرے میں موجود تمام چارپائیوں پر بیٹھے اساتذہ بڑے حافظ کی طرف رخ کر کے بیٹھے ہیں بڑے حافظ صاحب کچھ کہنا چاہتے ہیں میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ اب کی بار وہ یقیناً حضرت الاستاذ محدث نورپوری رحمہ اللہ کے بارے میں کچھ کہیں گے۔ جو کہ ابھی ابھی آ کر دوسری چارپائی پر بیٹھ گئے ہیں۔اور دوسری بات جو میں نے نوٹ کی وہ یہ تھی کہ تمام چارپائیوں پر دو دو یا تین تین بزرگ بیٹھے ہیں جب کہ سامنے والی چارپائی پر اکیلے بڑے حافظ صاحب بیٹھے ہیں یقیناً یہ بھی

ادب واحترام ایک والہانہ جذبہ تھا جو زندگی کے بعد بھی قائم رہا۔

موت سے کسی کو مفر نہیں ، جو پیدا ہوا اس نے مر کے رہنا ہے اگر ہمیشہ کی زندگی کسی کے لیے فائدہ مند ہوتی اللہ کے آخری رسول ﷺ ضرور آخرت تک زندہ رہتے لیکن .....

جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں عبرت کی جاہ ہے تماشہ نہیں ہے

دنیا مثال بحر عمیق است و پر نہنگ عارفاں گرفتند ساحلے اسودہ

جابرابر ہے دل مادر میں ہر فرزند کی رتبہ زیر خاک یکساں ہے گداوشاہ کی

زمین کے نیچے سونے والے سب یکساں ہیں چاہے شاہ ہوں یا گدا ہوں اور یاد رکھو دنیا ایک گہرا سمندر ہے عارف لوگ دنیا کی حقیقی آگاہی رکھنے والے اس بحر عمیق میں غرق نہیں ہوتے بلکہ ساحل سے ہو کر واپس چلے جاتے ہیں اور اس دنیاوی سمندر میں غرق ہونے والوں کو دیکھ کر کوئی عبرت حاصل کر لیتا ہے اور چپ چاپ اپنے اصلی گھر کو سدھار جاتا ہے جس وقت حضرت حافظ صاحب پر لکھتے لکھتے اچانک فالج کا شدید حملہ ہوا شاید وہ کسی ذہنی ٹینشن میں تھے کو فوراً ہی فالج کا حملہ دماغ پر ہوا اور وہ بے ہوش ہو گئے لاہور جاتے ہوئے گاڑی میں تھوڑا سا ہوش آیا تو کہنے لگے کہاں لے جا رہے ہو چلیے واپس مجھے میرے گھر لے چلو، چلیے واپس مجھے میرے گھر لے چلو، چلیے واپس مجھے میرے گھر لے چلو سننے والے ہمیں بیان کرتے ہیں کہ ہمیں کیا پتہ؟ کہ وہ اپنے اصلی گھر میں جانے کے تیاری کر رہے ہیں اور ٹھیک دس دن بعد وہ سج دھج کر ایک برات کی صورت میں دلہا بن کر اپنے اصلی گھر جنت فردوس کے لیے محو پرواز تھے۔ آپ کے غم میں سبھی رو رہے تھے امید واثق ہے کہ حضرت الاستاد محدث نورپوری رحمہ اللہ اپنے خالق حقیقی کے پاس جاتے ہوئے مسکرا رہے ہوں گے۔

غلام فرید دنیا تے رکھ اینج دا بہن کھلون

آویں تو لوگ ہسن جاویں تے لوگ رون

جامعۃ الحرمین اہل حدیث شہر گوجرانوالہ کو یہ اعزاز حاصل ہے جب بھی جامعہ حرمین کا تذکرہ ہوتا حضرت حافظ صاحب داد و تحسین کے کلمات ارشاد فرماتے اور ہمارا من پھولے نہ سماتا بار ہا جامعہ کی توسیع اور ترقی کے لیے دعاء فرمائی ۔ وہ فی الحقیقت مستجاب الدعوات تھے اکثر اہل حدیث ان

کو اپنے گھر لے جاتے دعوت کرتے اور دعا کی درخواست کرتے۔ اپنے بیٹوں، بیٹیوں کے نکاح کے لیے حضرت نورپوری رحمہ اللہ کو محبت وعقیدت سے دعوت دیتے۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ کبھی کسی کلین شیولڑ کے کا نکاح نہیں پڑھاتے تھے ان کے اس طرز عمل کی بدولت سینکڑوں نوجوانوں نے اپنی زندگی کی سمت تبدیل کر لی ۔ جہاں وہ سنت رسول ﷺ کو اتار کر گندی نالی میں پھینکتے تھے اب اسی سنت رسول ﷺ کے لیے جان کی بازی لگانے کے لیے تیار تھے۔ گردن کٹ سکتی ہے مگر ڈاڑھی نہیں کٹ سکتی۔ حضرت حافظ صاحب نے دلائل سے واضح کیا تھا کہ یہ جملہ اسلام میں ڈاڑھی ہے۔ ڈاڑھی میں اسلام نہیں، غلط جملہ ہے۔ بلکہ ڈاڑھی رکھنا صرف سوا لاکھ انبیاء علیہم السلام کی، ڈیڑھ لاکھ اصحاب رسول کی، لاتعداد اولیاء کرام کی اور محدثین عظام کی سنت میں نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے حکماً فرض ہے اور فرض کا تارک گنہگار بھی ہے۔ اللہ کے ہاں مجرم بھی ہے۔

حافظ صاحب نہایت ہی متقی پرہیزگار، شب زندہ دار، صوم صلوۃ کے پابند، نفلی عبادات کا شغف رکھنے والے، لا يزال عبدي يتقرب الي بالنوافل حتى احبه...... کہ چلتی پھرتی جیتی جاگتی سچی تصویر تھے۔

حضرت حافظ صاحب انتہائی ملنسار خوش اخلاق، قابل دید شخصیت تھے۔ انتہائی مہمان نواز اور خدا ترس انسان تھے۔ تقریباً ہر اہلحدیث کی اور تمام مکاتب فکر معتدل لوگوں کی یہی تڑپ ہوا کرتی تھی کہ ہمارے فوت ہونے والے افراد کی نماز جنازہ حضرت حافظ صاحب پڑھائیں ۔ بندہ عاجز کے والد گرامی کا جنازہ بھائی جان مولوی محمد سرور، شہر کے تمام شیوخ الحدیث اور علماء کرام کی موجودگی میں حضرت حافظ صاحب نے ہی پڑھایا اللہ تعالی حضرت حافظ صاحب کے دراجات کو اور زیادہ بلند فرمائے۔ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اہلحدیث نام رکھ لینے سے بندہ اہلحدیث نہیں بن جاتا جب تک وہ حدیث رسول پر عمل نہ کرے۔ اہلسنت نام رکھ لینے سے بندہ اہلسنت نہیں بن جاتا جب تک وہ سنت رسول پر عمل نہ کرے۔

خدایا وہ ہستیاں کس دیس میں بستی ہیں
جن کو دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں

یہ المناک خبر انتہائی حزن وملال اور رنج وغم کے ساتھ درج کی جارہی ہے کہ جماعت کے مشہور عالم باعمل محقق زماں حضرت مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب رحمہ اللہ ۴ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ ۲۶ فروری ۲۰۱۲ء بروز اتوار ہفتہ کی رات قریباً ۳ بجے ۷۱ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اللہ کو پیارے ہوگئے۔ إنا للہ و إنا إلیہ راجعون

مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب رحمہ اللہ مرحوم لکھتے ہوئے قلم کانپتا ہاتھ لرزتا اور جگر پارہ پارہ ہوتا ہے۔ موت قدرت کا ایک ایسا عالمگیر اور اٹل قانون ہے جس سے کسی کو رستگاری نہیں ہے اس دنیا میں آنا جانے کی تمہید ہے۔ جو یہاں آیا وہ ایک دن ضرور جائے گا۔ لیکن بعض موتیں اپنی عظمت کے اعتبار سے ایسی ہوتی ہیں جن کا صدمہ ایک عرصہ تک دلوں کو تڑپاتا ہے۔ قحط علماء کے اس پر آشوت دور میں مولانا حافظ عبدالمنان صاحب رحمہ اللہ کی اچانک موت سانحہ اور جماعتی حادثہ ہے۔ مرحوم کی وفات سے دینی اور مذہبی محاذ پر ایسا خلل پیدا ہوگیا ہے جس کا پر ہونا بظاہر ناممکن ہے۔ حافظ عبدالمنان صاحب رحمہ اللہ مرحوم کی پوری زندگی اسلام کی تبلیغ واشاعت میں گزری۔ آغاز شباب سے دم واپسی تک تقریباً پورے ۷۱ برس وہ اس جہاد میں سرگرم رہے اور نہایت مخلص نیک دل، دردمندانہ انتھک اور پرسوز مبلغ تھے۔ ان کا بیان عالمانہ، فاضلانہ، محققانہ، عام فہم سادہ اور پرسوز ہوا کرتا تھا۔ وہ اپنے اخلاص للّٰہیت، مجاہدانہ عزم اور پرخلوص دینی خدمات کی وجہ سے عوام وخواص میں بے حد مقبول اور ہر دل عزیز تھے تبلیغی پروگرام میں ایفائے عہد اور پابندی وقت ان کی زندگی کا خاص روشن پہلو تھا۔ مولانا حافظ

عبدالمنان نورپوری صاحب رحمہ اللہ متنوع خوبیوں اور بہت سے اوصاف حمیدہ کے جامع تھے۔ایسے باکمال مجاہد عالم، محدث، محقق، مفکر ہمیشہ پیدا نہیں ہوتے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے بسی پے روتی
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حافظ صاحب کو پندرہ فروری بروز بدھ ۸ بجے رات عشاء کے نزدیک فالج کا شدید حملہ ہوا شیخ زید ہسپتال میں ۱۱ دن علاج کی امکانی کوششوں پر نوشتہ تقدیر غالب آیا، ۲۶ فروری ۲۰۱۲ء بروز اتوار ہفتہ کی درمیانی رات ۳ بجے روح پرواز کر گئی۔ أللهم اغفرله وارحمه

۲۶ فروری ۴ بجے شام جناح پارک گوجرانوالہ میں جامعہ محمدیہ کے نزدیک حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری رحمہ اللہ کا جنازہ پڑھایا گیا نماز جنازہ حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب نے پڑھائی اکثر لوگوں کا بیان ہے کہ گوجرانوالہ کی تاریخ میں ایسا عظیم جنازہ کبھی نہیں ہوا جنازے کا عظیم اجتماع حضرت مولانا حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری رحمہ اللہ کی عظمت اور مقبولیت کا آئینہ دار تھا۔

مولانا حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری رحمہ اللہ نے اپنے پیچھے سوگواروں کے علاوہ بیوہ اور آٹھ بچے چھ لڑکیاں اور دو لڑکے چھوڑے ہیں بڑا لڑکا حافظ عبدالرحمٰن جو جامعۃ الدعوۃ مریدکے میں مدرس ہے اور چھوٹا حافظ عبداللہ جو زیر تعلیم ہے۔اور حافظ عبدالرحمٰن شادی شدہ ہے۔

مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب رحمہ اللہ مرحوم کے برادر محمد بشیر صاحب اور حافظ صاحب رحمہ اللہ کے پھوپھی زاد بھائی عبدالحفیظ صاحب اور مولانا عبدالوحید ساجد صاحب جو جامعہ اسلامیہ سلفیہ ماڈل ٹاؤن میں مدرس ہیں دعا گو ہیں کہ رب العزت مرحوم کو جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔آمین

26 فروری 2012ء کو محبانِ علم وفضل پر خصوصاً اور جماعتِ اہل حدیث پر عموماً یہ خبر بجلی کی طرح گری کہ اُستاذ العلماء حافظ عبدالمنان محدث نورپوری رحمہ اللہ عالم فانی سے رخصت ہوگئے ہیں۔ إنا لله وإنا إليه راجعون، إن لله ما أعطىٰ ولله ما أخذ ولكل عنده بأجل مسمى اللهم ارفع درجته في المهديين واخلفه في عقبه في الغابرين .

راقم الحروف کو اپنے رُفقائے کرام: حافظ محمد شریف، حافظ عبدالغفار ریحان، حافظ عبدالجبار مدنی اور حافظ محمد امین کے ہمراہ 1977ء سے 1979ء کے دوران ان کے ہاں زیرِ تعلیم رہنے کا موقع ملا اور ہم نے ان کو گوناگوں خوبیوں سے متصف پایا۔ والدین نے ان کا نام خوشی محمد رکھا تھا، جو بعد میں حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی کے نام عبدالمنان میں تبدیل ہوگیا اور دونوں ناموں کی خوبیاں آپ کے اَندر جمع ہوگئیں۔

چنانچہ آپ حد درجہ خوش اخلاق، خوش پوش، خوش اطوار اور خوش خصال ثابت ہوئے جب کسی سے حال احوال پوچھتے تو فرماتے: خوش ہو.... اللہ نے آپ کو ہر کام خوش اُسلوبی سے سرانجام دینے کی خوبی عطا فرمائی تھی۔ لکھنے بیٹھتے تو خوش نویسی کی حدیں چھونے لگتے، پڑھانے بیٹھتے تو امام مالک رحمہ اللہ کی مجلس کی جھلک دکھائی دینے لگتی، لباس سلائی کرنے بیٹھتے تو درزیوں کو حیران کردیتے۔ درسِ حدیث دیتے تو ترمذی رحمہ اللہ دوراں معلوم ہونے لگتے اور زہد وورع اور علم وفضل اور استدلال میں امام ابوسلمان داؤد بن علی اصفہانی رحمہ اللہ کا نقش ثانی معلوم ہوتے۔ دیانت داری اور ایفائے عہد میں تو کوئی آدمی آپ کا ثانی نہ تھا۔

جس دور میں راقم الحروف حافظ گوندلوی رحمہ اللہ کے ہاں بخاری شریف پڑھتا تھا، اس دور میں حضرت محدث نور پوری کے گھر سے فتح الباری کی پہلی تا آخری جلد لانے اور واپس دینے کی ذمہ داری راقم پر تھی۔ چنانچہ میں جب بھی آپ کے گھر جاتا، آپ کچھ کھلائے پلائے بغیر واپس نہ آنے دیتے۔ چنانچہ برادرِ عزیز عبدالرحمٰن ثانی بن حضرت محدث نور پوری کو سکھایا گیا تھا کہ جب بھی کوئی مہمان بیٹھک میں آئے تو بغیر پوچھے گھر میں جو پھل، مشروب یا کھانا موجود ہو حاضر کر دینا ہے۔ چنانچہ برادرِ عزیز فوراً گھر جاتے اور گھر میں موجود مشروب یا پھل لے آتے۔ جب کوئی مہمان آپ کو یہ کہتا کہ حضرت میں تو اِسی مدرسہ یا اسی کالونی سے ہر چوتھے یا آٹھویں دن آتا ہوں تو آپ یہ تکلف کیوں فرماتے ہیں، تو آپ فرماتے: دیکھو یہ ناسمجھ بچہ ہے، اب یہ لے ہی آیا ہے تو آپ تناول فرما لیں، آپ ایک دو گلاس پی لیں گے یا دو چار لقمے کھالیں گے تو اس بہانے ہمیں اللہ سے اجر مل جائے گا۔ اکرام الضیوف کی ایسی مثال آپ کو سوائے چند علما کے، کہیں نہ ملے گی۔ ایسے علما میں سرفہرست میرے اُستاذ مولانا محمد یوسف آف راجووال رحمہ اللہ بھی ہیں، ان کو اللہ نے اس نیکی کا وافر حصہ عطا فرمایا ہوا ہے۔

لوگوں کا آپ کی ذات پر اعتماد کا یہ عالم تھا کہ اُس دور میں ایک دیو بندی گھرانے نے اپنے لیے شاندار کوٹھی بنوانی شروع کی۔ جونہی وہ کوٹھی مکمل ہوئی تو ان کا سعودی عرب سے دو سال کا ویزا آ گیا اور اس گھرانے کو سعودی عرب جانا پڑ گیا۔ ادھر اس دور کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے حکم جاری کر دیا کہ جو شخص جس کسی مکان میں بھی بیٹھا ہے وہ اس کا مالک ہے۔ اب اس گھرانے نے اس خدشے کے پیش نظر کہ کوئی ہماری کوٹھی پر قبضہ نہ کر لے، حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ ہماری کوٹھی میں عارضی رہائش اختیار کر لیں اور ہمارے واپس آنے سے ایک دن قبل خالی کر دیں۔ آپ نے فرمایا: دیکھو بھائی! میرے پاس حافظ محمد شریف سیالکوٹی کے بیٹوں کا مکان ہے اور اُنہوں نے مجھے کہا ہے کہ حافظ صاحب آپ ہمارا مکان کرایہ پر لے لیں اور تیس روپے کرایہ دیتے رہیں۔ آپ ساری عمر اس میں رہائش رکھیں تو ہم تیس روپے سے اکتیس روپے تک بھی کرایہ نہ بڑھائیں گے اور جس دن آپ نے ہمارا مکان خالی کر دیا، ہم اسے ایک دن بھی اپنے پاس نہ

رکھیں گے اور اسے فروخت کر دیں گے۔ کرایہ معمولی ہے اور میں آرام سے رہ رہا ہوں اور کرایہ بھی ادا کر رہا ہوں۔ لہٰذا آپ مہربانی فرما کر کوٹھی کسی اور شخص کو دے دیں اور مجھے یہیں گزارا کرنے دیں۔ اس کنبے کے سربراہ نے کہا : نہیں حافظ صاحب ہم آپ کے علاوہ کسی کو نہیں دیں گے اور آپ سے کرایہ بھی نہیں لیں گے۔ آپ نے فرمایا : برادرمن اگر خدانخواستہ آپ کا وہاں دل نہ لگا اور آپ دو ماہ بعد واپس آ جائیں تو پہلا مکان بھی ہاتھ سے نکل جائے گا اور مجھے آپ کی کوٹھی سے نکل کر کوئی اور مکان تلاش کرنا پڑے گا۔ اس نے عرض کیا کہ حافظ صاحب کم از کم دو سال تک تو ہم وہاں رہیں گے، خواہ دل لگے یا نہ لگے۔ لہٰذا آپ مہربانی فرمائیں اور بغیر کرایہ کے ہی ہماری کوٹھی میں تشریف لے آئیں۔ چنانچہ میں اس دور میں دو سال تک اسی کوٹھی میں حاضری دیتا رہا۔ آپ نے اس کوٹھی سے متصل ان کے پلاٹ میں باغیچہ بنا دیا اور صبح وشام اسے پانی دیتے اور وہیں مہمانوں کو وقت دیتے تھے۔

چنانچہ دو سال بعد اُنہوں نے آپ کو کوٹھی خالی کرنے کی اطلاع دی تو آپ نے اس کوٹھی کو رنگ وروغن کروایا اور خود حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ کے مکان پر رہائش لے گئے۔ چنانچہ کوٹھی کا مالک اپنے کنبے سمیت رات بارہ ایک بجے کوٹھی پر آیا تو آپ نے چابی اُن کے حوالے کی اور اپنے نئے کرائے کے مکان پر چلے گئے۔ صبح ہوئی تو کوٹھی کا مالک اور اس کا کنبہ کوٹھی کی آرائش اور ساتھ والے پلاٹ میں پھولوں بھرا باغیچہ دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ چنانچہ کوٹھی کا مالک دو ماہ ٹھہر کر پھر واپس سعودی عرب جانے لگا تو چابیاں لے کر پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور اپنی کوٹھی میں رہائش رکھنے کی پیشکش کر دی۔ آپ نے فرمایا: کہ اب میرا اپنا مکان بن گیا ہے لہٰذا اب میں وہاں رہائش کرنے کا ارادہ کر چکا ہوں۔ آپ کسی اور مسلمان پر احسان کر دیں، وہ کہنے لگے کہ ہمیں آپ کے علاوہ کسی پر اعتماد نہیں ہے اور پھر آپ نے اپنا مکان بھی تو کسی سے قرض لیکر بنایا ہے لہٰذا آپ اپنا مکان کرایہ پر دے کر اپنا قرض اُتار لیں اور ہماری کوٹھی بغیر کرائے کے لے لیں۔

چنانچہ آپ دوبارہ اس کوٹھی میں رہائش لے آئے اور چھ سال تک اس میں رہائش رکھی۔ چھٹے سال بعد مالکان واپس آئے تو آپ اپنے مکان میں تشریف لے گئے اور اُن کی کوٹھی ان کے حوالے کر دی۔ آپ کے حسن اخلاق، ایفائے عہد اور عمدہ برتاؤ سے متاثر ہو کر وہ گھرانہ اہلحدیث ہو گیا اور

اُنہوں نے اپنی بیٹی کا رشتہ آپ کے برادرِ نسبتی حافظ عبدالوحید کو دے دیا۔ میں نے یہ قصہ اس لیے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ دیگر علماء کو بھی اسی طرح کا اخلاق اور کردار اپنانا چاہیے تاکہ لوگ ان کے حسن کردار سے متاثر ہو کر خالص اور باعمل مسلمان بن جائیں۔

آپ کی زندگی اس طرح کے اوصاف سے بھری پڑی ہے۔ آپ کے دل میں حج بیت اللہ کی شدید اُمنگ تھی۔ اللہ نے اس کا سبب یہ بنایا کہ ایک صاحبِ خیر نے حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا۔ لیکن وہ چاہتا تھا کہ میں کسی عالم دین کے ہمراہ حج کروں جو ہمیں صحیح معنوں میں مناسکِ حج ادا کرائے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی نظرِ انتخاب حضرت محدث نور پوری پر ڈال دی اور اُس نے آپ کو اپنے ساتھ حج کرنے اور اس کے اخراجات اپنی جیب سے ادا کرنیکی پیشکش کر دی لیکن جب رقم کا حساب کیا تو اُن دونوں میاں بیوی کے علاوہ تیسرے ساتھی حافظ صاحب کے حصے کی رقم حج سے کم اور عمرے کے اخراجات کے برابر تھی۔

حافظ صاحب نے اس کا حل یہ پیش کیا کہ میں عمرے پر چلا جاتا ہوں اور عمرے کے بعد وہیں بیت اللہ میں ہی موسم حج تک رہوں گا اور جب حج کی پروازیں شروع ہوں گی تو میں آپ کو جدہ ایئر پورٹ سے لینے آ جاؤں گا اور ہم سب مل کر حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر لیں گے، چنانچہ اُنہیں یہ تجویز پسند آئی اور اس طرح فریضہ حج بیت اللہ بھی ادا ہو گیا۔ سچ ہے کہ **من کان للہ کان اللہ لہ** جو اللہ کا ہو گیا، تو وہ اسے خوب کافی ہے۔

اس طرح سرگودھا کے کسی صاحب نے جو پہلے حج کر چکا تھا اور اسے اپنے مناسکِ حج کی صحیح معنوں میں ادائیگی کا یقین نہ تھا، دوبارہ حج کی نیت کی اور چاہا کہ میں حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کی معیت میں حج کروں تاکہ میرا حج صحیح معنوں میں مبرور ہو جائے۔ چنانچہ اس نے حضرت حافظ صاحب کو اپنے عزم کی اطلاع دی اور حافظ صاحب کے حج کے اَخراجات اٹھانے کی حامی بھر لی اور اُس نے خود ہی ویزہ وغیرہ لگوا کر آپ کو مطلع کر دیا۔ آپ نے جامعہ محمدیہ کی انتظامیہ سے چھٹی کی درخواست کی تو اُنہوں نے معذوری ظاہر کی کہ آپ نے حج اسلام تو کر لیا ہے اور اس دفعہ پھر حج پر جانے سے طلباء کی پڑھائی کا حرج ہو گا۔ آپ نے فرمایا: اب وہ صاحب ویزہ لگوا چکے ہیں اور

اَخراجاتِ حج بھی جمع کروا چکے ہیں اس غریب کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچائیں اور مجھے اس کے ساتھ حج کرنے دیں۔ چنانچہ انتظامیہ نے یہ تجویز قبول کرلی۔

جب آپ حج کرکے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن ثانی نے آپ کو اِطلاع دی کہ مدرسے کے خزانچی نے باقی مدرّسین کو پچھلے ماہ کی تنخواہ دے دی ہے اور آپ کے تدریسی ماہ کی تنخواہ بھی نہیں دی، آپ نے جوابی خط لکھا کہ آپ خزانچی کے پاس تنخواہ لینے بھی نہ جائیں، میں آپ کی والدہ کے پاس اتنی رقم چھوڑ آیا ہوں جو اَڑھائی تین ماہ کے اخراجات کے لیے کافی ہے اور میں نے اس جامعہ میں آٹھ دس سال تک مفت کھا کر پڑھا ہے اور پھر وہیں پڑھایا بھی جس کی وہ تنخواہ دیتے رہے ہیں۔

اتفاق سے یہ خط صاحبزادے عبدالرحمٰن ثانی کے بجائے خزانچی جامعہ نورالدین کے ہاتھ آ گیا اور اس نے اس کی فوٹو کاپی کروا کر اصل خط صاحبزادے کو دیا اور فوٹو کاپی انتظامیہ کو دے دی۔ خط پڑھ کر منتظمین کا دل باغ باغ ہوگیا اور اُنہوں نے فیصلہ کرلیا کہ ہم اُن کی تنخواہ برابر جاری رکھی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر ابوسلمان داؤد بن علی اصفہانی رحمہ اللہ کی طرح زہد وورع اور حق گوئی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ میں دو خوبیاں تو ایسی تھیں جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں اور وہ تھیں : حلم اور وقار۔ آپ مخالف کی بات پر کبھی غصہ نہیں کرتے تھے۔ آپ اپنے والدِ گرامی قدر جناب عبدالحق کا بے حد احترام کرتے تھے اور اپنے ہر خط کے اختتام پر ابن عبدالحق بقلمہ رقم فرماتے اور اپنے اَساتذہ کا احترام تو اُن کے خمیر میں گندھا ہوا تھا۔

آپ کے وقار کا عالم ہزاروں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، آپ جب کبھی بازار سے گزر کر جامعہ اہل حدیث چوک نیائیں گوجرانوالہ میں خطبہ دینے جاتے تو دوکاندار اور راہ گیر احترام سے کھڑے ہو کر مصافحہ کرتے اور آپ ہر واقف اور ناواقف سے اس طرح ملتے، گویا ان کے درمیان سالہا سال سے تعارف ہے۔ جہاں کہیں جانا ہوتا، اکیلے ہی چل پڑتے اور ہٹو بچو کہنے والوں کو کبھی ساتھ نہ لے جاتے۔ البتہ یہ الگ بات ہے کہ ان کے قدموں کی خاک کے پیچھے چلنے والوں کی کمی نہ

ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں اپنے روحانی فرزندوں سے ملنے آئے تو طلباءِ جامعہ سلفیہ کا جم غفیر آپ کے پیچھے پیچھے چل کر آپ کوالوداع کرنے جا رہا تھا۔ یہ روح پرور، ایمان افروز اور علم کی قدردانی کا منظر دیکھ کر رئیس التجار صوفی احمد دین صاحب (انصاف ٹیکسٹائل ملز فیصل آباد والے) صدر جامعہ سلفیہ میاں فضل حق رحمہ اللہ صاحب سے پوچھنے لگے کہ یہ کونسی شخصیت ہے جن کے قدموں کی دھول کے پیچھے اتنے سارے طلبہ چل رہے ہیں۔؟

تو میاں صاحب نے جواب دیا کہ آپ کو پتہ نہیں یہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کے بڑے سینئر استاد ہیں۔ مجھے تو ان کا درسِ بخاری سن کر شیخ زملکانی کے اَشعار یاد آ جاتے ہیں جو اُنہوں نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی مدح میں کہے تھے:

ماذا يقول الواصفون له؟
وصفاته جلت عن الحصر
هو حجة الله قاهرة
هو بيننا أعجوبة الدهر
هو آية في خلق ظاهرة
أنواره أربت على الفجر

آپ طلبہ میں علمی رجحان کی بڑی حوصلہ اَفزائی کیا کرتے تھے۔ راقم الحروف کو اہم نصابی کتب میں سے کتبِ تاریخ کے مطالعہ کا بڑا شوق تھا اور میں جب البدایۃ والنہایۃ کا مطالعہ کیا کرتا تو آپ نے مجھے تطہیر تاریخ پر کام کرنے کی ترغیب دی جس کا میں نے خوب اثر لیا۔ میں نے مطالعہ تو خوب کیا لیکن اس پر بھر پور اَنداز میں کام نہیں کر سکا، البتہ ایک کتاب بنام صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین (بعثتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعہ کربلا تک) پر کام کر چکا ہوں جو ہندوستان میں چھپ چکی ہے اور پاکستان میں بھی مل سکتی ہے۔

آپ کے تلامذہ

حضرت حافظ صاحب جس طرح خود بہت سی خوبیوں سے مالا مال تھے۔اس طرح ان کے چند شاگرد بھی اپنی مثال آپ ہیں اور صحیح معنوں میں ان کا صدقہ جاریہ ہیں :

1۔حافظ محمد امین صاحب بن مولانا محمد یعقوب شیخ الحدیث دارالعلوم اوڈانوالہ،آپ بڑے ذہین اور فہیم عالم باعمل ہیں اوردارالسلام کی بڑی وقیع کتابوں کے مترجم ہیں۔

2۔حافظ محمد شریف صاحب بن چوہدری فتح محمد، مدیر مرکز التربیۃ الاسلامیۃ فیصل آباد،آپ اسلاف کا نمونہ ہیں،فہم قرآن وحدیث اور اُصول حدیث وتفسیر وفقہ وکلام میں ید طولیٰ رکھتے ہیں،آپ جامعہ سلفیہ میں اوّل پوزیشن لے کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور وہاں یونیورسٹی بھر میں دوم پوزیشن لے کر، بغیر تقرری کی درخواست کیے ہی پاکستان آ گئے ۔آپ کے یہاں پہنچنے کے بعد یونیورسٹی کی انتظامیہ کراچی میں آ کر آپ کے کاغذات لے گئی اور آپ کو وزارتِ مذہبی اُمور ودعوت وارشاد، سعودی عرب کی طرف سے داعی مقرر کردیا گیا۔

3۔مولانا محمد رمضان سلفی ﷿، نائب شیخ الحدیث جامعہ لاہور اسلامیہ، گارڈن ٹاؤن لاہور، آپ بڑے وسیع المطالعہ اورکہنہ مشق استاذ ہیں۔ دورانِ تعلیم محنتی طالب علموں میں شمار ہوتے تھے۔اب الحمدللہ بڑے مہمان نواز اور قابل استاذ ہیں اورطلبہ حدیث سے بڑی محبت رکھتے ہیں۔

4۔حافظ عبدالغفار ریحان،آپ کی دینی خدمات بھی قابل ستائش ہیں۔اشاعتِ علم کے دل دادہ ہیں اورایک بڑے مدرسے کے منتظم ہیں۔

5۔مولانا عبدالرحمٰن یوسف ﷿، آپ معروف عالم دین مولانا محمد یوسف آف راجووال کے بیٹے ہیں ۔بہت خوش نویس اور ماہر تعلیم ہیں اورکراچی میں استاد ہیں،متعدد کتابوں کے مترجم بھی ہیں۔

6۔مولانا عبدالجبار مدنی ،آپ مدینہ یونیورسٹی کے فاضل اور جامعہ قدس اہل حدیث چوک دالگراں میں مدرّس ہیں۔ بڑی مرنج مرنجان طبیعت کے مالک اورنہایت سادگی پسند ہیں۔

7۔حضرت مولانا حافظ عبدالغفار روپڑی ، امیر جماعت اہل حدیث پاکستان: آپ ان لوگوں میں شامل ہیں جنہیں بڑی دیر سے غصہ آتا اور بڑی جلدی کافور ہوجاتا ہےاوردونوں بھائیوں کی محنت سے جامعہ قدس چوک دالگراں دوبارہ جوان ہوگیا ہے۔

8۔مولانا عنایت اللہ امین ڈاہروی آپ دارالحدیث راجووال میں مدرّس ہیں اور رہر کھالی میں خطیب ہیں۔

علاوہ ازیں ہزراوں طلبہ اور سینکڑوں علمائے دین جو پاکستان ، افغانستان ،بلتستان ،عرب امارات ، سعودی عرب، بنگلہ دیش اور ہندوستان میں دعوتِ دین کے کام میں مصروف ہیں، آپ کے روحانی فرزند اور آپ کا صدقہ جاریہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اُن کی تالیفات : چشمہ فیض ، احکام ومسائل اور ارشاد القاری وغیرہ کتب کو نافع خلائق بنائے۔

ہمارے ممدوح مولانا عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کی زندگی کی طرح اُن کا آخرت کا سفر بھی عظیم الشان تھا۔ جناح پارک متصل جامعہ محمدیہ، گوجرانوالہ میں ہر سو متشرع اور باعمل مسلمانوں کا جم غفیر نظر آتا تھا۔ اطراف واکناف سے جمع ہونے والے توحید کے پروانوں کا بہت بڑا اجتماع تھا جو آپ کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے موجود تھا۔ مولانا مرحوم کی عظیم الشان محنت کے اثرات اُن کے پیروکاروں کی صورت میں اُن سے والہانہ محبت میں جلوہ افروز ہو رہے تھے۔ جناح پارک کے جوانب میں موجود گھروں کی بالکونیاں اہل علاقہ اور خواتین سے بھری پڑی تھیں اور سب حیرانی سے دیکھ رہے تھے کہ کیسا عالم جلیل آج دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ان کا جنازہ دین کے لئے اپنی زندگی بِتانے والوں کے لئے سکون واطمینان کا باعث اور دنیا پرستوں کے لئے نقارہ خدا تھا کہ جو لوگ اللہ کے لئے اپنی ہر صلاحیت صرف کر دیتے ہیں، دنیا کس طرح اُن سے بے لوث محبت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے ، اُن کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور دین کے دیگر خدام کو بھی ان جیسا علم وعمل نصیب فرمائے۔ آمین یا ربّ العلمین

میرے پیارے نانا جان جو کہ بہت ہی خیال کرنے والے ابو جان تھے جو بھی ان کو کہتا تھا وہ مانتے تھے جب بھی میں کسی سفر پر جاتا تو مجھے اپنی گود میں بٹھایا کرتے تھے میں شرماتا ہوا اور آگے ہو جاتا پھر مجھے اپنے سینے کے ساتھ لگا لیتے تھے میں ان سے قرآن پڑھتا تھا اٹک یا غلطی پر مجھے بالکل بھی ڈانٹتے نہیں تھے۔ میں خوشی سے ان کے پاس پڑھتا تھا میں حساب کتاب ان سے پڑھتا تھا اور جس سوال کی مجھے سمجھ نہ لگتی وہ مجھے تفصیل سے سمجھا دیتے تھے تو اگر مجھے کسی سوال کی سمجھ نہ آتی تو کہتے واہ بھئی معاویہ اور مجھے یہ بھی کہتے تھے کہ آپ قرآن مجید ان شاء اللہ جلدی حفظ کر لو گے اور کہتے تھے جلدی جلدی شروع کر لو ایک یا دو آیت یاد کر لیا کرو اور میری انگلی پکڑ کر مجھے مسجد میں لے کر جایا کرتے تھے اور میں ان کے ساتھ جمعہ پڑھنے بھی جایا کرتا تھا اور انہوں نے مجھے ایک تقریر لکھ کر دی تھی وہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز فرض ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واقیموا الصلاۃ واتوا الزکاۃ وارکعوا مع الراکعین اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ صحیح بخاری میں ایک اعرابی نے حضور سے پوچھا ماذا فرض اللہ علی من الصلاۃ اللہ تعالیٰ نے نماز سے مجھ پر کیا فرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "خمس صلوات فی الیوم واللیلۃ" دن رات میں اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں پھر یہ نماز صرف فرض ہی نہیں بلکہ اسلام و ایمان کی بنیادی رکنوں میں ایک اہم رکن ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جسے امام بخاری نے صحیح بخاری میں روایت فرمایا ہے۔ "بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ واقام الصلاۃ وایتاء الزکاۃ وصوم رمضان والحج" اسلام کی پانچ چیزوں پر بنیاد رکھی گئی ہے گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول و پیغمبر ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکاۃ دینا اور رمضان کا

روزہ رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "فان تابوا واقاموا الصلاۃ واتوا الزکاۃ فاخوانکم فی الدین" تو اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکاۃ دیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ جن چیزوں پر اسلام و ایمان کا دار و مدار ہے ان میں نماز بھی شامل ہے تو جو باقاعدہ مواظبت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے وہ اپنا فریضہ ادا کرتا ہے اپنے ایمان و اسلام کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے ساتھ ساتھ اجر و ثواب بھی حاصل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "من جاء بالحسنة فله عشر امثالها" جو ایک نیکی لاتا ہے تو اس کے لیے اس کی دس مثلیں ہیں تو اس طرح نمازی دن رات میں پانچ نمازیں پڑھے گا اور اس کے اعمال نامہ میں ۵×۱۰ پچاس نمازیں لکھی جائیں گی صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "هن خمس وهن خمسون" وہ پانچ ہیں اور وہ پچاس ہیں۔ مسند احمد میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "من حافظ على الصلوات الخمس كان على الله عهد ان يدخله الجنة" جو کوئی پانچ نمازوں پر محافظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ پر عہد ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے۔

کتبہ ابن عبدالحق

۲۸/۱/۱۴۳۳ھ سرفراز کالونی۔ گوجرانوالہ

میں ابو جی کے پاس پیسے لینے گیا تو ابو جی نے کہا کیا کرنے ہیں میں نے کہا چیز لینی ہے ابو جی نے کہا کیا لینا ہے۔ میں نے کہا پاپڑ تو ابو جی نے کہا ...... کھاؤ پاپڑ تے جاؤ آکڑ ...... اسی طرح ہم سے ہنسی مذاق کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کی قبر کو جنت کا باغیچہ بنائے آمین۔ اور ہمیں بھی قرآن وسنت پر زندگی بسر کرنے کی توفیق دے اور مجھے بھی عالم باعمل بنائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللهم بارك لى فى علمى و عملى رب زدنى علما. غض بصر میں ابو جی کا اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق عمل تھا جب بھی راستے میں کوئی عورت گزر رہی ہوتی نظر نیچی کر کے گزر جاتے گھر میں کوئی غیر عورت آجاتی تو اس حدیث پر عمل تھا اتقوا النساء آپ بہت پرہیز کرتے تھے۔

جامعہ اسلامیہ سلفیہ کی سنگ بنیاد

امام العصر حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی علمی اور حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ کی عملی یادگار جامعہ اسلامیہ سلفیہ ملحق جامع مسجد مکرم اہلحدیث ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ کی سنگ بنیاد سب سے پہلے 26 دسمبر 1975ء بمطابق 22 ذوالحجہ 1395ھ کو مولانا حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ کی سرپرستی میں ریاض الخطیب (سفیر سعودی عرب) نے رکھی اور افتتاحی خطبہ جمعۃ المبارک مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ نے پڑھایا۔الحمدللہ اس دن سے تاہنوز جامعہ ھذا مسلسل ترقی وارتقاء کی منازل کو طے کرتے ہوئے دین حنیف کی خدمت میں مصروف عمل ہے۔ **فللہ الحمد**

شعبہ علوم اسلامیہ (درس نظامی)

اساتذہ کرام ادارے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں الحمدللہ جامعہ ھذا میں تمام علوم وفنون میں رسوخ رکھنے والے اور محنتی اساتذہ موجود ہیں جو غلبہ اسلام کے جذبہ سے سرشار ہوکر اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

شعبہ علوم اسلامیہ (درس نظامی) میں تدریسی خدمات سرانجام دینے والے اساتذہ کرام

۱......الشیخ عبدالوحید ساجد حفظہ اللہ   (شیخ الحدیث جامعہ ھذا ابرادرِ نسبتی حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ)

۲......مولانا ذوالفقار احمد ذکی حفظہ اللہ   (مدرس + ناظم جامعہ ھذا)

۳......مولانا محمد مالک بھنڈر حفظہ اللہ   (مدرس)

۴......مولانا رحمت اللہ شاکر حفظہ اللہ   (مدرس)

۵......مولانا شمس الدین حفظہ اللہ (مدرس)

٦......مولانا عثمان اسماعیل سلفی حفظہ اللہ (مدرس)

۷......مولانا مجیب الرحمٰن سیاف حفظہ اللہ (مدرس)

۸...... مولانا محمد عظیم حاصل پوری حفظہ اللہ (مدرس+ مدیر مجلّہ المکرّم+مسؤل مکتبۃ المکرّم)

۹......مولانا محمد یٰسین ہزاروی حفظہ اللہ (مدرس)

۱۰......مولانا یحییٰ طاہر حفظہ اللہ (مدرس+مسؤل مکتب جامعہ ھذا)

شعبہ تجوید وقرأت

شعبہ تجوید وقرأت میں تدریسی خدمات سرانجام دینے والے اساتذہ کرام

۱......قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری حفظہ اللہ (صدر مدرس شعبہ تجوید وقرأت)

۲......قاری محمد ابوبکر المنشاوی حفظہ اللہ (مدرس)

شعبہ تحفیظ القرآن

شعبہ تحفیظ القرآن میں تدریسی خدمات سرانجام دینے والے اساتذہ کرام

۱......قاری احسان اللہ اولکھ حفظہ اللہ (صدر مدرس شعبہ تحفیظ القرآن)

۲......قاری عبدالسلام سیاف حفظہ اللہ (مدرس)

۳......قاری محمد شاہد محمود عاصم حفظہ اللہ (مدرس)

۴......قاری مجیب الرحمٰن حفظہ اللہ (مدرس)

۵......قاری عتیق الرحمٰن حفظہ اللہ (مدرس+امام مسجد مکرم)

٦......قاری لقمان محمدی حفظہ اللہ (مدرس)

شعبہ ناظرۃ القرآن

جامعہ ھذا میں مقامی طلباء کے لیے شعبہ ناظرۃ القرآن بھی قائم کیا گیا ہے جس کی کلاس صبح نماز فجر اور شام نماز مغرب کے بعد ہوتی ہے۔جس میں تدریسی خدمات مولانا اعجاز الحق صدیقی حفظہ اللہ اور مولانا

عزیز الرحمٰن حفظہ اللہ سرانجام دے رہے ہیں۔

شعبہ ترجمۃ القرآن

روزانہ نماز مغرب کے بعد شیخ الحدیث مولانا قاری محمد سعید کلیروی حفظہ اللہ ترجمہ قرآن کلاس میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

شعبہ تعلیم بالغاں

نماز عشاء کے متصل بعد یہ شعبہ بڑی عمر کے بزرگ احباب کے لیے قائم کیا گیا ہے تا کہ وہ اس میں قرآن مجید کو صحیح قواعد وضوابط کے ساتھ پڑھنا سیکھ سکھیں۔اس میں قاری عتیق الرحمٰن صاحب تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

شعبہ تعلیم نسواں

اس شعبہ کے تحت مقامی بچیوں کے لیے ناظرہ، ترجمہ، دعائیں اور حدیث پڑھانے کا انتظام ہے جس کی کلاس بعد از نماز فجر اور عصر ہوتی ہے نیز جامعہ کی سابقہ لائبریری میں الھدیٰ انٹرنیشنل اسلام آباد کی طرف سے بھی خواتین کی تعلیم وتربیت پر مختلف کورسز جاری رہتے ہیں۔

شعبہ نشر واشاعت

اس شعبہ کے تحت جامعہ ھذا کا سہ ماہی مجلّہ المکرّم جاری ہوتا ہے جس کا پہلا شمارہ مارچ 2009 کو جاری ہوا تھا علاوہ ازیں اس کے تحت مختلف کتب عوام الناس کے لیے تقسیم کی جاتیں ہیں۔مثلاً رسول اکرم ﷺ کی نماز، پیارے رسول ﷺ کی پیاری دعائیں، حصن المسلم، دعائیں التجائیں اور راہنمائے حج وعمرہ وغیرہ۔

شعبہ دارالافتاء

عوام الناس کو درپیش مسائل کے حل کے لیے یہ شعبہ کام کررہا ہے جس کے انچارج مولانا محمد یحییٰ طاہر صاحب ہیں جو ہمہ وقت جامعہ ھذا کے مین آفس میں موجود ہوتے ہیں۔پوچھے گئے سوالات کے

جوابات اور فتوی دینے کے فرائض جامعہ کے شیخ الحدیث مفتی عبدالوحید ساجد حفظہ اللہ سرانجام دیتے ہیں۔

طلباء کی تربیت

طلباء کے لیے بہترین نصاب، بلند معیار تعلیم اور مشفق ومحنتی اساتذہ کی نگرانی میں اعلی تربیت کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔جس کے لیے نماز فجر کے بعد روزانہ حافظ اسعد محمود سلفی حفظہ اللہ بترتیب درس قرآن اور نماز عصر کے بعد اللؤلؤ والمرجان کی ایک حدیث کا درس بتشریح مولانا محمد عظیم حاصل پوری صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔جس سے طلبہ کی کردار سازی ہوتی ہے اور انہیں بہترین علمی وعملی ماحول مہیا ہوتا ہے۔اور عوام الناس بھی مستفید ہوتے ہیں روزانہ اسباق کا آغاز مولانا شمس الدین صاحب اور مولانا ذوالفقار احمد ذکی صاحب کی نگرانی میں اسمبلی سے ہوتا ہے جس میں تلاوت قرآن مجید، حمد ونعت اور واعظ ونصیحت کی جاتی ہے۔

مقالات طلبا جامعہ ھذا

جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن کے لیے یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ ہر سال بخاری سے سند فراغت پانے والے طلبا اپنے اپنے مقالہ جات پیش کرتے ہیں جن کو الحمدللہ کتابی شکل میں شائع کر دیا جاتا ہے۔۲۰۰۵ء سے ۲۰۱۲ تک لکھے جانے والے مقالہ جات کی فہرست یہ ہے۔

۱۔روئے زمین پر جنت کا باغ	کاوش	مولانا ساجد محمدی حفظہ اللہ
۲۔جنت کی خوشبو	کاوش	مولانا ابوانس محمد اویس حفظہ اللہ
۳۔خوشی میں مومن کا کردار	کاوش	مولانا آصف الرحمٰن حفظہ اللہ
۴۔میں ضامن ہوں	کاوش	مولانا حمزہ بن ارشد حفظہ اللہ
۵۔جنتی آنکھ	کاوش	مولانا ضیاء الرحمٰن حفظہ اللہ
۶۔سفارش کون کرے گا......؟	کاوش	مولانا سفیان ارشد حفظہ اللہ
۷۔امثال القرآن	کاوش	مولانا قاری محمد دلاور سلفی حفظہ اللہ
۸۔امثال الحدیث	کاوش	مولانا قاری محمد دلاور سلفی حفظہ اللہ

۹۔ثلاثیات بخاری	کاوش	مولانا محمد حسنین شاکر زبیری حفظہ اللہ
۱۰۔وہ قرآن سن کے روئے	کاوش	مولانا حافظ نعیم الرحمٰن مکی حفظہ اللہ
۱۱۔رشتے کیسے ملائیں..؟	کاوش	مولانا غضنفر اقبال چغتائی حفظہ اللہ
۱۲۔انبیاء کے خواب	کاوش	مولانا ضیاء اللہ سلفی حفظہ اللہ
۱۳۔جیسا کروگے ویسا بھروگے	کاوش	مولانا قاری محمد اعظم حفظہ اللہ
۱۴۔بہترین اور بدترین	کاوش	مولانا ابوبکر اسماعیل حفظہ اللہ
۱۵۔فداک ابی وامی	کاوش	مولانا ابوبکر اسماعیل حفظہ اللہ
۱۶۔صحابہ رضی اللہ عنہم کا شوق عبادت	کاوش	مولانا محمد ایوب عزام حفظہ اللہ
۱۷۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صفات کے آئینے میں	کاوش	مولانا اعجاز الحق صدیق حفظہ اللہ

نوٹ: ان تمام مقالہ جات کی نگرانی وتہذیب اور تخریج الشیخ محمد عظیم حاصل پوری حفظہ اللہ نے فرمائی ہے۔
(اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں اضافہ فرمائے۔آمین)

نیز تمام کتب مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور، مکتبہ نعمانیہ گوجرانوالہ، ہر اسلامی بک سٹال اور"**مکتبہ المکرم**" مین گیٹ مسجد مکرم ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ کے اسٹال سے بھی باآسانی حاصل کی جاسکتی ہیں۔

اسبوعی اجلاس

اساتذہ کی نگرانی میں ہر بدھ بعد از نماز ظہر تمام طلبہ کے درمیان مختلف موضوعات پر مسابقہ ہوتا ہے مسابقہ کبھی حمد ونعت پر، کبھی تقاریر پر، کبھی نحو وگرامر پر، کبھی اصول وفنون پر اور کبھی کوئز پروگرام پر یہ مسابقہ جات سارا سال جاری رہتے ہیں اس میں اچھی کارکردگی کے حامل طلبہ کو حوصلہ افزائی کے لیے انعامات بھی دیئے جاتے ہیں۔

مکرم لائبریری

طلبہ کی علمی معاونت کے لیے بیسوں موضوعات پر مشتمل وسیع اور کشادہ لائبریری بھی جامعہ ھذا میں

موجود ہے۔

جامع مسجد مکرم

شہر گوجرانوالہ کی سرزمین میں طول وعرض کے اعتبار سے وسیع وعریض مسجد مسجد مکرم بھی اسی جامعہ میں موجود ہے جس میں مدیر جامعہ ھذا اہر دلعزیز خوش الحان مولانا حافظ اسعد محمود سلفی حفظہ اللہ خطبۃ الجمعہ پڑھا تے ہیں۔

خادمین جامعہ ومسجد ھذا

جامعہ ھذا کے خادمین کے انچارج محمد عبداللہ بھائی ہیں اوران کے معاون کل چھ افراد ہیں جو جامعہ ومسجد کے انتظامی امور اور صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھتے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔۱۔یٰسین،۲۔ذوالفقار احمد،۳۔عامر،۴۔عثمان،۵۔حنیف،۶۔مقصود نیز جامعہ ھذا کے تین سو کے لگ بھگ طلباء کے لیے تین وقت کے طعام کے انتظامات کے لیے دو باورچی محمد حسین اور محمد رفاقت کام کررہے ہیں۔

انتظامیہ جامعہ ھذا

انتظامیہ جامعہ ھذا طلباء کے قیام وطعام کا انتظام احسن انداز سے کئے ہوئے ہیں اللہ انکے مال وجان میں برکت عطاء فرمائے اوراسے درجہ قبولیت سے نوازے۔

حضرت الاستاذ محدث نورپوری رحمہ اللہ علوم وفنون میں کامل دسترس رکھتے تھے آپ رحمہ اللہ جہاں ایک کامیاب مدرس تھے وہاں ایک بہترین مصنف بھی تھے۔آپ کی تصانیف کا تعارف ذیل میں اختصار کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے ان شاء اللہ یہ قارئین کے لیے مفید ثابت ہوگا۔

ا۔ إِرْشَادُ الْقَارِیْ إِلٰی نَقْدِ فَیْضِ الْبَارِیْ:

محدث العصر امام حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی فیض الباری پر تنقیدی نوٹ لکھے تھے۔ انھیں حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری رحمہ اللہ نے جمع کیا اور مفید ونفیس اضافے کیے۔ ''کتاب العلم'' کے ''باب میں من أجاب الفُتیا بإشارة الیدو الرأس'' تک کام مکمل کرکے حافظ صاحب نے اپنے شیخ اور استاذ کو پیش کیا، انھوں نے اس کی تحسین فرمائی، بعض مقامات کی تصحیح کی، اور لکھا:...... ''وَ إِنْ تَمَّ کَانَ مُفِیْداً لِلطَّلَبَةِ، وَ أَرْجُوْا أن یُّوَفِّقَهُ اللّٰهُ لِلْإِتْمَامِ'' محمد الکوندلوی ٦/٥/١٤٠١ھ چنانچہ حافظ عبدالمنان صاحب رحمہ اللہ نے اس کام کو جاری رکھا اور اب تک اس کی چار ضخیم جلدیں بڑے سائز میں چھپ چکی ہیں۔۵۴۴ صفحات پر مشتمل پہلی جلد ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء کو ادارہ صیانۃ الحدیث والمحدثین گوجرانوالہ نے شائع کی۔ ہر نقد کی ترتیب کچھ اس طرح سے ہے:

۱۔قَالَ: اس میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی فیض الباری سے اقتباس ہے۔

۲۔أَقُوْلُ: اس کے قائل محدث العصر حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ ہیں۔

۳۔**یقول:** کے بعد حافظ عبدالمنان صاحب کے اپنے زوائد مرقوم ہیں۔

۴۔**بعضُ الناس:** سے مراد اس کتاب میں گوجرانوالہ کے بعض اہل علم مراد ہیں۔

۲۔احکام ومسائل:

تقریباً دو ہزار سوالات کے جوابات پر مشتمل اس کتاب کا تعارف بقلم حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ

''اس میں عقائد سے لے کر زندگی کے تمام معاملات تک کے مسائل شامل ہیں۔ ہر سوال کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دیا گیا ہے۔ یوں شرعی احکام پر مشتمل یہ کتاب رہنمائے زندگی بھی ہے اور علوم ومعارف کا خزینہ بھی، حکمت ودانش کا مرقع بھی اور اسرار وحکم کا گنجینہ بھی، فکر ونظر کا گلدستہ بھی ہے اور قدیم وجدید کا حسین امتیاز بھی۔ اس میں مفسرانہ نکتے بھی ہیں اور محدثانہ شان بھی۔ فقیہانہ استنباط وطرز استدلال بھی ہے اور متکلمانہ انداز بھی۔ عوام کے لیے بھی ایک نہایت مفید کتاب اور علماء وطلباء دینیّہ کے لیے بھی گوہر نایاب۔''

حافظ صاحب رحمہ اللہ کے ایک خاص اور نہایت محنتی شاگرد مکرم (مولانا محمد مالک بھنڈر حفظہ اللہ) نے فقہی ترتیب پر ان خطوط اور ان کے جوابات کو جمع کرنے کا فریضہ انجام دیا اور جناب محمد مسعود لون (ایڈووکیٹ) کے المکتبۃ الکریمیۃ گوجرانوالہ نے اسے شائع کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ پہلی جلد کی ضخامت ۶۳۲ صفحات اور طبع اول ۱۴۲۲ھ ہے۔ بعد ازاں یہ محترم حافظ صلاح الدین صاحب یوسف کی نظر ثانی کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔ دوسری جلد پہلی بار ۱۴۲۷ھ میں ۸۶۴ صفحات پر شائع ہوئی۔ تیسری جلد زیر ترتیب ہے۔

۳۔مراۃ البخاری:

ہر سال حافظ صاحب رحمہ اللہ صحیح بخاری شریف کا سبق شروع کرنے سے قبل علمِ حدیث، کتاب بخاری اور امام بخاری سے متعلق طلّاب کو مفید اور قیمتی معلومات املاء کرواتے یہ انھی معلومات کا مجموعہ ہے، جسے حافظ صاحب کے ایک شاگرد مولانا محمد یونس عتیق حفظہ اللہ وزیر آبادی نے ایڈٹ کیا اور اس کی تخریج کر کے حافظ صاحب کی خدمت میں پیش کی ۲۴۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب پہلی بار ۱۹۹۹ء میں مولانا محمد

طیب محمدی (مدرس جامع شمس الھدیٰ، ڈسکہ ضلع سیالکوٹ) کی کوشش سے منصۂ شہود پر آئی۔

۴۔ زُبْدَۃُ المقترح في عِلْمِ المصطلح:

اصول حدیث، حجیت حدیث اور منکرین حدیث کے چند بنیادی شبہات کے مسکت جواب پر مشتمل یہ کتاب عربی زبان میں لکھی گئی ہے۔ ۵۴ صفحات پر مشتمل اس کتاب کو ادارۃ التحقیقات السّلفیہ گوجرانوالہ نے پہلی بار ۲۰۰۳ء/۱۴۲۴ھ میں شائع کیا۔

۵۔ فصل الخطاب في تفسير فاتحةِ الكتاب:

حافظ صاحب رحمہ اللہ روزانہ سرفراز کالونی سے شہر پہنچتے تھے اور فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید کی تفسیر بیان کرتے تھے۔ یہ سلسلہ ۱۹۹۸ء سے تا دم واپسی جاری رہا۔ یہ کتاب انھیں دروس پر مشتمل ہے، جسے آپ کے لائق شاگرد قاری ولی خان مردانی (مدرس جامعہ سلفیہ اسلام آباد) نے آڈیو کیسٹ سے قرطاس پر منتقل کیا ہے۔ سورۃ فاتحہ کی یہ عظیم الشان تفسیر ۴۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلی بار ۱۴۲۴ھ میں مولانا محمد طیب محمدی نے اسے شائع کرنے کا شرف حاصل کیا۔

۶۔ زُبْدَۃُ التَّفسیر لِوَجْهِ التَّفْسِير:

اصول تفسیر کے مباحث پر مشتمل یہ کتاب عربی زبان میں ۷۰ صفحات پر محیط ہے۔ ادارۃ التحقیقات السّلفیہ نے اسے پہلی بار ۲۰۰۴ء/۱۴۲۴ھ میں شائع کیا۔

۷۔ خطبات نور پوری:

مسائل جنازہ سے متعلق حضرت حافظ صاحب کے چالیس خطبات کا مجموعہ ہے۔ اسے کیسٹ کی مدد سے مولانا محمد طیب محمدی نے سپردِ قرطاس کیا ہے۔ اس میں جنازے سے متعلق بدعات، رسومات و خرافات، بعد از وفات غسل، کفن، جنازہ کی نماز، قبر، دفن، دعا اور ایصال ثواب تک کے مسائل نہایت شرح وبسط کے ساتھ ذکر کیے ہیں۔ ۳۲۰ صفحات پر مشتمل یہ کتا ''دارالحسنیٰ'' گوجرانوالہ سے شائع ہو چکی ہے۔

۷۔ نُخبَۃُ الأُصُول تلخیص إرشاد الفحول:

یہ کتاب علامہ محمد بن علی شوکانی رحمہ اللہ کی اصول فقہ پر مبسوط ومنفرد کتاب ''إرشاد الفحول إلی علم الاصول'' کی تلخیص ہے۔

۷۲ صفحات پر مشتمل یہ کتاب دارابن حزم بیروت سے پہلی بار ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء میں شائع ہوئی۔

۹۔ کیا مرزا غلام قادیانی نبی ہے؟

دراصل یہ ایک تحریری مباحثہ ہے جو زبانی گفتگو کے بعد ظہور پذیر ہوا۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے مد مقابل گوجرانوالہ کا اس وقت مربی مرزائی محمد اعظم تھا۔ طرفین سے تین، تین تحریروں کا تبادلہ ہوا حتی کہ مرزائی اپنا دعویٰ ثابت کرنے میں ناکام ہو گیا اور اس نے سکوت اختیار کر لیا۔ یہ ۱۴۰۳ھ کی بات ہے۔ ۱۴۰۴ میں المکتبۃ المحمد یہ، گوجرانوالہ نے پہلی بار اسے کتابی صورت میں ۲۸ صفحات پر شائع کیا۔

۱۰۔ نماز میں ہاتھ اٹھانے اور باندھنے کی کیفیت:

۵۸ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ پہلی بار ۱۴۰۸ھ میں شائع ہوا۔ اس میں زیر ناف ہاتھ باندھنے والوں کے تمام دلائل کا پوسٹ مارٹم کیا سینے پر ہاتھ باندھنے پر وارد اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ دراصل یہ ایک تحریر کا رد ہے۔

۱۱۔ مسئلہ رفع الیدین:

یہ دراصل تحریری گفتگو ہے۔ جو حافظ صاحب رحمہ اللہ اور قاری جمیل صاحب حنفی کے مابین ہوئی۔ جانبین سے کئی تحریروں کا تبادلہ ہوا۔ باعث اس گفتگو کے محمد امجد صاحب نو اہل حدیث تھے۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ حافظ صاحب کی آخری تحریر ۲۶ ذی القعدہ ۱۴۰۲ء کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد فریق مخالف کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ ۱۴۰۸ء میں اسے پہلی بار نوردین خادم نے مدینہ کتاب گھر، اردو بازار گوجرانوالہ سے ۲۱۴ صفحات پر شائع کیا۔

۱۲۔ غنیہء نماز:

نماز سے متعلق یہ کتاب پاکٹ سائز میں چھپ چکی ہے۔

۱۳۔نماز مترجم:

اس جیبی سائز کی کتاب میں نماز کو اردو ترجمے کے ساتھ لکھا ہے۔ یہ بھی مطبوعہ ہے۔

۱۴۔مرآۃ التفسیر:

دراصل یہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے ان افادات کا مجموعہ ہے جو ہر سال آپ قرآن مجید کی تفسیر بیان کرنے سے قبل ارشاد فرماتے تھے۔قرآن مجید کے تعارف اور اصول تفسیر پر مشتمل یہ کتاب حافظ صاحب رحمہ اللہ کے لائق شاگرد مولانا محمد عظیم حاصل پوری حفظہ اللہ نے مرتب کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔جو کئی ایک کتب کے مؤلف بھی ہیں۔سوا سو صفحات پر مشتمل اس کتاب کو مکتبہ نعمانیہ، اردو بازار گوجرانوالہ نے شائع کیا۔

۱۵۔حقیقتِ تقلید:

یہ تحریری مباحثہ حافظ صاحب رحمہ اللہ اور محمد صالح گرجاکھی جو خود کو جماعت دہم کا طالب علم ظاہر کرتا تھا، کے مابین ہوا۔ابتداء محمد صالح کے ایک طویل سوال نامے سے ہوئی پھر دونوں جانب سے تقریباً چودہ چودہ تحریروں کا تبادلہ ہوا حتیٰ کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے لکھ دیا:''آپ اپنے مدعا وہم مسائل شرعیہ میں امام صاحب کے قول و فعل کو اپنے لیے حجت سمجھتے ہیں اور دلائل شرعیہ میں نظر نہیں کرتے۔کو قرآن و حدیث سے ثابت فرما دیں تو منہ مانگا انعام لے لیں۔یہ آپ کی طرز پر بات کر رہا ہوں۔''اس کے بعد جواب ندارد۔پہلی بار اسے جمعیت شبان اہلحدیث گرجاکھ نے ۷۰ صفحات پر شائع کیا تھا۔

۱۶۔کیا تقلید واجب ہے؟

اس تحریری گفتگو کا باعث ماسٹر محمد خالد صاحب بنے۔حافظ صاحب رحمہ اللہ کے مدمقابل قاضی شمس الدین صاحب حنفی عالم تھے۔طرفین سے پانچ پانچ تحریروں کا تبادلہ ہوا۔حافظ صاحب رحمہ اللہ نے آخری تحریر ۱۳ ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ کو لکھی۔اس کے بعد فریق مخالف کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ صفحات ۲۰۔

۱۷۔ردِ تقلید:

یہ ایک حنفی عالم مولانا مفتی عبدالرشید صاحب کے فتوائے تقلید کی تردید ہے۔

۱۸۔ادائے سنت بعد از فرض قبل از طلوعِ آفتاب:

موضوع نام سے عیاں ہے۔جس کے اثبات کے لیے یہ تحریر کی گئی۔مگر افسوس کہ اس کا مسودہ گم ہوگیا۔

۱۹۔تعداد تراویح:

یہ مفتی غلام سرور گجراتی کے رسالے ''بیس رکعت تراویح کا شرعی ثبوت'' کا رد ہے۔۱۳۹۹ھ میں یہ مکمل ہوا۔اس پر استاذنا حافظ عبدالسلام صاحب بھٹوی حفظہ اللہ نے ۲۲ صفحات پر مشتمل ایک وقیع مقدمہ لکھا۔ ۱۴۰۷ھ میں یہ ایک ضمیمے کے ساتھ شائع ہوئی۔کل صفحات ۲۰۸۔

تحقیق التراویح:

یہ تحریری مناظرہ حافظ صاحب رحمہ اللہ اور مولانا حافظ قاضی عصمت اللہ صاحب دیوبندی حنفی کے مابین ہوا تھا۔کتاب چھ ابواب اور ۱۳۴ صفحات پر محیط ہے۔تفصیل اس اجمال کی یہ ہے: پہلے باب میں ''منظور ہے گزارش احوال واقعی'' اور ''پہلے مجھے پڑھیے'' کے عنوان سے مباحثے کا پس منظر اور تحریری گفتگو کا متن بھی درج ہے۔دوسرے باب میں آٹھ رکعت نماز تراویح کے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے دلائل اور ان پر قاضی صاحب کے اعتراضات کا جواب، تیسرے باب میں بیس رکعت تراویح سنت نبویہ ہونے کے دلائل کا رد لکھا ہے۔چوتھے باب میں ثابت کیا گیا ہے کہ بیس رکعت تراویح خلفائے راشدین کی بھی سنت نہیں ہے۔پانچویں باب میں دس فحول علمائے احناف کے اقوال سے آٹھ رکعت نماز تراویح کا سنت مندرج ہے۔چھٹے باب میں قاضی صاحب کے مغالطات کی نشاندھی، ان کی تضاد بیانی اور ان کی اغلاط کی فہرست ہے اور خاتمہ ''اک مؤدبانہ گزارش ہے'' کے عنوان سے ہے۔

۲۱. بیع التقسیط (عربی):

یہ ایک طویل مضمون مجلّہ نداء الاسلام اسلام آباد بزبان عربی شائع ہو چکا ہے۔جس میں بیع التقسیط کی

شرعی حیثیت بیان کی گئی ہے۔

۲۲۔ حج وعمرہ:

۱۰۶ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں قرآن وسنت کی روشنی میں حج وعمرہ کا مسنون طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ اسے پہلی بار مولانا محمد طیب محمدی نے شائع کیا۔

۲۳۔ داڑھی:

۵۰ صفحات پر مشتمل اس مطبوعہ رسالے میں داڑھی کی فرضیت کے دلائل اس کو کٹوانے اور منڈوانے والوں کے دلائل اور ان کا رد قرآن وسنت کی روشنی میں مکتوب ہے۔

۲۴۔ ائمہ ربعہ رحمۃ اللہ علیہم:

۵۴ صفحات پر مشتمل اس مطبوعہ رسالے میں ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کے حالات، خدمات اور عقائد کا ذکر ہے اور یہ کہ کسی امام نے اپنی تقلید کا حکم نہیں دیا بلکہ انھوں نے اپنی تقلید سے منع فرمایا ہے۔ یہ باتیں اس میں بالتفصیل درج ہیں۔

۲۵۔ اتفاق امت:

۴۰ صفحات کے اس رسالے میں افتراقِ امت کے اسباب، اتفاق واتحاد کا طریقِ کار اور اس کے فوائد وثمرات کو قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

۲۶۔ ضعیف روایات:

۴۰ صفحات پر محتوی اس مطبوعہ رسالے میں ضعیف روایات کی پرکھ کا طریقہ، ان کا حکم، حجیت حدیث اور کتابت حدیث پر بحث ہے اور عقلی ونقلی دلائل کی رو سے ثابت کیا گیا ہے کہ ضعیف روایات فضائل اعمال میں بھی منقول نہیں ہیں۔

۲۷۔ نکاح میں ولی کی حیثیت:

۴۰ صفحات کے اس مطبوعہ رسالے میں حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے مخصوص علمی انداز میں نکاح میں

ولی کی حیثیت کو قرآن وسنت کے دلائل سے واضح کیا ہے۔ اپنے موضوع پر یہ لا جواب رسالہ قابل مطالعہ ہے۔

۲۸۔ سود کی حرمت:

۳۶ صفحات کے اس مطبوعہ رسالے کے چار حصے ہیں۔ پہلے حصے میں سود سے متعلق آیات قرآنی، دوسرے حصے میں احادیث مبارکہ، تیسرے حصے میں سود کی اقسام اور ان کی حرمت کے دلائل اور چوتھے حصے میں سود کے مجوزین اور معترضین کے دلائل اور ان کا رد پیش کیا گیا ہے۔

۲۹۔ مسائلِ قربانی:

۳۴ صفحات کے اس رسالے میں قربانی کے لیے مستعمل الفاظ کی وضاحت، قربانی کی فضیلت، اس کی شرعی حیثیت، اس کے جانور کی کیفیت وشراکت کے مسائل، قربانی کے وقت کی ابتداء اور انتہا اور گوشت کی تقسیم کا طریقِ کار مندرج ہے۔

۳۰۔ تعداد رکعات:

۳۲ صفحات کے اس رسالے میں نماز کی فضیلت واہمیت اور فرض نمازوں کی رکعات کی مکمل تعداد (سنن ونوافل سمیت) احادیث کی روشنی میں بالتفصیل مذکور ہے۔

۳۱۔ ایمان کی حقیقت:

۳۲ صفحات کے اس مطبوعہ رسالے میں ایمان کی شرعی ولغوی وضاحت، ایمان کی شرائط اور علامات المؤمنین قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کی گئی ہیں۔

۳۲۔ اطاعتِ رسول:

۳۰ صفحات پر مشتمل اس مطبوعہ رسالے میں لفظ رسول کی وضاحت، نبی اور رسول کے مابین فرق، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اتباع کا حکم قرآن وسنت کی روشنی میں اور اس کی اہمیت ووجوہات لکھی گئی ہیں۔

۳۳۔شادی:

۲۶صفحات کے اس رسالے میں قرآن وسنت کے دلائل کے ساتھ شادی کے مروجہ رسوم ورواج کی خوب تردید کی ہے۔

۳۴۔ازدواجی زندگی:

۲۵صفحات کے اس مطبوعہ رسالے میں ازدواجی زندگی کی اہمیت اور مجرد پن کی تردید قرآن وسنت کی روشنی میں مذکور ہیں۔

۳۵۔قرآن وسنت کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے؟:

۲۲صفحات پر محتوی یہ رسالہ ابواویس نامی ایک شخص کے سوال کے جواب میں ظہور پذیر ہوا ہے۔ موضوع نام سے عیاں ہے۔

۳۶۔قسطوں کی بیع:

۲۰صفحات پر مشتمل یہ ''بیع التقسیط'' کا اردو ترجمہ ہے۔اس میں قسطوں کی بیع حرام قرار دیا ہے اور اس پر اٹھنے والے شبہات کا ازالہ ہے۔یہ بھی حافظ صاحب رحمہ اللہ نے خود ہی لکھا ہے۔

۳۷۔عقیقہ:

۲۰صفحات کے اس مطبوعہ رسالے میں عقیقہ کے لغوی معانی،تحنیک کا طریقہ،مولود کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ، بچوں کے نام رکھنا، کان میں اذان کہنا، نام رکھنا،عقیقے کی فرضیت،عقیقے کے جانور،اس کی تاریخ اور وقت اور دیگر مسائل کو قرآن وسنت کی روشنی میں تحریر کیا گیا ہے۔

۳۸۔خِطبہ (منگنی):

۱۵صفحاتی اس مطبوعہ رسالے میں حافظ صاحب نے منگنی کی تاریخی اور شرعی حیثیت بیان کی ہے اور اس کے رسوم ورواج کی بیخ کنی ہے۔

۳۹۔حجیت حدیث:

۲۰ صفحات پر مشتمل اس رسالے میں حافظ صاحب نے منکرین حدیث کے چند بنیادی اعتراضات اور شبہات کا ازالہ کیا ہے۔

۴۰۔ جماعت المسلمین:

یہ تحریری گفتگو ہے۔ مدمقابل اس وقت کے جماعت المسلمین صوبہ پنجاب نے ناظم تبلیغ جناب امان اللہ صاحب تھے۔ یہ مباحثہ تقریباً ایک سال جاری رہا حتی کہ جناب امان اللہ صاحب نے لکھ دیا ''جناب محترم گزارش ہے کہ آپ نے سوال کیا تھا کہ کیا واقعی جماعت المسلمین رجسٹرڈ میں شمولیت کی دعوت واقعی اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی دعوت ہے؟ جناب حافظ صاحب! سچی بات یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے واقعتاً ثابت نہیں کرسکتا۔ اس لیے آج مورخہ ۲۲ محرم ۱۴۱۴ھ سے میں نے جماعت المسلمین رجسٹرڈ کی دعوت دینا بند کردی ہے۔'' (دیکھئے احکام ومسائل ۱/ ۶۲۰)

یہ گفتگو محولہ بالا مقام پر ص ۵۹۷ تا ص ۶۲۰ تک محیط ہے۔ ضرورت ہے کہ اسے جدا کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔

۴۱۔ خدا کی معرفت:

ملک چین کے ایک دھریے کے سوالات، جو حافظ صاحب کو جناب عطاء الرحمٰن بن محمد اعظم، گوجرانوالہ نے دیے تھے، کے جوابات میں لکھا گیا ہے۔ یہ احکام ومسائل جلد نمبر ا میں ۴۸ تا ۸۰ تک پھیلا ہوا ہے۔ اسے بھی علیحدہ شائع کرنے کی ضرورت ہے۔

۴۲. إجَادَةُ الْقُرىٰ لإثبات الجمعة في القرىٰ:

یہ کتاب دیہاتوں میں جمعہ کی فرضیت کے دلائل پر مشتمل ہے۔ اس کا مسودہ حافظ صاحب رحمہ اللہ سے قاری محمد ابراہیم صاحب لے گئے اوران سے یہ مسودہ گم ہوگیا ہے۔ إنا لله و إنا إليه راجعون مگر اس کے بعض مسائل ''احکام ومسائل میں چھپ چکے ہیں۔

۴۳۔ تعریب: ختم نبوت:

محدث العصر حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے اس کتاب میں مسئلہ ختم نبوت کی توضیح وتشریح اورقادیانیوں کی

طرف سے اجرائے نبوت کے خودساختہ دلائل کا تجزیہ کیا ہے۔اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری رحمہ اللہ نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا ہے۔

۴۴۔تعریب:اثبات توحید:

محدث العصر حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے پادری عبدالحق کی کتاب التوحید فی التثلیث کی تردید میں اثبات التوحید فی ابطال التثلیث نام سے کتاب لکھی۔اسے حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری رحمہ اللہ عربی زبان میں منتقل کردیا ہے۔

۴۵۔تعریب:اسلام کی دوسری کتاب:

عقائدواصول فقہ سے متعلق حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی اس کتاب کا بھی حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری رحمہ اللہ نے عربی زبان میں ترجمہ کردیا ہے۔

۴۶۔سفرِ نورستان:

حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اواخر شوال سے نصف شعبان ۱۴۰۴ھ تک نورستان (افغانستان) کا سفر کیا۔مولانا ذکی الرحمٰن لکھوی اور حکیم محمد اشفاق نورپوری اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔

یہ چند اوراق پر مشتمل سفر نامہ اسی سفر کی روداد پر مبنی ہے۔یہ ماہنامہ محدث کے کسی شمارے میں چھپا تھا۔جس کا نمبر اب مجھے یاد نہیں ہے

وضاحت نمبرا:

مکالمات نورپوری کے نام سے مولانا محمد طیب محمدی نے حضرت حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری رحمہ اللہ کے سات رسائل یکجا کردیئے ہیں۔ا۔کیا مرزا قادیانی نبی ہے؟ ۲۔کیا تقلید واجب ہے؟ ۳۔حقیقت تقلید ۴۔تحقیق التراویح ۵۔تعداد تراویح ۶۔نماز میں ہاتھ باندھنے اور اٹھانے کی کیفیت ۷۔مسئلہ رفع الیدین۔اس کے علاوہ استاذنا حافظ عبدالسلام صاحب بھٹوی حفظہ اللہ کے تین رسائل بھی اس میں آگئے ہیں۔فجزاھم اللہ احسن الجزاء

وضاحت نمبر۲:

حافظ صاحب ہر ماہ کسی جمعہ کو عصر کے بعد شہر والی مسجد میں درس دیتے تھے جنھیں مولانا محمد طیب محمدی بڑی عرق ریزی سے قرطاس پر منتقل کر لیتے تھے۔ آیات واحادیث کی تخریج کے بعد انھیں شائع کرتے تھے۔ ایسے ایک کتاب مقالات نورپوری وجود میں آئی۔ مقالہ جات کی فہرست درج ذیل ہے۔ البتہ ان کا تعارف گذشتہ سطور میں گزر چکا ہے۔

۱۔ ایمان کی حقیقت ۔۲۔ سود کی حرمت ۔۳۔ اطاعت رسول اللہ ﷺ ۔۴۔ اتفاق امت ۔۵۔ ائمہ اربعہ۔۶۔مسائل قربانی ۔۷۔ داڑھی ۔۸۔ تعداد رکعات ۔۹۔ قرآن وسنت کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے؟ ۔۱۰۔ضعیف روایات ۔۱۱۔قسطوں کی بیع ۔۱۲۔ خِطبہ (منگنی) ۔۱۲۔ نکاح میں ولی کی حیثیت ۔۱۳۔شادی ۔۱۵۔ازدواجی زندگی ۔۱۶۔عقیقہ ۔۱۷۔ حجیت حدیث۔

پہلے ایڈیشن میں مذکورہ بالا عنوانات میں سے پہلے دس اور دوسرے ایڈیشن میں مذکورہ ترتیب کے ساتھ سترہ مقالے شائع ہوئے۔ تیسرا ایڈیشن شائع ہوا یا نہیں؟ اس میں کچھ اضافہ ہوا یا نہیں؟ یہ مجھے علم نہیں۔

۴۷۔ فہرست اسماء التلامذہ:

حضرت حافظ جس شخص کو اجازہ (سند حدیث) عطا فرماتے، ان کا ریکارڈ رکھتے تھے۔ تقریباً ایک ہزار سے زائد شاگردوں پر مشتمل یہ دفتر حافظ صاحب رحمہ اللہ کے پاس موجود تھا۔

وضاحت نمبر۳:

جب راقم نے مورخ اہلحدیث اور اپنے مربی ومحسن مولانا محمد اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ کے ایماء سے حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ سے ان کی زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تو متعدد اہل علم سے درخواست کی کہ وہ اس سلسلے میں میری مدد کریں۔ لیکن اس کام کے لیے حافظ صاحب رحمہ اللہ کی آمادگی کے امکان کو رد کر دیا گیا۔ ایک صائب مشورہ مولانا محمد مالک بھنڈر صاحب حفظہ اللہ نے یہ دیا کہ اس سلسلے میں انھیں خط لکھ دیے جائیں، چونکہ وہ خط کا جواب ضرور دیتے ہیں، اس لیے امید ہے مسئلہ

حل ہو جائے گا۔ راقم نے انہی کی مسجد آمنہ (سپر ایشیاء والی) میں بیٹھ کر حافظ صاحب رحمہ اللہ کے نام ایک خط لکھا، جس میں تحریر کیا کہ ''دبستان حدیث'' کے لیے آپ کے کوائف حیات مطلوب ہیں نیز اپنے چیدہ چیدہ اہم تلامذہ کے بارے میں بھی آگاہ فرمائیے۔ یہ خط مولانا محمد عظیم حاصلپوری صاحب کے حوالے کر دیا گیا۔ وہ اس وقت جامع مسجد تاج میں دینی خدمات انجام دیتے تھے۔ انھوں نے وہ خط حوالہ ڈاک کر دیا۔ بہت دنوں تک کوئی جواب نہ آیا تو میں پھر گوجرانوالہ گیا اور مولانا محمد طیب محمدی کے ہمراہ شہر والی مسجد (چوک نیائیں) میں درس قرآن (فجر) کے بعد ان سے ملاقات کی اور مقصد آمد بتلایا۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ خط کا جواب لکھ رہے ہیں جب مکمل ہوگا تو ارسال کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد بذریعہ فون ان سے رابطہ رہا۔ آخر کار انھوں نے ۱۲ صفحات پر مشتمل اپنے کوائف حیات اور چیدہ چیدہ تلامذہ کی بجائے فہرست اسماء التلامذہ والا رجسٹرڈ (۶۵ صفحات) کاپی کروا کے مولانا محمد عظیم حاصل پوری صاحب کے حوالے کر دیا کہ وہ مجھے ارسال کر دیں۔ مولانا محمد عظیم صاحب نے ازراہِ کرم وہ مجھے بھیج دیا۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے میرے نام ایک خط لکھ کر اطلاع بھی کر دی۔ علاوہ ازیں راقم نے مولانا محمد مالک بھنڈر صاحب، مولانا محمد طیب محمدی صاحب، حافظ محمد لقمان صاحب، مولانا محمد عظیم حاصل پوری صاحب، اور استاذنا صاحبزادہ گرامی قدر حضرت حافظ عبدالرحمٰن ثانی بن حافظ عبدالمنان نورپوری اور حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی کتب سے استفادہ کر کے ۲۲ صفحات کا ایک مضمون لکھا۔ یہ کل ۳۴ صفحات اور فہرست تلامذہ سے منتخب نام حضرت مولانا محمد اسحٰق بھٹی صاحب کی خدمت میں پیش کر دیے۔ وہ بہت خوش ہوئے اور ڈھیروں دعائیں دیں۔ ''دبستان حدیث'' میں مضمون لکھا، اس میں میرا ذکر بھی کیا۔

زیرِ نظر مضمون حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی زندگی میں، ان کی رہنمائی میں اور ان کی کتب سے مدد لے کر تحریر کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں مولانا محمد طیب محمدی صاحب نے مجھے مولانا مالک بھنڈر صاحب کی سفارش پر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے کتب و رسائل مہیا کیے تھے۔ میں ان دونوں بزرگوں کا آج پھر شکرگزار ہوں۔

اس پر پانچ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ مضمون معمولی تبدیلی کے ساتھ پیش خدمت ہے۔ یقیناً اس

کے بعد بھی حافظ صاحب رحمہ اللہ کی تالیفات وتصنیفات میں اضافہ ہوا ہوگا لیکن مجھے ان تک رسائی نہ ہوسکی۔حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ میرے شیخ تھے۔دو مرتبہ میں نے آپ سے سند روایت حاصل کی ہے۔ایک مرتبہ بذریعہ خط اور دوسری مرتبہ راقم اور مولانا سید رشید احمد لکھوی (مدرس جامعہ محمدیہ اوکاڑہ) ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسناد النورفوری سے بہرہ ور ہوئے۔حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں اپنا تاثراتی مضمون قلم بند کروں گا اور وہ بھی جلد ''مجلّہ المکرّم'' کے صفحات کی زینت بنے گا۔إن شاء اللّٰہ العزیز.

رثاء الحافظ عبدالمنان نورفوری رحمہ اللہ

تحریر...... برق التوحیدی

فلیبك من كان باكیا علیٰ الفقید	عندقحط الرجال علیٰ ابی عبدالرحمن
لانزكی علی الله احداابداولكن	نشهدله شهادة الحق والتبیان
كان بارارا شدانقیاتقیا	حافظالحدیث النبی الامی والقرآن
صواما،قواما،خلیقا،و سیما	اقنع حیاته حسبة الاله والتكلان
نبیلا،مهیبا،مكحلا،مطیبا	وقوراتأسی بالنبی المصطفیٰ من عدنان
كالدرطارمن عقدالسلف الثمین	اوالمتخلف من قوافل الزهدوالركبان
معلم السنة قاری الكتاب كانه	مجاهد بالنهاروباللیل كالرهبان
علم الهدیٰ جبل الحفظ والضبط	لیس مثله فی العلیٰ هوهمال الاتقان
تمسك بمذهب السلف فی الصفات والكلام	بدون تشبیه وتعطیل وتوقف الاذهان
رفض القلائد وتبرأ من التاویل وقال	ان العمل من الایمان بالزیادة والنقصان